قادیانی تفاسیر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ



مصنف

ڈاکٹر محمد عمران

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

قادیانی تفاسیر کا
تحقیقی و تنقیدی جائزہ

مصنف:
ڈاکٹر محمد عمران

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان
حضوری باغ روڈ، ملتان۔ 061-4783486

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب ---------- قادیانی تفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

مصنف ---------- ڈاکٹر محمد عمران

تعداد ---------- 1000

قیمت ---------- 250/-

ناشر ---------- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ . اما بعد!

اللہ رب العزت نے سیدنا آدم علیہ السلام سے سلسلہ نبوت کا آغاز فرمایا۔ کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے۔ ان سب کے آخر پر رحمت عالم ﷺ کو آخری نبی کے طور پر مبعوث فرمایا۔ ان تمام انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی سے بھی سرفراز فرمایا۔ بعض انبیاء علیہم السلام کو کتابیں بھی دی گئیں۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد عربی ﷺ اللہ رب العزت کے آخری نبی ہیں تو آپ ﷺ کی ذات اقدس پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید بھی اللہ رب العزت کی آسمانی کتابوں میں سے آخری آسمانی کتاب ہے۔ قرآن مجید جہاں آخری کتاب ہے وہاں اس کو ہر قسم کی تحریف لفظی سے بھی حق تعالیٰ نے محفوظ فرمایا ہے اور یہ اس کا اعجاز ہے۔ قرآن مجید لاریب سچی کتاب ہے۔ نیک بخت اور بدنصیب لوگوں کے لئے اس کو معیار قرار دیا۔ فرمایا کہ ''یضلون به کثیراً ویهدی به کثیرا (القرآن)'' کہ بدنصیب قرآن مجید سے کجی کا راستہ نکال لیں گے اور خوش نصیب قرآن مجید سے حق کی راہ پائیں گے۔

''یضلون به کثیرا'' قرآن مجید کو آڑ بنا کر تحریف معنوی اور تاویل باطل سے لوگوں کو راہ حق سے پھیر دینا۔ انہیں گمراہی کے راستہ پر چلانے والوں میں ایک بدنصیب مرزائے قادیان بھی تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی تاویل فاسد اور تحریف باطل سے وہ گمراہی کا راستہ اختیار کیا کہ گزشتہ صدیوں کے تمام محرفین ومبطلین کو مات کر گیا۔

مثلاً آج تک چودہ صدیوں کے مفسرین کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ قرآن مجید میں بدر کے تذکرہ سے مراد جنگ بدر ہے۔ مگر مرزا قادیانی نے کہا کہ بدر سے بدر کامل یعنی چودھویں صدی مراد ہے اور میں چودھویں صدی کا بدر کامل ہوں۔ اب یہ معنی چودہ صدیوں کے کسی مفسر نے نہیں کئے۔ مرزا قادیانی نے اپنے غلط دعاوی کو بزعم خود ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید میں تحریف کرنے میں قطعاً عار محسوس نہ کی۔

مرزا قادیانی نے قرآن مجید سے کھیلنے اور تحریف کے راستہ پر سرپٹ دوڑنے کا اتنا خطرناک کھیل کھیلا کہ اپنے پورے پیروکاروں کو اسی راستہ پر لگا گیا۔ تحریف قرآن مجید کرنے میں ہر قادیانی باون گزا ہے۔ جس نے جو چاہا قرآن مجید کا مفہوم و معنی بدل دیا اور اس تحریف میں ذرہ برابر لحاظ نہ کیا کہ دنیا کیا کہے گی۔

مثلاً قرآنی آیت ''وبالآخرۃ ھم یوقنون'' کا آج تک تمام مفسرین یہی ترجمہ کرتے آئے کہ آخرت سے مراد قیامت ہے۔ حتیٰ کہ مرزا قادیانی، حکیم نورالدین ایسی مہا قادیانی قیادت نے بھی یہی ترجمہ کیا کہ اس سے مراد قیامت ہے۔ لیکن قادیانی جماعت کے دوسرے چیف گرو مرزا محمود قادیانی نے کہا کہ اس سے مراد آخری وحی ہے اور وہ مرزا قادیانی کی وحی ہے۔

اب مرزا محمود کے بعد ابھی حال ہی میں اس کے بیٹے مرزا طاہر قادیانی نے ترجمہ کیا۔ اس نے بھی آخرت سے مراد قیامت لیا ہے۔ گویا اوّل و آخر کے تمام قادیانی ''وبالآخرۃ'' کے قرآنی الفاظ سے مراد قیامت لیتے ہیں۔ لیکن مرزا محمود، قرآن مجید میں تحریف معنوی ڈھٹائی سے کرتے ہوئے ذرہ لحاظ محسوس نہیں کرتا اور مرزا قادیانی کی نبوت کو قرآن مجید سے ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے۔ چاہے اوّل و آخر کے تمام قادیانی اس کے مردود معنی کو قبول نہ کریں۔ لیکن وہ اس تحریف میں ڈٹا ہوا ہے۔ ان دو مثالوں سے یہ عرض کرنا مقصود تھا کہ قارئین! احساس فرمائیں کہ کس طرح قادیانیوں نے قرآن مجید کو بازیچہ اطفال

بتایا۔ جس قادیانی کے منہ جو آیا کہہ دیا۔ تحریف میں ذرہ ہچکچاہٹ محسوس نہ کی کہ یکسر چودہ صدیوں کے مفسرین کے راستہ سے علیحدہ راستہ اختیار کیا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: ''میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو اس علم کو حاصل کریں گے جس کے ذریعے حد سے تجاوز کرنے والوں کی تاویل کو، باطل کرنے والوں کے دعویٰ کو اور جاہلوں کی تحریف کو دور کریں گے۔''

(السنن الکبریٰ بیہقی ج ۱۰ ص ۲۵۴، مشکوٰۃ شریف کتاب العلم ص ۳۶)

اس حدیث نبوی ﷺ کے مصداق خوش نصیب حضرات میں سے ایک ہمارے انتہائی مکرم و محترم جناب ڈاکٹر محمد عمران صاحب ہیں۔ انہوں نے اس پر بھرپور ریسرچ (Resurch) کی۔ وہ ملک بھر میں دیوانہ وار پھرے۔ لائبریریوں سے، ان کے منتظمین سے، اپنی گرانقدر ریسرچ کے لئے جو مواد حاصل کیا۔ قادیانیوں کی سو سال قبل کی ان نام نہاد تفسیروں کو جمع کرنا جان جوکھوں کا کام تھا۔ اس میں بھی وہ کامیاب ہوئے۔ پھر ان تمام سے تحریفات کو چن چن کر علیحدہ کیا۔ ان کو پھر اہل اسلام کی تفاسیر سے ملایا۔

اہل اسلام اور قادیانی تفاسیر میں جو فرق نظر آیا، وہ واضح کیا۔ یوں انہوں نے مرزا قادیانی سے لے کر کفیلہ خانم تک کے قادیانیوں کی چودہ نام نہاد مفسرین کی تفاسیر پر ریسرچ کی اور چمکتے دمکتے واضح فرق کو نمایاں طور پر اس کتاب میں پیش کیا کہ جہاں کہیں سے آپ دیکھیں گے قادیانی ایک ایک تحریف آپ کے سامنے آجائے گی۔ اس کتاب میں:

۱......	مرزا قادیانی کی	۵۵	تحریفات
۲......	حکیم نورالدین بھیروی کی	۲۰	// //
۳......	مولوی میر محمد سعید کی	۳۳	// //
۴......	مولوی غلام حسن نیازی کی	۲۷	// //
۵......	ڈاکٹر بشارت احمد کی	۱۱	// //

۶......	محمد علی لاہوری کی	۲۳	// //
۷......	مرزا بشیر الدین محمود احمد کی	۷۳	// //
۸......	مولوی عبداللطیف بہاولپوری کی	۱۲	// //
۹......	ملک غلام فرید کی	۱۱	// //
۱۰......	شیخ عبدالرحمٰن مصری کی	۰۱	// //
۱۱......	پیر صلاح الدین کی	۰۸	// //
۱۲......	مرزا طاہر احمد کی	۱۵	// //
۱۳......	پیر معین الدین کی	۱۹	// //
۱۴......	کفیلہ خانم کی	۱۸	// //

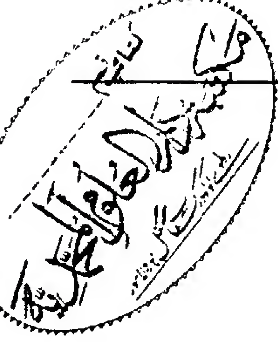
باطل گروہ قادیانی جماعت کی جہالت آمیز تحریفات قرآنی کو اس کتاب میں اتنا جمع کیا گیا ہے۔ اتنا رد قادیانیت کے لٹریچر میں اس عنوان پر پہلے کہیں مواد موجود نہیں تھا، جتنا اس کتاب میں آپ کو ملے گا۔ مجھے جہاں انتہائی تاسف ہے کہ میں اس کتاب کو پورے طور پر نہیں پڑھ پایا۔ اتنی زیادہ تسلی ہے کہ ہمارے حضرت مولانا غلام رسول صاحب دین پوری نے اس کتاب کو مکمل پڑھا ہے۔ ان شاء اللہ! یہ جامع چیز اس عنوان پر آج تک امت کی تحقیقات کا نچوڑ اور آئینہ ہے۔ قادیانی لوگوں نے قرآن مجید میں کیا تحریف معنوی کی؟ اس کا جواب یہ کتاب ہے۔ پڑھئے کہ پڑھنے کی چیز ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو اس سے فائدہ اٹھانے اور قادیانی فتنہ سے باخبر رہنے کی توفیق رفیق فرمائیں۔ آمین!

خوشی ہے کہ یہ گرانقدر سرمایہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت شائع کر رہی ہے۔

والسلام!

محتاج دعا: (فقیر) اللہ وسایا، ملتان

۱۷/رمضان ۱۴۳۷ھ، بمطابق ۲۳/جون ۲۰۱۶ء



فہرست

باب اوّل

باب دوم

مولوی غلام حسن نیازی کی تفسیر ''حسن بیان'' کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

ڈاکٹر بشارت احمد کی تفسیر ''انوار القرآن'' کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

باب سوم

محمد علی لاہوری کی تفسیر ''بیان القرآن'' کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

مرزا البشیر الدین محمود احمد کی تفسیر ''تفسیر کبیر وتفسیر صغیر'' کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

مولوی عبداللطیف بہاولپوری کی چار قرآنی سورتوں کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

The Holy Quran Five Valium کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

ملک غلام فرید کی تفسیر ''The Holy Quran'' کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

باب چہارم

شیخ عبدالرحمٰن مصری کی تفسیر ''تفسیر سورہ اعلیٰ'' کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

پیر صلاح الدین کی تفسیر ''قرآن مجید ترجمہ مع تفسیر'' کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

مرزا طاہر احمد کی تفسیر ''قرآن مجید'' کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

پیر معین الدین کی تفسیر ''مخزن معارف'' کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

کفیلہ خانم کی تفسیر ''مناہل العرفان'' کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین!

اللہ تعالیٰ نے قوموں کی راہنمائی اور ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً مختلف ملکوں میں اپنے رسول بھیجے۔ ان کی تعلیم نے مردہ دلوں پر وہی کام کیا جو آسمانی بارش مردہ زمین پر کر کے دکھاتی ہے۔ وہ روشن چراغ تھے۔ جنہوں نے ایک تاریک رات میں انسانوں کی مختلف بستیوں کو منور کیا۔ ان سب کے آخر میں وہ آفتاب نمودار ہوا جس نے کل عالم کو منور کیا۔ جس کے سامنے سب روشنیاں ماند پڑ گئیں۔ وہ سراج منیر آپ ﷺ ہیں اور وہ نور ہدایت جو آپ ﷺ لائے قرآن کریم ہے۔ آپ ﷺ کے بعد اب نہ کسی رسول کی ضرورت رہی اور نہ کسی نبی کی۔ اب قیامت تک آنے والے انسانوں کی کامیابی کے لئے دو ہی ذرائع ہیں۔ ایک قرآن حکیم اور دوسرا سنت نبوی ﷺ۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار یا ان میں بیان گئے احکامات سے روگردانی انسانوں کو دونوں جہانوں میں ناکامیوں کی طرف لے جائے گی۔

اس لئے آنحضرت ﷺ کے زمانہ اقدس ہی سے قرآن مجید کی تفسیر کی جانے لگی۔ جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ ﷺ اس آیت کی وضاحت بھی فرما دیتے تھے۔ تاکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس آیت کو سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہو۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کبھی کوئی آیت سمجھ نہ آتی تو آپ ﷺ سے جا کر اس آیت کی وضاحت طلب کر لیا کرتے تھے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کے بعد تابعین رحمہم اللہ کو قرآن مجید کی تفسیر میں کوئی مشکل پیش آتی تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کی جماعت میں مفسرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس چلے جاتے اور پھر ان تفسیری اقوال کو محفوظ کر لیا کرتے تھے۔ تاکہ بعد میں آنے والے لوگ اس سے استفادہ کر سکیں۔ انہوں نے اپنی تمام زندگی قرآن کو سمجھنے اور سمجھانے میں صرف کر دی۔ کیونکہ قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جو قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ اس وجہ سے جہاں اہل حق نے ہر دور کے اندر قرآن مجید کی اصول تفسیر کی روشنی میں ٹھیک تفسیر کر کے دوسرے لوگوں کے لئے قرآن مجید کو سمجھنے میں آسانیاں پیدا کیں تو وہاں اہل باطل اپنے عقائد اور نظریات کو ثابت کرنے کے لئے سلف وصالحین کے بیان کردہ اصول تفسیر سے ہٹ کر قرآن مجید کی ایسی تفسیر کی کہ جس کی وجہ سے بہت سے لوگ گمراہی کا راستہ اختیار کر بیٹھے۔ جیسا کہ خوارج اور معتزلہ مفسرین کی باطل تفاسیر میں یہ پایا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے قرآن کی تفسیر اپنے عقائد کو مد نظر رکھ کر لکھی اور معتزلہ قرآنی آیت "ما یاتیھم من ذکر من ربھم محدث" سے قرآن کے محدث ہونے پر غلط استشہاد کیا اور برصغیر میں سرسید احمد خان (۱۸۱۷ء تا ۱۸۹۸ء) نے بھی اپنی تفسیر میں سلف صالحین کے اصول تفسیر سے ہٹ کر عقلیت اور سائنسی طرز فکر کو جگہ دی جس کی وجہ سے خرق عادت واقعات کی مختلف تاویلات کر کے معجزات کا انکار کر بیٹھے اسی مکتب سے ملتی ہوئی فکر غلام احمد پرویز (۱۹۰۳ء تا ۱۹۸۵ء) میں بھی نظر آتی ہے۔

اسی طرح قادیانی فرقے نے اپنی تفاسیر سلف صالحین کے اصول تفسیر سے ہٹ کر اپنے عقائد، نظریات اور جدید دور سے مطابقت دیتے ہوئے لکھیں۔ اس فرقے کی بنیاد مرزا غلام احمد قادیانی (م ۱۹۰۸ء) نے ۱۸۸۹ء کو رکھی۔ جس کا مقصد حکومت برطانیہ کو برصغیر میں تقویت دینا تھا۔ قادیانی جماعت اپنے باطل عقائد اور ختم نبوت سے انکار کی وجہ سے ۱۹۷۴ء کو پاکستانی پارلیمنٹ میں کافر قرار پائی۔ حکومت پاکستان کے اس فیصلے کے بعد پورے

عالم اسلام میں اس فرقے کو کافر قرار دیا گیا۔اسی طرح ۱۹۸۴ء کو صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق صاحب کے دور میں قادیانی جماعت کے افراد کے لئے شعائر اسلام کو استعمال کرنا ناجائز قرار دیا گیا اور شعائر اسلام کے استعمال کی صورت میں مختلف سزائیں مقرر کی گئیں۔

مرزا غلام احمد نے اپنے باطل و غلط عقائد کو عام کرنے کے لئے قرآن مجید کا سہارا لیا اور اس کے لئے اس نے جمہور مفسرین کے اصول تفسیر سے ہٹ کر سات نئے تفسیری اصول وضع کیے۔جس میں وحیٔ ولایت اور مکاشفات کو بنیادی حیثیت دی ہے ان تفسیری اصولوں کو قادیانی مفسرین میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔اسی اصول کی بناء پر ہر قادیانی مفسر قرآن کی تفسیر اللہ کی طرف سے اپنے اوپر ہونے والی وحی کی روشنی میں کرتا ہے۔اسی وجہ سے قادیانی تفاسیر میں کثرت سے تحریفات پائی جاتی ہیں۔

اسی طرح مرزا غلام احمد نے اپنے غلط عقائد کی ترویج کے لئے اشاعت قرآن کی تحریک بھی پیدا کی۔جس کے نتیجے میں قادیانیوں کی طرف سے مختلف انداز میں قرآنیات پر مختلف انداز میں کیا گیا کام بھی منظر عام پر آیا۔موجودہ دور میں چند ہی شخصیات نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے جن میں ماسٹر غلام حیدر صاحب رحمہ اللہ نے محمد علی لاہوری کی تفسیر ''بیان القرآن'' پر ایک مختصر سا کتابچہ لکھا۔جواب ''احتساب قادیانیت'' کی جلد ستائیس کا حصہ بن چکا ہے۔مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ (م۱۳۸۲ھ) نے ''قصص القرآن'' میں قرآن مجید کی آیت ''وانی متوفیک و رافعک '' کی تفسیر میں مرزا غلام احمد قادیانی کی غلط تاویلات کو ذکر کر کے اس کا رد کیا ہے۔

مولانا شاہ عالم گورکھپوری نے ''تفاسیر قرآن مجید اور مرزائی شبہات'' میں چند تحریف شدہ آیات پر کام کیا ہے۔محترم مشتاق احمد صاحب رحمہ اللہ (م۲۰۱۴ء) نے مرزا بشیر الدین کی ''تفسیر صغیر'' کا جائزہ لیا ہے۔دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور میں اپریل ۲۰۰۸ء کو مقالات قرآن

کانفرنس میں حکیم محمود احمد صاحب نے مرزا بشیر الدین محمود احمد اور مولوی محمد علی لاہوری کے تراجم قرآن پر ایک تحقیقی و تنقیدی مقالہ پیش کیا۔ اسی طرح جماعت احرار کے مولانا مغیرہ صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی کے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق غلط عقائد کا جواب دیا ہے۔ سید حسین عارف نقوی صاحب نے اپنے مضمون ''قرآنیات پر پاکستانی اقلیتوں کا کام'' میں جماعت احمدیہ کی تفاسیر کے نام مع مفسر بیان کئے ہیں۔ لیکن ان پر کسی قسم کا کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

یہ تمام کام تحقیقی لحاظ سے قادیانیوں کی تمام تفاسیر کا احاطہ نہیں کرتا۔ جس کی وجہ سے کسی کو یہ علم نہیں کہ قادیانیوں کی طرف سے قرآنیات پر کتنا کام ہو چکا ہے یا کس انداز میں ہو رہا ہے۔ قادیانیوں کے اس تفسیری مدرسہ کے اصول تفسیر کیا ہیں۔ سلف صالحین رحمہم اللہ کے کن اصولوں سے انحراف کر کے قادیانیوں کی طرف سے تفاسیر لکھی گئی ہیں۔ ان تمام باتوں کو اس کتاب کے اندر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ تاکہ قادیانیوں کی طرف سے قرآنیات پر مختلف انداز میں کئے گئے کام کی تفصیل سامنے آسکے اور عوام الناس کو قادیانیوں کے قرآنی نظریات سے بھی آگاہی ہو سکے۔

کتاب میں مصادر و مراجع کے ساتھ ساتھ ممتاز سکالر سے رابطہ کر کے ان کی قیمتی آراء سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

اس موضوع پر تحقیق کے لئے دونوں قادیانی جماعت کی اہم شخصیات سے انٹرویوز، جماعت احمدیہ، چناب نگر کی ''خلافت لائبریری'' اور جماعت احمدیہ، لاہور کی ''صالح ظہور احمد میموریل لائبریری'' کے ذریعے مواد کو اکٹھا کیا گیا ہے۔ قادیانی جماعت کے علاوہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، جماعت احرار، پاکستان کی مشہور لائبریری اور انٹرنیٹ سے اس عنوان کے مواد کے لئے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔

باب اوّل

تعارف قادیانیت

جنوبی ایشیاء میں مسلمان حکمرانوں کا دورانیہ (۷۱۲ء تا ۱۸۵۷ء) کا ہے۔ اگر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ جنوبی ایشیاء کی مسلم تاریخ اداروں سے زیادہ شخصیات کے گرد گھومتی ہے۔ اسی طرح ظہیرالدین محمد بابر (۱۴۸۳ء تا ۱۵۳۰ء) کی شخصیت ہے جو مغلیہ سلطنت کا بانی بنا۔ یہ سلطنت ہر آنے والے حکمران سے استحکام پذیر ہوتی رہی۔ اورنگزیب عالمگیر (۱۶۵۸ء تا ۱۷۰۷ء) کے زمانہ میں اپنے بام عروج پر پہنچی۔ بعد ازاں سلطنت مغلیہ بڑی تیزی کے ساتھ زوال کی طرف بڑھنے لگی۔ مرکزی سلطنت کی گرفت کمزور پڑنے لگی۔ مختلف مقامات پر صوبیداروں نے علیحدگی کے جھنڈے بلند کیے۔ مرہٹوں اور روہیلوں نے شورش کی۔ پنجاب پر سکھوں نے قبضہ جمالیا۔ ادھر بنگال، بہار، اڑیسہ اور بنارس ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضہ میں آیا۔ اس نے حکمرانوں سے سند حکمرانی حاصل کر لی اور پھر یہ سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا۔ اس کے بعد اس خطے کے مسلمانوں کے حالات خطرناک ہوگئے۔ ہندوستان کے آخری حکمران بہادر شاہ ظفر (۱۷۷۵ء تا ۱۸۶۲ء) کے دور حکومت میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا آغاز ہوا۔ جذبہ جہاد سے سرشار مسلم قوم نے اپنی بقاء کے جنگ لڑی۔ لیکن انگریزوں کے سامنے نہ ٹھہر سکی۔ ۱۵۲۶ء میں قائم ہونے والی مغلیہ سلطنت ۱۸۵۷ء کو اختتام پذیر ہوئی۔ انگریزوں نے اپنی سلطنت کو مستحکم کرنے کے لئے نئی تہذیب و ثقافت کی توسیع و اشاعت کا کام شروع کر دیا تھا۔ تو دوسری طرف ملک کے اطراف میں پھیلے ہوئے عیسائی پادری مسیحیت کی دعوت و تبلیغ میں خاصی سرگرمی دکھا رہے تھے۔ وہ عقائد میں تزلزل پیدا کر دینے اور عقیدہ اور شریعت اسلامی کے ماخذوں اور سرچشموں کے بارے میں متشکک اور بدگمان بنا دینے کو اپنی بڑی کامیابی سمجھتے تھے۔

ان حالات میں اسلامی فرقوں کا آپس میں اختلاف بہت زیادہ شدت اختیار کر گیا تھا۔ ہر فرقہ دوسری فرقے کی تردید میں ہر وقت سرگرم رہتا تھا۔ معاشرے

میں مذہبی مناظروں اور مجادلوں کا بازار انتہائی گرم رہتا تھا۔ سارے ہندوستان میں ایک مذہبی خانہ جنگی برپا تھی۔ اس صورت حال نے بھی مسلمانوں کے ذہنوں میں انتشار اور تعلقات میں کشیدگی پیدا کردی تھی۔

ان حالات میں ہندوستان کی تاریخ میں ایسے خام صوفیاء کا بھی وجود ملتا ہے کہ جنہوں نے اپنے شطحیات (وہ کلمات و ملفوظات جو صوفیاء سے غلبہ حال اور سکر میں صادر ہوتے ہیں) والہامات کی بڑے پیمانے پر اشاعت کی تھی۔ یہ لوگ مختلف قسم کے الہامات کا دعویٰ اور عجیب و غریب خوارق اور بشارتوں کی روایات اس انداز میں پیش کرتے تھے کہ لوگ بھی ان کی ان باتوں سے بہت زیادہ متاثر ہو جاتے تھے۔

ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حکومت برطانیہ نے اپنی سلطنت کو مضبوط کرنے کے لئے مسلمانوں کے عقائد کو بگاڑنے اور مسلمانوں میں حکومت برطانیہ کے لئے نفرت کی آگ کو ختم کرنے کے لئے ایک ایسے شخص کی تلاش شروع کردی کہ جس کے پیروکار ہر لحاظ سے حکومت برطانیہ کے وفادار ہوں۔

چنانچہ انیسویں صدی کے اختتام پر حکومت برطانیہ کو مرزا غلام احمد قادیانی جیسا ایک وفادار شخص مل گیا۔ جس کا پورا خاندان حکومت برطانیہ کی وفاداری پر ہر وقت مرمٹنے کو تیار رہتا تھا۔ حکومت برطانیہ سے ان وفاداریوں کا اقرار جماعت احمدیہ کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتابوں میں برملا طور پر کیا ہے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد اپنے خاندان کی حکومت برطانیہ کے لئے کی گئی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"میرا والد مرزا غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیرخواہ آدمی تھا۔ جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن صاحب کی تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکارِ انگریزی کو مدد دی تھی۔ یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکارِ انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔"(۱)

ایک اور موقع پر مرزا غلام احمد لکھتا ہے کہ:

"الم یفکر انا ذریۃ آباء انفذوا اعمارھم فی خدمات ھذہ الدولۃ"(۲)

''کیا گورنمنٹ اتنا غور نہیں کرتی کہ ہم انہی بزرگوں کی اولاد ہیں جنہوں نے اپنی عمریں حکومت برطانیہ کی خدمت میں صرف کر دیں۔''

مرزا غلام احمد حکومت برطانیہ کے لئے اپنے بھائی کی وفاداری کے متعلق لکھتا ہے کہ:

''میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی مرزا غلام قادر خدمات سرکاری میں مصروف رہا اور جب تموں کے گزر پر مفسدوں کا سرکارِ انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا۔''(۳)

مرزا غلام احمد حکومت برطانیہ سے اپنی وفاداری کے متعلق لکھتا ہے کہ:

''پھر میں اپنے والد اور بھائی کی وفات کے بعد ایک گوشہ نشین آدمی تھا۔ تاہم سترہ برس سے سرکارِ انگریزی کی امداد اور تائید میں اپنی قلم سے کام لیتا رہا۔ اس سترہ برس کی مدت میں جس قدر میں نے کتابیں تالیف کیں۔ ان سب میں سرکارِ انگریزی کی کتاب اور ہمدردی کے لئے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہایت مؤثر تقریریں لکھیں۔''(۴)

دوسری جگہ پر لکھتا ہے کہ:

''اس تمام تقریر سے جس کے ساتھ میں نے اپنی سترہ سالہ مسلسل تقریروں سے ثابت کیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ میں سرکارِ انگریزی کا خیر خواہ ہوں اور میں ایک شخص امن دوست ہوں اور اطاعت گورنمنٹ اور ہمدردی بندگانِ خدا کی میرا اصول ہے اور یہ وہی اصول ہے جو میرے مریدوں کی شرائط بیعت میں داخل ہے۔''(۵)

مزید لکھتا ہے کہ:

''پھر میں پوچھتا ہوں کہ جو کچھ میں نے سرکارِ انگریزی کی امداد اور حفظ امن اور جہادی خیالات کے روکنے کے لئے برابر سترہ سال تک پورے جوش سے، پوری استقامت سے کام لیا۔ کیا اس کام کی اور اس خدمت نمایاں کی اور اس مدت دراز کی دوسرے مسلمانوں میں جو میرے مخالف ہیں کوئی نظیر ہے؟۔''(۶)

ایک اور مقام پر لکھتا ہے کہ:

''میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں، نہ مدینہ میں، نہ روم

میں، نہ شام میں، نہ ایران میں، نہ کابل میں، مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دعا کرتا ہوں۔" (۷)

ایک اور موقع پر لکھتا ہے کہ:

"گورنمنٹ برطانیہ کے ہم پر بڑے احسان ہیں اور ہم بڑے آرام اور اطمینان سے زندگی بسر کرتے اور مقاصد کو پورا کرتے ہیں...... اور اردگرد دوسرے ممالک میں تبلیغ کے لئے جائیں تو وہاں بھی برٹش گورنمنٹ ہماری مدد کرتی ہے۔" (۸)

مرزا غلام احمد جماعت احمدیہ کے متعلق لکھتا ہے کہ:

"اس پاک جماعت (فرقۂ احمدیہ) کے وجود سے گورنمنٹ برطانیہ کے لئے انواع واقسام کے فوائد مقصود ہوں گے۔" (۹)

ایک موقع پر لکھتا ہے کہ:

"خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے میری اور میری جماعت کی پناہ اس سلطنت کو بنا دیا ہے۔ یہ امن جو اس سلطنت کے زیر سایہ ہمیں حاصل ہے۔ نہ یہ امن مکہ مکرمہ میں مل سکتا ہے۔ نہ مدینہ میں۔" (۱۰)

مرزا غلام احمد اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"اس لئے میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے ان کے مطیع رہیں۔" (۱۱)

مرزا غلام احمد اور اس کی جماعت کا ترک خلافت کے خلاف عداوت کا قصہ کسی سے چھپا ہوا نہیں۔ مرزا غلام احمد نے انگریز حکومت کی خوشنودی کے لئے خلافت عثمانیہ کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ چنانچہ ۱۸۹۷ء میں جب ترک کونسل کراچی سے لاہور آیا تو لاہور کے قادیانی جماعت نے ترک کونسل کو ملاقات کی دعوت دی۔ مسلمان ذرا مطمئن ہوئے کہ شاید مرزا غلام احمد کی طرف سے ترک مخالفت میں کچھ کمی آ جائے گی۔ لیکن ملاقات میں قادیانوں کی طرف سے انگریز آقاؤں کی حمایت اور ترکوں کی مخالفت کا اعادہ کیا گیا۔ جس پر ترک کونسل ناراض ہو کر واپس چلے گئے۔ چنانچہ لاہور کے ایک اخبار ناظم الہند نے ترک کونسل کے ساتھ رابطہ قائم کر کے اس ملاقات کے بارے میں جب استفسار کیا تو انہوں نے صاف الفاظ میں مرزا غلام احمد کی مذمت کی

اور کہا کہ یہ شخص فریب کاری کا مجسمہ ہے۔ جس کی رگ رگ میں اسلام کی مخالفت اور دشمنی کا جذبہ موجزن ہے۔ اس سے زیادہ کچھ کہنا فضول ہے۔ جب ترک کونسل کا یہ خط اخبار میں چھپا تو اس کے فوراً بعد مرزا غلام احمد نے ایک اشتہار کے ذریعے اپنے خیالات کا یوں اظہار کیا:

''میرے نزدیک واجب التعظیم اور واجب الاطاعت اور شکر گزاری کے لائق گورنمنٹ انگریز ہے۔ جس کی زیر سایہ امن سے یہ آسمانی کاروائی کر رہا ہوں۔ ترکی سلطنت آج کل تاریکی سے بھری ہوئی ہے اور شامت اعمال بھگت رہی ہے۔ یہ ہرگز ممکن نہیں کہ اس کے زیر سایہ رہ کر ہم کسی راستے کو پھیلا سکیں۔ میں نے صاف کہہ دیا ہے کہ سلطان کی سلطنت کی حالت ٹھیک نہیں اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ اس کا انجام اچھا نہیں۔ یہی وہ باتیں تھیں جو سفیر مذکور کو اپنی بدقسمتی سے بری معلوم ہوئیں۔'' (۱۲)

مرزا غلام احمد کے اس اشتہار کے بعد برصغیر کے مسلمانوں میں مرزا غلام احمد کے خلاف ایک نفرت سی پیدا ہو گئی تھی۔ مرزا غلام احمد نے خلافت عثمانیہ سے اپنی یہ نفرت آخری عمر تک رکھی۔ چنانچہ ایک سال قبل ۱۹۰۷ء میں مرزا غلام احمد نے اپنی قوم کے لئے ایک نصیحت نامہ شائع کیا۔ اس اشتہار سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ جماعت اپنے آقاؤں (یہود و نصاریٰ) کو خوش کرنے کے لئے اسلام اور اہل اسلام سے کس حد تک نفرت کرتے تھے۔

''چونکہ میں دیکھتا ہوں ان دنوں جاہل اور شریر لوگ اکثر ہندوؤں میں سے اور مسلمانوں میں سے گورنمنٹ کے مقابل ایسی ایسی حرکتیں ظاہر کرتے ہیں جن سے بغاوت کی بو آتی ہے۔ بلکہ مجھے شک ہوتا ہے کہ کسی وقت باغیانہ رنگ ان کی طبائع میں پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے میں اپنی جماعت کے لوگوں کو جو مختلف مقامات پنجاب اور ہندوستان میں موجود ہیں اور بفضل تعالیٰ کئی لاکھ تک ان کا شمار پہنچ چکا ہے۔ نہایت تاکید سے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ میری تعلیم کو یاد رکھیں۔ جو تقریباً ۲۶ برس تقریری اور تحریری طور پر ان کے ذہن نشین کرتا آیا ہوں۔ یہ کہ اس گورنمنٹ انگریز کی پوری پوری اطاعت کریں۔ کیونکہ وہ ہماری محسن حکومت ہے۔ ان کی ہی حمایت میں ہمارا فرقہ احمدیہ چند سال میں لاکھوں تک پہنچ گیا ہے۔ اس گورنمنٹ کا احسان ہے کہ اس کے زیر

سایہ ہم ظالموں کے پنجے سے محفوظ ہیں۔ خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت ہے کہ اس نے اس گورنمنٹ کو اس بات کے لئے چن لیا۔ تا کہ یہ فرقہ احمدیہ اس کے زیر سایہ ہو کر ظالموں کے حملوں سے اپنے تئیں بچا دے اور ترقی کرے۔ کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ تم سلطانِ روم کی عملداری میں رہ کر یا مکہ اور مدینہ میں اپنا گھر بنا کر شریر لوگوں کے حملوں سے بچے رہو۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ ایک ہفتے میں ہی تم تلوار کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جاؤ گے۔ تم سن چکے ہو کہ کس طرح عبداللطیف جو ریاست کابل کے ایک معزز، بزرگ اور نامور رئیس تھے۔ جن کے مرید پچاس ہزار تھے۔ جب وہ میری جماعت میں داخل ہوئے تو محض اس مقصد سے کہ میری تعلیم کے موافق جہاد کے مخالف ہو گئے تھے۔ امیر حبیب اللہ خان نے نہایت بے رحمی سے ان کو سنگسار کرا دیا۔ پس کیا تمہیں کچھ توقع ہے کہ تمہیں اسلامی سلاطین کے ماتحت کوئی خوشحالی میسر آئے گی۔ بلکہ تمام اسلامی اور مخالفت علماء کے فتوؤں کی رو سے واجب القتل ٹھہر چکے ہو۔

یہ تو سوچو کہ اگر تم اس گورنمنٹ کے سائے سے باہر نکل جاؤ، تمہارا ٹھکانا کہا ہے۔ ایسی سلطنت کا بھلا نام تو لو جو تمہیں اپنی پناہ میں لے لے گی۔ ہر ایک اسلامی سلطنت تمہارے قتل کے لئے دانت پیس رہی ہے۔ کیونکہ ان کی نگاہ میں تم کافر اور مرتد ٹھہر چکے ہو۔ سو تم اس خداداد نعمت کی قدر کرو اور تم یقیناً سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ نے سلطنت انگریزی تمہاری بھلائی کے لئے ہی اس ملک میں قائم کی ہے۔ اگر اس سلطنت پر کوئی آفت آئے تو وہ تمہیں نابود کر دے گی۔ یہ مسلمان لوگ جو اس فرقہ احمدیہ کے مخالف ہیں۔ تم ان کے علماؤں کے فتوے سن چکے ہو۔ یعنی تم ان کے نزدیک واجب القتل ہو اور ان کی آنکھ میں ایک کتا بھی رحم کے لائق ہے۔ مگر تم نہیں ہو۔ تمام پنجاب اور ہندوستان کے فتوے بلکہ تمام مملکت اسلامیہ کے فتوے تمہاری نسبت ہیں کہ تم واجب القتل ہو۔ تمہیں قتل کرنا اور تمہارا مال لوٹ لینا اور تمہاری بیویوں پر جبر کر کے نکاح میں لے لینا اور تمہاری میت کی توہین کرنا، مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دینا، نہ صرف جائز ہے۔ بلکہ بڑے ثواب کا کام ہے۔ سو یہی انگریز جن کو لوگ کافر کہتے ہیں جو تمہیں ان خونخوار دشمنوں سے بچاتے ہیں اور ان کی تلوار کی خوف سے تم قتل کئے جانے سے بچے ہوئے ہو۔ ذرا اور کسی سلطنت کے زیر سایہ رہ کر دیکھ لو۔ تم سے کیسا

سلوک کیا جاتا ہے۔ سو انگریزی حکومت تمہارے لئے ایک رحمت ہے۔ تمہارے لئے ایک برکت ہے۔ اور خدا کی طرف سے ایک سپر ہے۔ تم اس سپر کی قدر کرو۔'' (۱۳)

حکومت برطانیہ کے متعلق مرزا البشیر الدین محمود احمد کہتا ہے کہ:

''جب تک جماعت احمدیہ نظامِ حکومت سنبھالنے کے قابل نہیں ہوتی اس وقت تک ضروری ہے کہ اس دیوار (انگریزی حکومت) کو (اپنی حمایت ونصرت سے) قائم رکھا جائے۔'' (۱۴)

ان حوالہ جات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مرزا غلام احمد اور اس کا خاندان حکومت برطانیہ کے لئے کیسا خیر خواہ تھا۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس خیر خواہی کا ثبوت دیتے ہوئے حکومت برطانیہ کے لئے مسلمانوں میں ایک خطرناک فتنہ کی ابتداء کی۔ مرزا غلام احمد اور اس کی جماعت کی سرپرستی خود حکومت برطانیہ نے کی اور اب تک کرتی چلی آ رہی ہے۔ مزید اس بات کا ثبوت ہمیں جماعت احمدیہ کے پس منظر سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

انگلستان کی حکومت نے ہندوستان میں ۱۸۶۹ء کے شروع میں برٹش پارلیمنٹ کے ممبروں بعض انگلستانی اخبارات کے ایڈیٹروں اور چرچ آف انگلینڈ کے نمائندوں پر مشتمل ایک وفد ہندوستان بھیجا۔ وفد کا مقصد یہ تھا کہ وہ پتا چلائے کہ ہندوستانی عوام میں وفاداری کیسے پیدا کی جا سکتی ہے اور مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو سلب کر کے انہیں کس طرح رام کیا جا سکتا ہے۔ (۱۵)

چنانچہ ڈبلیو۔ ڈبلیو ہنٹر نے اس سروے کے بعد ایک رپورٹ تیار کی۔ اس رپورٹ میں لکھتا ہے کہ:

''جہاد ہی کا وہ نظریہ ہے جو ان کے شدید جوش، تعصب، تشدد اور قربانی کی خواہش کی بنیاد ہے۔ اس قسم کا عقیدہ انہیں ہمیشہ حکومت کے خلاف متحد کر سکتا ہے۔'' (۱۶)

برطانوی کمیشن اور مشنریوں کی رپورٹ

۱۸۷۰ء میں لندن کے اندر مسلمانوں کی طرف سے ان خطرات سے نمٹنے

کے لئے ایک کانفرنس بلائی گئی جس میں ہندوستان کے نمائندوں مشنریوں کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی اور اسی طرح اس وفد کو بھی شامل کیا گیا جسے حکومت برطانیہ نے ۱۸۶۹ء میں ہندوستان بھیجا تھا۔ اس کانفرنس میں دو رپورٹیں پیش کی گئی۔ جن کو یکجا کر کے ہندوستان میں ''برطانوی سلطنت کا ورود'' کے نام سے شائع کر دیا گیا۔ جس میں انگریز نے اپنی سامراجی ضروریات کی تکمیل کے لئے ایک ایسی مذہبی نبوت کی ضرورت بیان کی ہے جو مسلمانوں میں سے اٹھ کر ایسا دعویٰ کر دے اور ان کی ہدایات پر کام کرے۔ اس رپورٹ کا اقتباس کچھ یوں ہے کہ:

(ترجمہ) ''ملک (ہندوستان) کی آبادی کی اکثریت اندھا دھند اپنے پیروں یعنی روحانی رہنماؤں کی پیروی کرتی ہے۔ اگر اس مرحلہ پر ہم ایک ایسا آدمی تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں جو اس بات کے لئے تیار ہو کہ اپنی ظلی نبی (نبی کے حواری) ہونے کا اعلان کر دے۔ تو لوگوں کی بڑی تعداد اس کے گرد جمع ہو جائے گی۔ لیکن اس مقصد کے لئے مسلمان عوام سے کسی شخص کو ترغیب دینا بہت مشکل ہے۔ اگر یہ مسئلہ حل ہو جائے تو ایسے شخص کی نبوت کو سرکاری سرپرستی میں پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔ ہم نے پہلے بھی غداروں کی مدد حاصل کر کے ہندوستانی حکومت کو محکوم بنایا۔ لیکن وہ مختلف مرحلہ تھا۔ اس وقت فوجی نقطہ نظر سے غداروں کی ضرورت تھی۔ لیکن اب جبکہ ہم نے ملک کے کونے کونے پر اقتدار جمالیا ہے اور ہر طرف امن اور آرڈر ہے ہمیں ایسے اقدامات کرنے چاہئیں جن سے ملک میں داخلی بے چینی ہو سکے۔'' (۱۷)

اس رپورٹ کے بعد حکومت برطانیہ کو ایک ایسے شخص کی تلاش تھی کہ جو حکومت برطانیہ سے پوری وفاداری کا ثبوت پیش کرے۔ چنانچہ حکومت برطانیہ کو ہندوستان کے علاقے قادیان میں مرزا غلام احمد قادیانی سے بہتر کوئی اور خاندان نہیں ملا۔ اس خاندان اور مرزا غلام احمد کی حکومت برطانیہ سے وفاداری کا ثبوت خود مرزا غلام احمد نے اپنی تحریروں میں کثرت سے کیا ہے۔ بانی جماعت احمدیہ نے اپنی مشہور کتاب براہین احمدیہ میں بھی حکومت برطانیہ سے اپنے خاندان اور اپنی وفاداری اور جماعت احمدیہ کی ہمدردیوں پر خوب لکھا ہے اور حکومت برطانیہ سے اپنے وفادار اور خیر خواہ ہونے کی خوب یقین دہانی کرائی گئی ہے۔

اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی جب سیالکوٹ میں کچہری میں ملازمت کرتے تھے تو اس دوران پادری ہٹلر ایم اے (جو برطانیہ انٹیلی جنس کا ایک اہم رکن تھا اور مبلغ کے روپ میں کام کر رہا تھا) کی مرزا غلام احمد سے اکثر ملاقات کرنا اور اس کی لندن واپسی سے پہلے خود پادری کا کچہری جا کر مرزا غلام احمد سے خفیہ ملاقات کر کے واپس جانا اور اس کے فوراً بعد مرزا غلام احمد کا ملازمت چھوڑ کر قادیان چلے جانا اور قادیان جا کر روپوش ہونے کے بعد اچانک ظاہر ہو کر مختلف دعوے کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ مرزا غلام احمد کو بہت بڑی پلاننگ کے تحت لایا گیا ہے۔

اس کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کے خطرناک دعوے کو بیان کرتے ہیں۔ لیکن ان دعووں سے پہلے عقیدۂ ختم نبوت، عقیدہ حیاتِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور عقیدۂ ظہورِ مہدی کے متعلق مسلمانوں کے عقائد کو مختصر انداز میں بیان کرتے ہیں۔ تاکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے خطرناک دعوے کی حقیقت سامنے آجائے۔

نبی اور عام انسان میں فرق

اب ہم سب سے پہلے قرآن پاک کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ ایک عام انسان میں اور نبی میں کیا فرق ہوتا ہے۔اس فرق کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے:

آیت نمبر:۱

''رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ''(۱۸)

''وہی ہے اونچے درجوں والا مالک عرش کا اتارتا ہے بھید کی بات اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں تاکہ وہ ڈرائے ملاقات کے دن سے۔''

اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔یہ روح خاص روح ہے۔یہ تمام بندوں کو نہیں عطا ہوتی۔جیسا کہ علامہ شبیر احمد عثانی صاحب نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

''بھید کی بات سے وحی مراد ہے جو اول انبیاء علیہم السلام پر اترتی ہے اور ان کے ذریعے سے دوسرے بندوں کو پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ اسی طرح پہنچتی رہے گی۔''(۱۹)

معلوم ہوا کہ اس روح کی وجہ سے بھی نبی عام انسانوں سے ممتاز ہوتا ہے اور وحی الٰہی کا متحمل ہوسکتا ہے۔ جبکہ عام آدمی پر ایک آیت نازل ہو تو پھڑک کر مر جائے۔

آیت نمبر: ۳

”وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ“ (۲۰)

”اللہ کا یہ قاعدہ نہیں ہے کہ تم کو براہ راست غیب کا علم دے۔ بلکہ وہ اس کام کے لئے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ پس ایمان لاؤ اللہ پر اس کے رسولوں پر۔“

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ (م ۱۳۷۳ھ) سیرۃ النبی ﷺ میں لکھتے ہیں:

”جس طرح انسان کو حیوان پر نفس ناطقہ کی بناء پر فضیلت حاصل ہے کہ یہ عقلی اور دماغی خصوصیات حیوان میں نہیں پائی جاتیں جن کے بل پر انسان حیوان پر حکمرانی کرتا ہے اور اس کا مالک بنا ہوا ہے اور اس کو اپنے کام میں لگائے ہوئے ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو اپنے نفوس قدسیہ کی بناء پر تمام انسانوں پر برتری حاصل ہے۔ وہ اپنے ان قدسی نفوس و پیغمبرانہ قوت سے دوسروں کو راہ راست سمجھاتے ہیں اور خود راہ راست پر قائم رہتے ہیں۔ ان کی پیغمبرانہ عقل و فہم تمام انسانی عقلوں سے بالاتر ہوتی ہے اور ان کو وہ ربانی خصوصیات حاصل ہوتی ہیں جس کی بناء پر وہ تمام انسانی نفوس کی تدبیر کا فرض انجام دیتے ہیں اور ان پر قابو پاتے ہیں اور ان کو کام میں لگاتے ہیں۔ جس طرح انسانوں کے عجیب و غریب کام حیوانوں کو حیرت انگیز معلوم ہوتے ہیں۔ اسی طرح پیغمبروں کے عجیب و غریب کام انسانوں کو معجزہ نظر آتے ہیں۔ اگرچہ نبی عام انسانوں کے ساتھ بشریت اور انسانیت میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔ مگر عقلیت میں وہ ان سے بالکل الگ ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں وحی کے قبول کرنے کی جو صلاحیت ہوتی ہے۔ وہ دوسرے انسانوں میں نہیں ہوتی۔“ (۲۱)

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب (م ۱۹۷۹ء) لکھتے ہیں:

”اس آیت میں نبی اور عام انسانوں میں فرق ظاہر کیا گیا ہے اور بتایا گیا

ہے کہ نبی پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے۔ اللہ کا قاعدہ ہے کہ اپنے غیب کا علم ہر انسان پر فرداً فرداً ظاہر نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے بندوں میں سے کسی خاص بندے پر ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے عام انسانوں پر لازم ہے کہ وہ اس بندے پر ایمان لائیں۔" (۲۲)

امیر علی خان صاحب لکھتے ہیں:

"نبی اور رسول انسان ہو کر بھی انسانوں سے ماوراء ہوتے ہیں۔ انہیں جو خصوصیات عام انسانوں سے ممیز کرتی ہیں۔ ان میں سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ ان سے ہم کلام ہوتا ہے۔" (۲۳)

نبی اور رسول کا معنی اور مفہوم

نبی کا معنی

المعجم الوسیط میں ہے:

"(النبوئة) سفارة بين الله عزوجل و بين ذوى العقول لا زاحة عللها والاخبار عن الشئى قبل وقته حزرا و تخمينا" (۲۴)

"نبوت کا معنی ہے اللہ تعالیٰ اور انسانوں کے درمیان ایسا رابطہ جو شکوک وشبہات کو دور کرے اور وقت سے پہلے تخمینے سے دی گئی باتوں کی خبر دے۔"

قاموس المحیط میں ہے:

"النباؤة ما ارتفع من الارض كالنبوة والنبى وبا لكسر النبوة" (۲۵)

"النباؤۃ کا معنی ہے زمین سے کسی چیز کا بلند ہونا۔ جیسے نبوت اور نبی کے معنی میں اور کسر کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں یہ لفظ نبوت کے معنی میں ہوگا۔"

تاج العروس میں ہے:

"نبی اگر ہمزہ کے ساتھ ہو تو اس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینے والا۔ اس میں ہمزہ بعض اوقات پڑھا جاتا ہے اور بعض اوقات نہیں پڑھا جاتا۔ فراء کا کہنا ہے کہ نبی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دے۔" (۲۶)

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۰۲ھ) لکھتے ہیں:

"النباء خبر ذو فائدة عظيمة يحصل به علم او غلبة ظن ولا يقال للخبر في الاصل نبنا حتي يتضمن هذه الاشياء الثلاثة "(۲۷)

اکثر کے نزدیک نبی کا لفظ مشتق ہے "نبا" سے جس کا معنی ہے "خبر" لیکن لغت عرب میں ہر خبر "نبا" نہیں کہلاتی بلکہ "نبا" اس خبر کو کہتے ہیں کہ جس میں تین چیزیں ہوں۔

۱...... خبر فائدے کی ہو۔

۲...... فائدہ بھی عظیم الشان ہو۔

۳...... اس خبر سے سننے والے کو اطمینان قلب اور یقین کامل حاصل ہو۔

بس جس میں یہ تین چیزیں پائی جائیں اس کو لغت عرب میں "نبا" کہتے ہیں۔

نبوت کا اصطلاحی مفہوم

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"نبوت اللہ اور اس کے اہل عقل بندوں کے درمیان سفارت کا نام ہے۔ تا کہ ان کے دنیوی و اخروی معاملات میں ان کی بیماریوں کا ازالہ کیا جا سکے اور نبی اس لئے بھی کہا جاتا ہے کہ وہ ایسی باتیں بتاتا ہے جن سے پاکیزہ عقلوں کو سکون اور طمانیت حاصل ہوتی ہے۔"(۲۸)

رسول

رسول عربی زبان کا لفظ ہے اس کا مادہ 'ر' 'س' 'ل' ہے اس کی جمع رسل ہے۔ اس کا مفہوم بھیجا ہوا، فرستادہ، تیر اندازی میں موافق۔(۲۹)

نبی اور رسول میں فرق

عبدالقاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۷ء) لکھتے ہیں:

"والفرق بينهما ان النبي من اتاه الوحي من الله عزوجل ونزل عليه الملك بالوحي. والرسول من هاتى بشرع على الابتداء او ينسخ بعض احكام شريعة قبله۔"(۳۰)

''ہر رسول نبی ہوتا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ ہر نبی بھی رسول ہو۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جسے اللہ کی طرف سے وحی آتی ہو اور فرشتے اس پر وحی لاتے ہوں۔ جبکہ رسول وہ ہوتا ہے جو نئی شریعت لائے یا سابقہ شریعت کے کچھ احکام منسوخ کرے رسول اور مرسل میں عموماً کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔''

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

''واذا كان لا نبی بعده ولا رسول بعده بطريق الاولىٰ والاحرى. لان مقام الرسالة اخص من مقام النبوة. فان كل رسول نبی ولا ينعكس''(۳۱)

''جب آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا تو رسول بطریق اولیٰ نہ ہوگا۔ کیونکہ مقام رسالت مقام نبوت سے اخص ہے۔ کیونکہ ہر رسول نبی ہوتا ہے اور ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔''

علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمہ اللہ (۱۲۱۷ھ۔۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

''والمراد بالنبی ماهو اعم من الرسول فيلزم من كونه ﷺ خاتم النّبيين كونه خاتم المرسلين'' (۳۲)

''لفظ نبی بہ نسبت رسول کے عام ہے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے سے لازم آتا ہے کہ آپ ﷺ خاتم المرسلین بھی ہوں۔''

اوصاف نبوت

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ (م ۱۳۹۴ھ) لکھتے ہیں:

''ایک نبی کے لئے عقل کامل ہونا، علم کامل ہونا، معصوم ہونا، صادق و امین ہونا، اعلیٰ حسب و نسب ہونا، اخلاق فاضلہ کا مجموعہ ہونا، زاہد و قانع ہونا، مرد ہونا عورت نہ ہونا، حفظ کامل ہونا اور عدم توریث ہونا لازم ہے۔''(۳۳)

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''نبوت و رسالت کے کچھ اوصاف ایسے بھی ہیں جو تمام انبیائے کرام علیہم السلام میں پائے جاتے ہیں اور وہ اوصاف درج ذیل ہیں:

۱...... اس کا تعلق پر اسرار عالم غیب سے ہو۔ وہ غیب کی آوازیں سنتا ہو۔ غیب کی چیزیں دیکھتا ہو۔ غیب سے علم پاتا ہو۔ روح القدس اس کا ہمسفر وہمنوا ہو۔

۲...... اللہ تعالیٰ نے اس کو تمام بندوں میں سے اس لئے چنا ہو کہ وہ اس بلند منصب پر سرفراز ہو۔

۳...... اس سے خدا کے حکم سے عجیب وغریب اور حیرت انگیز تصرفات صادر ہوں جس سے اس کا مقبول بارگاہ ہونا ثابت ہو۔

۴...... فضائل اخلاق کے پھولوں سے اس کا دامن بھرا ہو اور ہر قسم کے گناہ سے پاک وصاف ہو کہ گندے ہاتھوں سے میلے کپڑے پاک وصاف نہیں ہو سکتے۔

۵...... وہ لوگوں کو خدا اور عالم غیب پر یقین کی دعوت اور فضائل واخلاق کی تعلیم دے روز الست کا بھولا ہوا عہد ان کو یاد دلائے۔

۶...... نہ صرف تعلیم بلکہ اس میں یہ قوت ہو کہ وہ شریروں کو نیک اور گمراہوں کو راست رو بنا دے اور جو خدا سے بھاگتے ہوں۔ ان کو پھیر کر پھر اس کے آستانہ پر لے آئے۔

۷...... اپنے سے پہلے خدا کی طرف سے آئے ہوئے صحیح اصول کو انسانی تصرفات سے پاک وصاف کر کے پیش کرے۔

۸...... اس کی اس دعوت، جدوجہد اور تعلیم وتلقین سے مقصود کوئی دنیاوی معاوضہ، شہرت، جاہ طلبی، دولت مندی، پیام سلطنت وغیرہ نہ ہو بلکہ صرف خدا کے حکم کی بجا آوری اور خلق خدا کی ہدایت ہو۔" (۳۴)

مزید لکھتے ہیں:

"تمام دنیا کی قوتیں اس کی قوت کے سامنے بالآخر طوعاً وکرہاً سرنگوں ہو جاتی ہیں۔ بایں ہمہ وہ مغرور، جابر، جفاکش، بدخو اور بدمزاج نہیں ہوتا۔ وہ پیغمبری اور رسالت کے بار عظیم کو اٹھاتا ہے اور اس کا پورا حق ادا کرتا ہے اور تمام عالم میں اپنی رحمت کا فیض جاری کرتا ہے۔" (۳۵)

مقاصد نبوت

دنیوی زندگی میں اگر کسی کو حکومت وقت نے اعلیٰ عہدے پر فائز کر رکھا ہے تو اس کی ذمہ داریاں بھی اسی طریقہ سے اہم ہوتی ہیں۔ اس کے لئے معمولی سی لغزش بھاری قومی نقصان کا باعث بن سکتی ہے۔ اس لئے اس کو بڑے محتاط طریقے سے اپنے فرائض انجام دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح نبوت کا عظیم منصب چونکہ ایک روحانی نقطہ نگاہ سے اعلیٰ اور افضل مرتبہ ہے۔ اس لئے اس کے مقاصد بھی بڑے اہم اور بھاری ہوں گے۔ چنانچہ قرآن پاک مقاصد انبیاء پر یوں روشنی ڈالتا ہے:

''هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ یَتْلُوْ عَلَیْهِمْ آیَاتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ''(۳۶)

''وہی اللہ جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اللہ کی آیتیں پڑھ کر ان کو سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔''

مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ (م ۱۳۹۶ھ) معارف القرآن میں لکھتے ہیں :

''اس آیت مبارکہ میں بعثت نبوی کے تین مقاصد بیان کئے گئے ہیں:

۱...... تلاوت آیات قرآن یعنی قرآن پڑھ کر امت کو سنانا۔

۲...... ان کو ظاہری اور باطنی ہر طرح کی گندگی اور نجاست سے پاک کرنا جس میں بدن اور لباس وغیرہ کی ظاہری پاکی بھی داخل ہے اور عقائد واعمال اور اخلاق وعادات کی پاکیزگی بھی۔

۳...... تعلیم کتاب سے مراد قرآن کریم اور حکمت سے مراد وہ تعلیمات وہدایات ہیں۔ جو رسول اللہ ﷺ سے قولاً یا عملاً ثابت ہیں۔''(۳۷)

سید فضل الرحمٰن صاحب احسن البیان فی تفسیر القرآن میں لکھتے ہیں:

اس آیت مبارکہ میں بعثت نبوی کے چار مقاصد بیان کئے گئے ہیں:

۱...... آیات کی تلاوت

۲...... تزکیہ نفس
۳...... تعلیم کتاب
۴...... تعلیم حکمت (۳۸)

خاتم النّبیین

خاتم النّبیین کی قرآنی تفسیر:

اب سب سے پہلے قرآن مجید کی رو سے اس کا مفہوم واضح کیا جانا چاہیے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ لفظ "ختم" کے مادہ کا قرآن مجید میں سات مقامات پر استعمال ہوا ہے۔

۱...... خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوبِهِمْ (۳۹)

"مہر کر دی اللہ نے ان کے دلوں پر"

۲...... وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوبِكُم (۴۰)

"مہر کر دی تمہارے دلوں پر"

۳...... اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِم (۴۱)

"آج ہم مہر لگا دیں گے ان کے منہ پر"

۴...... وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ (۴۲)

"مہر کر دی ان کے کان پر اور دل پر"

۵...... فَاِنْ يَشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ (۴۳)

"سو اگر اللہ چاہے مہر کر دے تیرے دل پر"

۶...... رَحِيقٍ مَّخْتُومٍ (۴۴)

"مہر لگی ہوئی خالص شراب"

۷...... خِتَامُهُ مِسْكٌ (۴۵)

"جس کی مہر جمتی ہے مشک پر"

ان ساتوں مقامات کے اول و آخر سیاق و سباق کو دیکھ لیں "ختم" کے مادہ کا لفظ جہاں کہیں بھی استعمال ہوا ہے۔ ان تمام مقامات پر قدر مشترک یہ ہے کہ کسی

چیز کو ایسے طور پر بند کرنا کہ باہر سے کوئی چیز اس میں داخل نہ ہو سکے اور اندر سے کوئی چیز اس سے باہر نہ نکالی جا سکے۔ وہاں پر "ختـــــم" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ بس خاتم النّبیین کا معنی یہ ہوا کہ رحمت دوعالم ﷺ کی آمد پر حق تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کے سلسلہ پر ایسے طور پر بندش کر دی، مہر لگا دی کہ اب کسی نبی کو اس سلسلہ سے نہ نکالا جا سکتا ہے اور نہ کسی نئے شخص کو سلسلہ نبوت میں داخل کیا جا سکتا ہے۔

خاتم النّبیین اور اصحاب لغت

۱......مفردات القرآن میں ہے:

" و خاتم النّبيين لانه ختم النبوة اى تممها بمجيئه "(۴۶)

"آنحضرت ﷺ کو خاتم النّبیین اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت کو ختم کر دیا۔ یعنی آپ ﷺ نے تشریف لا کر نبوت کو تمام فرما دیا۔"

۲......تاج العروس من جواہر القاموس میں ہے :

"وخاتم كل شئى وخاتمته: عاقبته و آخره"(۴۷)

"خاتم اور خاتمہ ہر چیز کے آخر اور انجام کو کہا جاتا ہے۔"

۳......صحاح جوہری میں ہے:

"والخاتَم والخاتِم بكسر التاء و فتحها والختيام والخاتام كله بمعنى والجمع الخواتيم و خاتمه الشئى آخره و محمد ﷺ خاتم الانبياء عليهم الصلاة والسلام"(۴۸)

"خاتم تا کی زبر اور زیر کے ساتھ اور ختیام اور خاتام سب کے ایک ہی معنی ہیں اور خواتیم جمع آتی ہے اور خاتمہ کے معنی آخر کے ہیں۔ اس معنی سے محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔"

ختم کی اقسام

لغت عرب میں لفظ خـــاتـم زیر اور زبر کے ساتھ پانچ معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

۱...... آخر قوم یہ ہمیشہ جماعت کی طرف مضاف ہوگا۔

۲...... انگشتری جیسے "خاتم ذھب خاتم ذھباً" اس کا مضاف الیہ ہمیشہ تمیز ہوگا۔ اگر اضافت نہ ہو تو من سے استعمال ہوگا" ولو خاتماً من حدید" اور اضافت لامیہ میں مفرد مفرد کی طرف اور جمع جمع کی طرف مضاف ہوگا" کخاتم زید و خاتیم قوم" ورنہ لام کا اظہار ضروری ہوگا۔

۳...... اسم آلہ ما یختم بہ وہ جس سے مہر لگائی جائے یعنی لوہے یا پیتل یا پتھر وغیرہ کی چیز جس پر نام وغیرہ کندہ کیے جاتے ہیں یعنی مہر۔

۴...... خاتم زیر کے ساتھ اسم فاعل کا صیغہ کسی چیز کو ختم کرنے والا۔

۵...... خاتم زبر کے ساتھ مہر کا نقش جو کاغذ وغیرہ پر اتر آتا ہے۔

پس آیت "خاتم النّبیین" میں دوسرے اور پانچویں معنی تو کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتے اور پہلے معنی ہر دو قرات پر صحیح اور درست ہیں۔ چوتھے معنی صرف خاتم بالکسر کے ساتھ مخصوص ہیں۔ تیسرے معنی حقیقت کے اعتبار سے مراد ہو ہی نہیں سکتے اور باجماع علمائے لغت جب تک حقیقی معنی درست ہو سکیں اس وقت تک مجاز کو اختیار کرنا باطل ہے۔ اگر مجازی معنی ہی لئے جائیں تو یہ معنی ہوں گے کہ حضور ﷺ انبیاء پر مہر ہیں۔ جس کا مطلب پہلے معنی کے علاوہ کچھ نہیں۔ کیونکہ عرب میں الختم یعنی مہر لگانے کے معنی کسی چیز کو بند کر دینا اور روک دینے کے ہیں۔ عام محاوروں میں کہا جاتا ہے فلاں شخص نے فلاں چیز پر مہر کر دی۔ (۴۹)

ختم نبوت کا مفہوم

ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ نہ صرف اللہ کے سچے نبی ہیں۔ بلکہ آپ ﷺ اس کے آخری نبی و رسول بھی ہیں۔ آپ ﷺ کے ہاتھوں دین کی تکمیل ہوگئی اور آپ ﷺ کی شریعت نے پہلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا اور اب قیامت تک آپ ﷺ کی لائی ہوئی ہدایات انسان کے لئے مشعل راہ ہوں گی اور کوئی دوسرا نبی پیدا نہیں ہوگا۔

پیر محمد کرم شاہ صاحب (۱۹۱۸ء تا ۱۹۹۸ء) لکھتے ہیں:

"حضور سرور عالم ﷺ سب سے آخری نبی ہیں۔ حضور ﷺ کی تشریف

آوری کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ حضور ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا اور جو شخص اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور جو اس کے دعویٰ کو سچا تسلیم کرتا ہے۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے اور اس سزا کا مستحق ہے جو اسلام نے مرتد کے لئے مقرر فرمائی ہے۔" (۵۰)

علامہ اقبال مرحوم (م ۱۹۳۸ء) ختم نبوت کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"اسلام میں ختم نبوت کا مفہوم بالکل سادہ ہے۔ یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد جنہوں نے اپنے پیروؤں کو ایک قابل عمل قانون دے کر آزاد کر دیا۔ جو انسانی ضمیر کی گہرائیوں سے ظہور پذیر ہو رہا ہے۔ کسی دوسری انسانی ہستی کے آگے روحانی اعتبار سے سر تسلیم خم نہ کیا جائے۔ دینیات کے نقطہ نگاہ سے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس عمرانی اور سیاسی نظام کو اسلام کہا جاتا ہے وہ کامل وابدی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی ایسا نظام ممکن ہی نہیں جس سے انکار و مستلزم کفر ہو۔ جو شخص بھی ایسے الہام کا دعویٰ کرے وہ اسلام سے غداری کا مرتکب ہوگا۔" (۵۱)

عقیدہ ختم نبوت جس پر دین اسلام کی عظیم الشان عمارت استوار ہے۔ اسلام کا قلب وجگر، روح و جان و مرکز ومحور یہی عقیدہ ہے۔ اس عقیدہ میں معمولی سی لچک یا نرمی انسان کو ایمان کی بلندی سے اٹھا کر کفر کی پستی میں پھینک دیتی ہے۔ چنانچہ انسانوں میں اس عقیدہ کا شعور پختگی پیدا کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی سب سے آخری کتاب قرآن کریم کی بے شمار تصریحات موجود ہیں۔ جس طرح یہ ثبوت کے اعتبار سے قطعی ہیں۔ اس طرح دلالت کے لحاظ سے بھی قطعی اور ہر شک وشبہ سے پاک ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی مسئلہ میں قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ بھی اگر قطعی الدلالت ہو تو مضمون کی قطعیت کے لئے کافی ہے۔ چہ جائیکہ قرآن کریم کی بے شمار آیات ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔ اسی طرح بے شمار ایسی احادیث مبارکہ موجود ہیں جن میں خود نبی آخر الزمان ﷺ نے اپنے خاتم النبیین ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔

چنانچہ علمائے کرام نے جب بھی مسئلہ ختم نبوت پر بات کی سب سے پہلے انہی دلائل کو بنیاد بنایا اور ان سے استدلال کرتے ہوئے اپنی گفتگو کا آغاز کیا ہے۔ چنانچہ ان دلائل میں سے چند ایک کا ہم تذکرہ ضرور کریں گے۔

قرآن کریم سے دلائل

علمائے کرام نے قرآن مجید کی ۱۰۰ آیات مبارکہ کو ختم نبوت کے اثبات کے لئے دلیل بنایا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے:

آیت نمبرا:

"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيماً" (۵۲)

"محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جاننے والا ہے۔"

آیت کریمہ کے دوسرے حصے "وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ" میں واضح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ محمد ﷺ تمام نبیوں کے بعد تشریف لائے۔ آپ ﷺ چونکہ تمام انبیاء کے خاتم ہیں۔ اس لئے آپ ﷺ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں۔ اب قیامت تک جتنے انسان بھی دنیا میں تشریف لائیں گے۔ وہ آپ کی لائی ہوئی شریعت ہی کی اتباع کریں گے۔

تفسیر ابن عباس میں ہے:

"ولكن رسول الله [ولكن كان محمد رسول الله] و خاتم النّبيين ختم الله به النبيين قبله فلا يكون نبي بعده" (۵۳)

تفسیر ثعلبی میں ہے:

"(وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ) اى آخرهم ختم الله به النبوة فلا نبي بعده، ولو كان لمحمد ابن لكان نبيا" (۵۴)

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"حضور پرنور ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کے ایک معنی تو وہ ہیں کہ جو سب کے نزدیک ظاہر اور مسلم ہیں کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں۔ آخر زمانہ میں سب انبیاء کے بعد مبعوث ہوئے اور جو اس کا انکار کرے وہ بلا شبہ کافر، ملعون اور مرتد ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ نبوت و رسالت میں سب سے افضل واکمل ہیں۔ یعنی

کمالات نبوت کے خاتم ہیں۔ آپ ﷺ پر نبوت کے تمام کمالات ختم ہو گئے۔ جیسے استاد سب پر فائق ہوتا ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ بھی تمام انبیا پر فائق ہیں اور سب سے افضل واکمل ہیں۔ آپ ﷺ کی نبوت اور شریعت اس درجہ کی کامل ہے کہ اس کے بعد کسی نبوت اور شریعت کی ضرورت باقی نہیں۔ قیامت تک آنے والوں کی ہدایت کے لئے آپ ﷺ کی شریعت کافی ووافی ہے۔'' (۵۵)

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''خاتم النبیین اور آخر النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص عہدہ نبوت پر فائز نہ ہوگا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ﷺ سے پہلے جس کو نبوت عطا ہو چکی ہے۔ ان سے نبوت سلب ہو جائے گی یا ان میں سے کوئی اس عالم میں پھر نہیں آسکتا۔ البتہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو بھی آپ کی امت میں اصلاح وتبلیغ کے لئے آئے گا وہ اپنے منصب نبوت پر قائم رہتے ہوئے اس امت میں اصلاح کی خدمت آنحضرت ﷺ کی تعلیمات ہی کے تابع انجام دے گا۔'' (۵۶)

مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ (م ۲۰۰۴ء) لکھتے ہیں:

''یہ آیت اس بات کا کھلا اعلان ہے کہ آنحضرت ﷺ تمام نبیوں میں آخری اور سلسلہ نبوت ورسالت ختم کرنے والے ہیں۔ اب آپ ﷺ کے بعد کسی نئے آدمی کو نبوت سے سرفراز نہیں کیا جائے گا۔ جنہیں نبوت ملنی تھی انہیں آپ ﷺ سے پہلے ہی اس نعمت سے سرفراز کر دیا گیا۔ آپ ﷺ کے بعد کسی کو یہ درجہ ملنے والا نہیں ہے۔ آپ ﷺ خود بھی آخری ہیں۔ آپ ﷺ کی شریعت بھی آخری ہے اور آپ ﷺ کا لایا ہوا دین ابدی ہے۔ اب اس میں نہ کسی ترمیم کی گنجائش ہے اور نہ تبدیلی کی اجازت۔'' (۵۷)

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس آیت شریفہ کا مقصود اس امر کا اعلان کرنا ہے کہ نبوت آپ ﷺ پر ختم ہوگئی۔ گزشتہ زمانے میں یکے بعد دیگرے انبیاء آتے رہے۔ مگر آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور جس آخری نبی کی انبیاء کرام پیشین گوئی کرتے آئے اور لوگ اس آخری نبی کے منتظر رہے۔ اس آیت میں اس کا اعلان کر دیا گیا کہ وہ آخری نبی جس کا انتظار

تھا وہ آچکا۔ اب اس کے بعد کوئی نبی منتظر نہیں رہا۔ یہی وہ آخری نبی ہیں جن کا لوگوں کو انتظار تھا۔'' (۵۸)

مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''لفظ خاتم'' کی دو قرأتیں ہیں۔ مشہور قرأت بالکسر ہے جس کے معنی ختم کرنے والے اور بند کرنے والے کے ہوئے اور دوسری قرأت بالفتح کی ہے جس کے معنی ہیں وہ شے جس کے ذریعے سے کوئی شے بند کی جائے اور اس پر مہر لگائی جائے۔ تاکہ وہ کھولی نہ جاسکے اور نہ اس کے اندر کوئی چیز باہر سے جاسکے۔

الحاصل دونوں حالتوں میں آیت کا حاصل معنی ایک ہی ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ کا وجود اقدس پیغمبروں کے سلسلہ کو بند کرنے والا اور ان پر مہر لگا دینے والا ہے کہ پھر آئندہ کوئی نیا شخص پیغمبروں کی جماعت میں داخل نہ ہوسکے۔ پس اس آیت سے ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی شخص مرزا قادیانی ہوں یا کوئی دوسرا پیغمبروں کی جماعت میں ہرگز داخل نہیں ہوسکتا۔'' (۵۹)

علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:

''وَلٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ'' کے ساتھ وخاتم النبیین کا لفظ روحانی اولاد کی کثرت کے لئے ہے۔ ''وَلٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ'' کا استدراک آپ ﷺ کے روحانی باپ ہونے کا اعلان اور خاتم النبیین آپ ﷺ کی کثرت اولاد کا بیان ہے۔ آپ ﷺ کے بعد کسی اور نبی کا پیدا ہونا اگر ممکن مانا جائے تو قرآنی الفاظ ''وَلٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ'' کے ساتھ وخاتم النبیین کا کوئی جواز نہیں بیٹھتا۔ حضور ﷺ بے شک سب سے اعلیٰ درجے کے پیغمبر ہیں اور ہمیں ختم نبوت مرتبی سے بھی انکار نہیں۔ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے کمالات نبوت سے کاملین امت کو فیض ملتا ہے۔ لیکن آیت مذکورہ میں جس سیاق وسباق سے آپ ﷺ کے روحانی باپ ہونے کا اعلان ہے۔ اس کے ساتھ خاتم النبیین کا لفظ آپ ﷺ کی کثرت امت کا بیان ہے اور اس کی دلالت یہی ہے کہ اب قیامت تک پیدا ہونے والے انسان آپ ﷺ ہی کی امت ہوں۔ آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہو، نہ کوئی امت بنے اور ختم نبوت کی اساس پر آپ ﷺ کی روحانی اولاد قیامت تک جاری رہے۔ خاتم النبیین کے اس معنی کے سوا

کوئی معنی اس آیت کے سیاق وسباق کے ساتھ چسپاں نہیں ہوتے۔''(۶۰)

آیت خاتم النبیین سے ان تمام علماء کرام نے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ چونکہ آپ ﷺ ''خاتم النبیین'' یعنی تمام انبیائے کرام پر مہر ہیں اور جب کسی چیز پر مہر لگا دی جاتی ہے تو اب اس میں مزید کسی قسم کا اضافہ ممکن نہیں ہوتا۔ لہٰذا آپ ﷺ کے بعد اب اس دنیا میں مزید کسی نبی کا آنا ممکن نہیں۔ سلسلہ نبوت آپ ﷺ پر ختم ہو چکا ہے۔

ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ عقیدہ ختم نبوت کے اثبات میں سب سے بڑی نقلی دلیل قرآن مجید میں یہی آیت مبارکہ ہے۔ اسی لئے بہت سے علمائے کرام نے بھی اس سے استدلال کیا اور عقیدہ ختم نبوت کو عام لوگوں کے سامنے واضح طور پر پیش کیا۔

احادیث مبارکہ سے دلائل

عقیدہ ختم نبوت جس طرح قرآن کریم کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کی احادیث متواترہ سے بھی ثابت ہے۔ حدیث متواترہ سے مراد وہ حدیث ہے جس کو آنحضرت ﷺ سے روایت کرنے والے آپ ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر آج تک اس کثرت سے ہوں کہ ان کا کسی خلاف واقعہ بات پر اتفاق کر کے جھوٹ بولنا محال ہو۔ اس کے کلام نبوی ﷺ ہونے کا یقین بالکل ایسا بدیہی ہوتا ہے جیسا کہ دوپہر کے وقت آفتاب کا وجود۔ چونکہ یہ احادیث مبارکہ قطعی اور یقینی ہوتی ہیں۔ اس لئے تمام امت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ اس پر ایمان لانا قرآن کی طرح فرض اور اس کا انکار کفر صریح ہے۔

چنانچہ عقیدہ ختم نبوت کے اثبات میں نبی اکرم ﷺ سے جو احادیث مروی ہیں اور جن سے علمائے کرام نے استدلال کیا ہے۔ ان میں سے ایک احادیث مبارکہ یہ ہے:

حدیث نمبرا:

''عن ابی هريرة يحدث عن النبی ﷺ قال: كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء كلما هلك نبی خلفه نبی وانه لا نبی بعدی وسيكون خلفاء فيكثرون''(۶۱)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی قیادت خودان کے انبیاء کرتے تھے جب کسی نبی کی وفات ہوتی تھی تو دوسرا نبی اس کی جگہ آ جاتا تھا۔لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت سے ہوں گے۔''

علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ (۱۹۴۱ء تا ۱۹۸۷ء) لکھتے ہیں:

''فهذا الحديث يدل دلالة واضحة على ان معنى ''النبيين'' نبوة عامة سواء كانت تشريعية اور غير تشريعة لان المصطفى ﷺ ذكر في هذا الحديث شيئين اولا كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء كلما هلك نبي خلفه نبي آخر، ولم يقل احد ان كل انبياء بني اسرائيل كانوا اصحاب الشريعة المستقلة حتى ولم تقله القاديانية انفسهم ، ثم اعقب الرسول العظيم قوله هذا بقوله ''لا نبي بعدي وثانيا انه قال ﷺ : سيكون الخلفاء فيكثرون'' وهذا يدل دلالة صريحة بانه ليس بعده لانه لو كان من الممكن ان يجيي بعد ه لما قال سيكون الخلفاء فيكثرون''(٦٢)

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس حدیث نے یہ بھی واضح کر دیا کہ آنحضرت ﷺ چونکہ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا تو امت کی ہدایت کا انتظام کیسے ہوگا؟ اس کے متعلق فرمایا کہ آپ کے بعد امت کی تعلیم و ہدایت کا انتظام آپ ﷺ کے خلفاء کے ذریعے سے ہوگا۔ جو رسول ﷺ کے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے مقاصد نبوت کو پورا کریں گے۔ اگر ظلی بروزی کوئی بھی نبوت کی قسم ہوتی یا غیر تشریعی نبوت باقی ہوتی تو ضروری تھا کہ یہاں اس کا ذکر کیا جاتا۔ اگرچہ عام نبوت ختم ہو چکی۔ مگر فلاں قسم کی نبوت باقی ہے جس سے اس عالم کا انتظام ہوگا۔

اس حدیث میں واضح الفاظ میں بتلا دیا کہ نبوت کی کوئی قسم آپ ﷺ کے بعد باقی نہیں اور ہدایت خلق کا کام جو پچھلی امتوں میں انبیاء بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا۔ وہ اس امت میں آپ کے خلفاء سے لیا جائے گا۔''(٦٣)

مولانا سلطان محمود لکھتے ہیں:

''حدیث میں دو صریح قرینے ہیں نبوت غیر مستقلہ کی نفی پر پہلا قرینہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے بنی اسرائیل کے نبیوں کا ذکر فرمایا ہے جو صاحب شریعت مستقلہ نہیں تھے۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد سینکڑوں نبی آئے جو شریعت موسویہ کے متبع تھے اور ان نبیوں کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ بنی اسرائیل کے امور کا انتظام یکے بعد دیگرے فرماتے تھے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا ''وانہ لا نبی بعدی'' یعنی میرے بعد کوئی نبی میری امت کے امور کا انتظام کرنے والا نہیں ہوگا۔ جیسا کہ بنی اسرائیل میں یکے بعد دیگرے ہوتے رہے۔ الغرض حضور ﷺ نے اپنے بعد ایسے نبیوں کے ہونے کی نفی کی تصریح فرمائی جیسے نبی بنی اسرائیل میں ہوتے تھے اور وہ غیر مستقل ہوتے تھے لہذا نبی غیر مستقل کی نفی کی تصریح ہوگئی۔

دوسرا قرینہ حضور ﷺ نے اپنے بعد نبی کی مطلقاً نفی کرنے کے بعد صرف خلفاء کا اثبات فرمایا۔ اگر آپ ﷺ کے کلام 'وانہ لا نبی بعدی'' میں مستقل نبی کی نفی مراد ہوتی تو اس کے بعد آپ ﷺ اثبات نبی غیر مستقل کا فرماتے نہ خلفاء کا۔ پس مطلقاً نبی کی نفی کرنے کے بعد صرف خلفاء کا اثبات فرمانا صریح قرینہ ہے نبی غیر مستقل کی نفی کا۔'' (۶۴)

مولانا لال حسین اختر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لا الہ الا اللہ میں جس طرح لا نفی جنس کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح ''لا نبی بعدی '' میں بھی لا نفی جنس کے لئے آیا ہے 'لا الہ الا اللہ '' چھوٹا، بڑا، ظلی، بروزی، اصلی نقلی کوئی الہ نہیں اسی طرح، ظلی، شیخ چلی، بروزی، موزی، چھوٹا موٹا، عربی عجمی کوئی نبی نہیں۔'' (۶۵)

اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

قرآن کریم کی آیات کریمہ اور نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ کو دیکھتے ہوئے تمام اصحاب پیغمبر ﷺ کا اس بات پر اجماع اور اتفاق تھا کہ حضور ﷺ کی ذات اقدس پر نبوت اور وحی کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی

نبی نہ تشریعی نہ غیر تشریعی، نہ ظلی نہ بروزی، نہ حقیقی نہ مجازی آنے والا نہیں۔ چونکہ صحابہ کرام ﷺ اس حقیقت کو جانتے تھے کہ آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا کافر مرتد اور دجال وکذاب ہے۔ اسی لئے مسیلمہ کذاب کے خلاف قتال کرنے اور اسے کافر و مرتد سمجھنے پر صحابہ کرام ﷺ کی قدسی جماعت کا ایک ایک فرد متفق تھا۔

حالانکہ مسیلمہ کذاب بھی مرزا قادیانی کی طرح آنحضرت ﷺ کی نبوت اور قرآن کا منکر نہ تھا۔ بلکہ بعینہ مرزا قادیانی کی طرح آپ ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی مدعی تھا۔ یہاں تک کہ اس کی اذان میں برابر "اشھد ان محمد رسول اللہ" پکارا جاتا تھا اور وہ خود بھی بوقت اذان اس کی شہادت دیتا تھا۔ تاریخ طبری میں ہے:

"وكان يوذن للنبی ﷺ ويشهد فی الاذان ان محمدا رسول الله وكان الذی يوذن له عبد الله بن النواحة و كان الذی يقيم له حجير بن عمير و يشهدله و كان مسيلمة اذا ادنی حجير من الشهادة قال صرح حجير فيزيد فی صوت و يبالغ التصديق نفسه" (٦٦)

"وہ (مسیلمہ) نبی کریم ﷺ کے لئے اذان دیتا تھا اور اذان میں یہ گواہی دیتا تھا کہ محمد ﷺ رسول اللہ ہیں اور اس کا موذن عبداللہ ابن نواحہ اور اقامت کہنے والا حجیر بن عمیر تھا اور جب حجیر شہادت پر پہنچتا تھا تو مسیلمہ با آواز بلند کہتا تھا کہ حجیر نے صاف بات کہی اور پھر اس کی تصدیق کرتا تھا۔"

حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ام ایمن ﷺ نے روتے ہوئے فرمایا:

"قد علمت انما عندالله خير الرسول الله ولكن ابكی علی خبر اسماء قد انقطع عنا" (٦٧)

"یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ آپ ﷺ کے لئے وہی بہتر ہے جو اللہ کے نزدیک ہے۔ لیکن میں اس پر روتی ہوں کہ آسمانی خبریں ہم سے منقطع ہو گئیں۔"

اجماع امت

جس مسئلہ پر قرآن و حدیث کے صریح اور واضح دلائل موجود ہوں۔ جس مسئلے کی مکمل وضاحت امام الانبیاء ﷺ نے فرمائی ہو۔ قرآن وسنت کے دلائل کے پیش نظر جس مسئلے پر اصحاب پیغمبر کی قدوسی جماعت نے اتفاق واجماع کیا ہو۔ بھلا بعد میں آنے والے تابعین رحمہم اللہ وتبع تابعین رحمہم اللہ، محدثین ومفسرین اور امت کے علماء اس متفقہ مسئلے سے اختلاف کس طرح کر سکتے ہیں۔

اس حقیقت کو مدنظر رکھ کر جب ہم دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی سے لے کر آج تک ہر دور کے اور دنیائے اسلام میں ہر ملک کے مسلمان کا اس عقیدے اور اس نظریے پر اتفاق اور اجماع رہا ہے کہ امام الانبیاء سیدنا محمد رسول ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ پر نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کے نبی اور رسول کے آنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اس بات پر بھی علمائے امت کا اجماع رہا ہے کہ جو شخص آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یا جو شخص مدعی نبوت کو مانتا ہے وہ کافر، مرتد اور ملت اسلامیہ سے خارج ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (۸۰ھ تا ۱۵۰ھ) کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا مجھے موقع دو کہ میں اپنی نبوت کی علامت پیش کروں۔ اس پر امام صاحب نے فرمایا:

”من طلب منه علامة فقد كفر لقوله عليه السلام لا نبي بعدي “(۶۸)

”جو شخص اس سے علامات کا مطالبہ کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ فرما چکے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“

قاضی عیاض شافعی رحمہ اللہ (۱۰۸۳ء تا ۱۱۴۹ء) کے فرمان کے مطابق:

”ومن ادعى النبوة لنفسه او جوز اكتسابها و البلوغ بصفاء القلب الى مرتبتها كالفلاسفة و غلاة المتصوفة و كذلك من ادعى منهم انه يوحى اليه و ان لم يدعى النبوة ...... فهو لاء كلهم كفار

مکذبون للنبی ﷺ لا نه اخبر ﷺ انه خاتم النّبیین لا نبی بعده و اخبر عن الله تعالیٰ انه خاتم النبیین و انه ارسل کافة للناس و اجمعت الامة علی حمل هذا الکلام علی ظاهره و ان مفهومه و المراد به دون تاویل و لا تخصیص فلا شک فی کفر هو لاء الطو ائف کلها قطعا اجماعا وسمعا"(۶۹)

"جو شخص خود اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرے یا جو نبوت کے اکتساب اور صفائی قلب کے ذریعہ سے مرتبہ نبوت تک پہنچ جانے کو جائز رکھے۔ جیسا کہ فلسفی لوگ غالی متصوفین کہتے ہیں اور اسی طرح جو دعویٰ کرے کہ اس پر وحی آتی ہے۔ اگر چہ نبی ہونے کا دعویٰ نہ کرے۔ ایسے سب لوگ کافر ہیں اور نبی ﷺ کی تکذیب کرنے والے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے خبر دی ہے کہ آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں کوئی نبی آپ ﷺ کے بعد آنے والا نہیں۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا ہے کہ آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں جنہیں تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہے اور تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اس کے مفہوم و مراد میں تاویل و تخصیص کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا ان تمام لوگوں کے کفر میں قطعاً کوئی شک نہیں ہے۔"

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

"وکان اللّٰه بکل شئی علیما منه بان لا نبی بعده واذانزل الیه عیسیٰ بحکم بشر یعته"(۷۰)

"اللہ اس بات کو جانتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور عیسیٰ جب نازل ہوں گے تو آپ کی شریعت ہی کے مطابق عمل کریں گے۔"

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۰۱ء) لکھتے ہیں:

"ودعوة النبوة بعد نبینا کفر بالاجماع"(۷۱)

"اور نبوت کا دعویٰ ہمارے نبی ﷺ کے بعد بالاجماع کفر ہے۔"

عقیدہ حیات عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ

الصلوٰۃ والسلام کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آسمانوں پر اٹھا لیا تھا اور قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دوبارہ تشریف لائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق قرآن مجید نے درج ذیل روشنی ڈالی ہے:

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کی تفصیل

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام مریم ہے	ذٰلِکَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ (۷۲)
آپ بغیر باپ کے بقدرتِ خداوندی صرف ماں سے پیدا ہوئے	أَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلَامٌ وَلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَلَمْ أَکُ بَغِیًّا۔ (۷۳)
آپ کے نانا عمران علیہ السلام ہیں	وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِی۔ (۷۴)

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے متعلق قرآن میں ہے

مسکونِ مکان سے دور ایک باغ کے گوشہ میں ولادت ہوئی	فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَکَانًا قَصِیًّا۔ (۷۵)
حضرت مریم ایک کھجور کے درخت کے تنا پر ٹیک لگائے ہوئے تھیں۔	إِلٰی جِذْعِ النَّخْلَةِ۔ (۷۶)
ولادت کے بعد مریم کے بوجۂ حیاء کے پریشان ہونا اور لوگوں کی تہمت سے ڈرنا	قَالَتْ یَا لَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَکُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا (۷۷)
ولادت کے بعد حضرت مریم کی غذا تازہ کھجوریں	سَاقِطْ عَلَیْکِ رُطَبًا جَنِیًّا۔ (۷۸)
حضرت مریم کا آپ کو گود میں اٹھا کر گھر لانا۔	فَأَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ۔ (۷۹)
ان کی قوم کا تہمت رکھنا اور بدنام کرنا۔	یَا مَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْئًا فَرِیًّا۔ (۸۰)

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا۔(۸۱)	حضرت مریم سے رفع تہمت کے لئے من جانب اللہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام فرمانا اور یہ فرمانا کہ میں نبی ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم مبارک، کنیت اور لقب

ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ۔(۸۲)	آپ کا نام عیسیٰ علیہ السلام ہے۔
ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ۔(۸۳)	آپ کی کنیت عیسیٰ ابن مریم ہے۔
اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ۔(۸۴)	آپ کا لقب مسیح ہے۔
إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ۔ (۸۵)	آپ کا لقب کلمۃ اللہ ہے۔
كَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ۔(۸۶)	آپ کا لقب روح اللہ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات

وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ۔(۸۷)	مسیح موعود کا بحکم خدا مردوں کو زندہ کرنا۔
أُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ۔(۸۸)	برص کے بیمار کو ٹھیک کرنا۔
أُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ۔(۸۹)	مادرزاد اندھے کو بحکم الٰہی ٹھیک کرنا۔
فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللّٰهِ۔(۹۰)	مٹی کی چڑیوں میں بحکم الٰہی جان ڈالنا۔
وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ۔(۹۱)	آدمیوں کے کھائے ہوئے کھانے کو بتا دینا کہ کیا کھایا تھا۔

کفار بنی اسرائیل کا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتل کی سازش کرنا اور حفاظت الٰہی۔	وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ۔(۹۲)
کفار کے نرغہ کے وقت آپ کو آسمان پر زندہ اٹھانا۔	إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ۔ (۹۳)

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری زمانہ میں دوبارہ نزول

قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آسمان سے اترنا۔	(۹۴)
نزول کے وقت آپ کا لباس، دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے۔	(۹۵)
آپ کے سر پر ایک لمبی ٹوپی ہوگی۔	(۹۶)
آپ ایک زرہ پہنیں گے۔	(۹۷)
آپ چالیس سال دنیا میں قیام فرمائیں گے۔	(۹۸)

عقیدہ امام مہدی علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح امام مہدی کے متعلق بھی احادیث مبارکہ میں نشانیاں اور خصوصیات موجود ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

امام مہدی کا نام محمد اور ان کے والد کا نام عبداللہ ہوگا۔	اسمه اسمی و اسم ابیه اسم ابی۔(۹۹)
امام مہدی کا اہلِ بیت میں ہونا۔	قال رسول اللہ ﷺ المهدی من اهل البیت۔(۱۰۰)
امام مہدی کی آنحضرت ﷺ سے اخلاق میں مشابہت۔	یشبه فی الخلق و لایشبه فی الخلق۔(۱۰۱)

امام مہدی مال تقسیم کریں گے۔	والخيبة لمن لم يشهد غنيمة كلب فيقسم المال۔(۱۰۲)
نزولِ عیسیٰ کے وقت امام مہدی کا امامت کرانا۔	يرىٰ انه مهدى الذى يصلى. (۱۰۳)
امام مہدی وفات پائیں گے اور مسلمان ان کا نمازِ جنازہ پڑھیں گے۔	لم يتوفىٰ و يصلى عليه المسلمون۔(۱۰۴)

مرزا غلام احمد قادیانی کے مختلف دعوے

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے دور میں مختلف دعوے کئے تھے۔مرزا غلام احمد قادیانی کے دعووں پر مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے ایک رسالہ بنام ''دعاوی مرزا'' لکھا۔مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ نے اس رسالہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ۳۶ دعووں کو ذکر کیا ہے۔مولانا ابوالبشیر عرفانی صاحب نے ایک کتاب بنام ''الہامی گرگٹ'' لکھی جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ۷۱ کے قریب دعوے ذکر کئے ہیں۔اور مولانا تاج محمود صاحب رحمہ اللہ کے رسالہ ''قادیانی عزائم وعقائد'' میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ۲۰۴ دعوے لکھے ہیں۔اور مرزا غلام احمد کے دعوے اتنے الجھے ہوئے ہیں اور اتنے متنوع ہیں کہ ان دعووں کو سائنسی اور دانشورانہ تحریروں کے قالب میں ڈھالنا انتہائی مشکل کام ہے۔دعوے بسا اوقات باہم ایسے متصادم ہوتے ہیں اور بعض اوقات مضحکہ خیز بھی ہوتے ہیں کہ ان کو صاف اور عام فہم زبان میں پیش کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔یہی حال مرزا غلام احمد کے دعووں کا ہے۔مرزا غلام کے دعووں کو تاریخ میں چار ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱...... پہلا دور ۱۸۵۸ء سے لے کر ۱۸۷۹ء تک کا ہے۔اس دور میں مرزا صاحب نے کسی قسم کا کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ انہیں ایک مقامی مبلغ اسلام کی حیثیت سے شہرت حاصل تھی۔ایک ایسا مبلغ جو شمالی پنجاب میں عیسائی مشنریوں، ہندو پنڈتوں اور آریہ سے مذہبی بحث مباحثوں میں مصروف رہتا تھا۔

۲...... دوسرا دور ۱۸۷۹ء سے لے کر ۱۸۸۸ء تک کا ہے۔اس زمانہ میں انہوں نے یہ

دعویٰ کیا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجدیدِ دین کے اہم کام پر مامور کیا گیا ہے۔ تجدیدِ دین کا یہ منصب انہیں مثیل مسیح کی حیثیت سے دیا گیا ہے۔ مثیلِ مسیح ایسا شخص ہوتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح کا ہو۔

۳...... ۱۸۸۸ء سے لے کر ۱۹۰۱ء تک کا تیسرا دورہ ہے جس میں انہوں نے مسیح موعود یا ظلی نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ یعنی ایک ایسا نبی جو آنحضرت ﷺ کے مطابق ہیں اور آپ ﷺ کے زیرِ سایہ ہو۔

۴...... ۱۹۰۱ء سے لے کر ۱۹۰۸ء تک کا دورہ ہے جس میں انہوں نے دعوائی نبوت کیا اور کہا کہ وہ لفظ نبی کے مکمل معنوں میں نبی ہیں۔

مرزا غلام احمد کے مختلف دعوے درج ذیل ہیں:

مرزا غلام احمد لکھتا ہے کہ:

”ھزی الیک بجذع النخلۃ تساقط علیک رطبا جنیا“

اس عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتا ہے کہ:

یہ حضرت مریم کو اس وقت وحی ہوئی تھی کہ جب ان کا لڑکا عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوا تھا اور وہ کمزور ہوئی تھیں اور خدا تعالیٰ نے اسی کتاب براہین احمدیہ میں میرا نام بھی مریم رکھا اور مریم صدیقہ کی طرح مجھے بھی حکم دیا کہ ” وکن من الصالحین الصدیقین“

پس یہ میری وحی یعنی ’ھزی الیک‘ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ صدیقیت کا جو حمل تھا اس سے بچہ پیدا ہوا جس کا نام عیسیٰ رکھا گیا اور جب تک وہ کمزور رہا صفاتِ مریمیہ اس کی پرورش کرتی رہیں اور جب وہ اپنی طاقت میں آیا تو اس کو پکارا گیا ”یاعیسی انی متوفیک و رافعک الی “ یہ وہی وعدہ تھا جو سورۂ تحریم میں کیا گیا اور ضرور تھا کہ اس وعدہ کے موافق اس امت میں سے کسی کا نام مریم ہوتا اور پھر اس طرح پر ترقی کر کے اس سے عیسیٰ پیدا ہوتا اور وہ ابن مریم کہلاتا۔ سو وہ میں ہوں۔ وحی ”ھزی الیک “ مریم کو بھی ہوئی اور مجھے بھی مگر باہم فرق یہ ہے کہ اس وقت مریم ضعف بدنی میں مبتلا تھیں اور میں ضعف مالی میں مبتلا تھا۔ (۱۰۵)

دوسری جگہ پر لکھتا ہے کہ:

''اقتضیٰ رحم الله نور السماء. فانا ذالک، النور والمجدد المأمور. والعبد المنصور والمهدی المعهود. والمسیح الموعود و الی نزلت بمنزلة من ربی لا یعلمها احد من الناس''(۱۰۶)

مرزا غلام احمد اپنے الہامات کے متعلق لکھتا ہے کہ:

''میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد ﷺ پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔''(۱۰۷)

مرزا غلام احمد کا اپنے آپ کو رسول کہنا:

''کتب الله لأغلبن انا و رسلی''

اس وحی الٰہی میں خدا نے میرا نام رسل رکھا کیونکہ جیسا کہ براہین احمدیہ میں لکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کیے ہیں، میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت ﷺ کا میں مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔(۱۰۸)

مرزا غلام احمد کا اپنے آپ کو محمد کہنا:

''محمد رسول اللہ'' اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے اور رسول بھی۔(۱۰۹)

مرزا غلام احمد اپنا الہام بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

''و سمانی ربی احمد فأحمدونی''(۱۱۰)

اور میرے رب نے میرا نام احمد رکھا ہے، پس میری تعریف کرو۔

ایک اور الہام کے متعلق لکھتا ہے کہ:

''و اعطیت صفة الافناء و الاحیاء من الرب الفعال''(۱۱۱)

اور مجھ کو فانی کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے اور یہ صفت خدا کی طرف سے مجھ کو ملی ہے۔

مرزا غلام احمد کا نبوت و رسالت کا دعویٰ

''انا انزلناه قريبا من القاديان و بالحق انزلناه و بالحق نزل، صدق الله و رسوله و كان امر الله مفعولا''(۱۱۲)

مزید لکھتا ہے کہ:

''سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔''(۱۱۳)

مرزا غلام احمد اپنی رسالت کے متعلق مزید لکھتا ہے کہ:

''ان الله لا يغير ما بقوم حتیٰ يغيروا ما بأنفسهم انه اوى القرية

''خدا کی یہ پاک وحی جو میرے اوپر نازل ہوئی جس سے خدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائی طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کرلیں جو ان کے دلوں میں ہیں یعنی جب تک وہ خدا کے مأمور اور رسول کو مان نہ لیں تب تک طاعون دور نہیں ہوگی اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھا گیا کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔''(۱۱۴)

مرزا غلام احمد اپنے متعلق مزید لکھتا ہے کہ:

''میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ ہزارہا میری ایسی کھلی کھلی پیش گوئیاں ہیں جو نہایت صفائی سے پوری ہوگئیں جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں، ان کی نظیر اگر گزشتہ نبیوں میں تلاش کی جائے تو بجز آنحضرت ﷺ کے کسی اور جگہ ان کی مثل نہیں ملے گی۔''(۱۱۵)

مرزا غلام احمد کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگانا

''یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے، شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔''(۱۱۶)

مرزا غلام احمد مزید لکھتا ہے کہ:

''پھر شراب کو دیکھو کہ تمام گناہوں کی جڑ ہے، اس کی تخم ریزی مسیح نے کی۔''(۱۱۷)

جماعت احمدیہ کا تعارف

''اور میں گورنمنٹ (برطانیہ) کی پولیٹیکل خدمت وحمایت کے لئے ایسی جماعت تیار کر رہا ہوں جو آڑے وقت میں گورنمنٹ کے مخالفوں کے مقابلے میں نکلے گی۔'' (۱۱۸)

مرزا غلام احمد قادیانی نے ابتداء میں کسی سے بیعت نہیں لی اور نہ ہی کوئی ایسی بات کہی جس سے عقائد پر ضرب پڑتی ہو لیکن یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو تبلیغ کے نام سے ایک اشتہار شائع کیا جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

میں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں تو مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبتِ مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں انہیں لازم کہ میری طرف آویں کہ میں ان کا غم خوار ہوں گا اور ان کا بار ہلکا کرنے کے لئے کوشش کروں گا اور خدا تعالیٰ میری دعا اور میری توجہ میں ان کے لئے برکت دے گا، بشرطیکہ وہ ربانی شرائط پر چلنے کے لئے دل وجان سے تیار ہوں، یہ ربانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچا دیا ہے، اس بارے میں عربی الہام یہ ہے:

اذا عزمت فتوکل علی اللہ واصنع الفلک بأعيننا و وحينا الذين يبايعونک انما يبايعون اللہ، يد اللہ فوق ايديهم۔

والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ

المبلغ خاکسار

غلام احمد عفی عنہ

یکم دسمبر ۱۸۸۸ء (۱۱۹)

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی جماعت کے نام کے متعلق لکھتا ہے کہ:

''اور وہ نام جو اس سلسلہ کے لئے موزوں ہے جس کو ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے پسند کرتے ہیں وہ نام مسلمان فرقہ احمدیہ ہے اور جائز ہے کہ اس کو

احمدی کے مذہب کے مسلمان کے نام سے بھی پکاریں، یہی نام ہے جس کے لئے ہم ادب سے اپنی معزز گورنمنٹ میں درخواست کرتے ہیں کہ اسی نام سے اپنے کاغذات اور مخاطبات میں اس فرقہ کو موسوم کرے یعنی مسلمان فرقۂ احمدیہ۔''(۱۲۰)

بیعت کی ابتداء

مرزا غلام احمد قادیانی نے سب سے پہلی بیعت ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو لدھیانہ میں صوفی احمد جان کے مکان پر مولوی نورالدین کو بلا کر لی اور اس موقع پر بیعت کے تاریخی ریکارڈ کے لئے ایک رجسٹر بھی تیار کیا گیا جس کی پیشانی پر یہ لکھا گیا ''بیعت توبہ برائے اصولِ تقویٰ وطہارت''۔ رجسٹر کے اندر بیعت لینے والے کا مکمل ریکارڈ لکھا جاتا تھا اور بیعت لینے والے درج ذیل الفاظ پر بیعت کرتا تھا:

''آج میں احمدؑ کے ہاتھ پر اپنے ان تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں میں مبتلا تھا اور سچے دل اور پکے ارادے سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور میری سمجھ ہے، اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کی لذات پر مقدم رکھوں گا اور ۱۲ جنوری کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہوں گا اور اب بھی اپنے گزشتہ گناہوں کی خداتعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں، استغفر اللہ ربی، استغفر اللہ ربی، استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیه اشهد ان لا اله الا اللہ وحده لا شریک له و اشهد ان محمداً عبده و رسوله، ربی انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفر لی ذنبی فانه لایغفر الذنوب الا انت۔''(۱۲۱)

جماعت احمدیہ کے خلفاء کا تعارف

جماعتِ احمدیہ میں خلیفہ کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے اور اس کو خدا کی طرف سے مقرر کیا ہوا شمار کیا جاتا ہے جس کے انتخاب کے بعد کوئی شخص خلیفہ کو اس کی موت تک نہ تو ہٹا سکتا ہے اور نہ ہی اس کے خلاف کچھ بول سکتا ہے۔ اور اس خلیفہ کا انتخاب ایک کونسل کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے جس میں جماعت کے اہم عہدوں پر فائز لوگ شامل ہوتے ہیں، یہ کونسل کثرتِ رائے شماری کی ذریعہ سے خلیفہ کا انتخاب کرتی

ہے اور جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ جس شخص کو خدا خلیفۂ جماعت بنانا چاہتا ہے تو کونسل کے کثیر لوگوں کے دلوں کا میلان اس شخص کی طرف کر دیتا ہے، خلیفہ کے بعد ہر ملک کا ناظرِ اعلیٰ ہوتا ہے جو خلیفۂ جماعت کے ماتحت ہوتا ہے، چنانچہ خلیفہ کی اس اہمیت کے بارے میں جماعت کے خلیفۂ اول حکیم نورالدین بھیروی نے کہا تھا:

''میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے بھی خدا نے خلیفہ بنایا ہے جس طرح آدم علیہ السلام اور ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے۔'' (۱۲۲)

حکیم نورالدین مزید کہتا ہے کہ:

''خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں، تم اس بکھیڑے میں کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے، نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے، پس جب میں مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا اور خدا اس کو آپ کھڑا کر دے گا۔ تم نے میرے ہاتھ اقرار کیئے ہیں، تم خلافت کا نام نہ لو، مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے، اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔'' (۱۲۳)

خلیفہ کی اہمیت کے متعلق مزید حکیم نورالدین کہتا ہے کہ:

''میں نے تمہیں بارہا کہا ہے اور قرآن مجید سے دکھایا ہے کہ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا کام ہے، آدم کو خلیفہ بنایا کس نے؟ بارہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''انی جاعل فی الارض خلیفۃ'' اس خلافتِ آدم پر فرشتوں نے اعتراض کیا، مگر انہوں نے اعتراض کر کے کیا پھل پایا؟ تم قرآن مجید میں پڑھ لو آخر انہیں آدم کے لئے سجدہ کرنا پڑا، پس اگر کوئی مجھ پر اعتراض کرے اور وہ اعتراض کرنے والا فرشتہ بھی ہو تو میں اسے کہہ دوں گا کہ آدم کی خلافت کے سامنے سر بسجود ہو جاؤ تو بہتر ہے اور اگر وہ اِباء اور استکبار کو اپنا شعار بنا کر ابلیس بنتا ہے تو پھر یاد رکھے کہ ابلیس کو آدم کی مخالفت نے کیا پھل دیا؟ میں پھر کہتا ہوں کہ اگر کوئی فرشتہ بن کر بھی میری خلافت پر اعتراض کرتا ہے تو سعادت مند فطرت اسے ''اسجدوا لآدم'' کی طرف لے آئے گی۔'' (۱۲۴)

جماعتِ احمدیہ میں خلیفہ: جماعت کی اہمیت کو جاننے کے بعد اب خلیفۂ جماعت کے احوال ذکر کرتے ہیں۔

۱......مولوی حکیم نورالدین بھیروی (۱۸۴۱ء تا ۱۹۱۴ء)

۱۸۴۱ء کو پنجاب کے ایک قدیم شہر بھیرہ میں پیدا ہوئے، والد کا نام حافظ غلام رسول تھا، جماعتِ احمدیہ میں ان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی نے ان سے بیعت لی۔

۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو بانی جماعت مرزا غلام احمد کے مرنے کے بعد بلا اختلاف جماعت کے پہلے خلیفہ نامزد ہوئے، ان کے دور میں گرلز اسکول، اخبار نور اور مدرسہ احمدیہ کا قیام ۱۹۰۹ء میں عمل میں آیا۔ ۱۹۱۰ء میں بیت نور کی بنیاد رکھی، اسی طرح مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی اسکول اور اس کے بورڈنگ کی بنیاد رکھی، بیتِ اقصیٰ کی توسیع کی گئی اور ۱۹۱۱ء میں مرزا بشیر الدین محمود احمد نے حکیم نورالدین کی زیرِ سرپرستی میں انجمن انصار اللہ کی بنیاد رکھی (اسی جماعت کے ذریعے سے لوگوں کو جماعتِ احمدیہ کی تبلیغ کی جاتی ہے اور اس میں چالیس سال سے اوپر لوگ شامل ہوتے ہیں) اور اسی طرح روزنامہ اخبار الفضل جاری ہوا اور ۱۹۱۳ء میں سب سے پہلا یورپ میں احمدیہ مشن قائم ہوا۔

وفات

حکیم نورالدین کی وفات ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء بروز جمعہ کو قادیان میں ہوئی۔

۲......مرزا بشیر الدین محمود احمد (۱۸۸۹ء تا ۱۹۶۵ء)

مرزا بشیر الدین محمود احمد ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو بانی جماعتِ احمدیہ مرزا غلام احمد کے ہاں پیدا ہوا۔ اور بقول جماعتِ احمدیہ ربوہ کے مرزا غلام احمد نے جو مصلح موعود کے آنے کی پیش گوئی کی تھی، اس مصلح موعود سے مراد مرزا بشیر الدین محمود ہے۔ جماعتِ احمدیہ کے خلیفہ اول حکیم نورالدین کی وفات کے بعد مرزا بشیر الدین محمود احمد کو جماعتِ احمدیہ ربوہ کا خلیفۂ ثانی مقرر کیا گیا، اس وقت جماعت میں شدید اختلاف بھی ہوا جس کی وجہ سے جماعت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی، ایک جماعت انجمن احمدیہ ربوہ،

جس کے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود احمد تھے اور دوسری جماعت انجمن اشاعتِ اسلام لاہور، جس کے بانی محمد علی لاہوری ہیں۔ سیاسی اختلافات کے علاوہ ان دونوں جماعتوں میں پہلی بار عقائد کے لحاظ سے بھی درج ذیل اختلافات سامنے آئے:

جماعت احمدیہ ربوہ کے عقائد

۱...... مرزا غلام احمد رسول اور نبی ہیں۔

۲...... قرآنی آیت میں ''اسمهٗ احمد'' کا مصداق مرزا غلام احمد ہے۔

۳...... مرزا غلام احمد پر ایمان نہ لانے والا کافر ہے۔

۴...... مرزا غلام احمد نے جس مصلح موعود کی پیشین گوئی کی تھی اس سے مراد مرزا بشیر الدین محمود احمد ہے۔

۵...... حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔

۶...... جماعت احمدیہ کا خلیفہ خدا کی طرف سے بنایا جاتا ہے لہٰذا نہ تو اس کے حکم کی خلاف ورزی کی جا سکتی ہے اور نہ ہی خلیفہ کو معزول کیا جا سکتا ہے۔

انجمن اشاعت اسلام لاہور کے عقائد

۱...... مرزا غلام احمد مجدد تھے۔

۲...... قرآنی آیت میں ''اسمهٗ احمد'' کا مصداق آنحضرت ﷺ ہیں نہ کہ مرزا غلام احمد۔

۳...... مرزا غلام احمد پر ایمان نہ لانے والا کافر نہیں۔

۴...... مرزا غلام احمد نے جس مصلح موعود کی پیشین گوئی کی تھی اس سے مراد مرزا بشیر الدین محمود احمد نہیں بلکہ یہ ایک بدکار شخص تھا۔

۵...... حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باپ کا نام یوسف تھا۔

۶...... ۱۹۱۴ء میں جب جماعت کے اندر اختلاف ہوئے تو لاہوری گروپ نے خلیفہ کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ مرزا غلام احمد کے بعد خلیفہ بنانا جائز نہیں اس کے بعد لاہوری گروپ نے امیر کی نئی اصطلاح شروع کر دی اور جماعت کا امیر یا صدر خدا کی طرف سے مقرر نہیں ہوتا بلکہ کونسل کے ذریعہ

سے منتخب کیا جاتا ہے اور اس کو اصولوں کی خلاف ورزی کرنے پر معزول بھی کیا جا سکتا ہے اور اس کا حکم خدائی حکم تصور نہیں کیا جاتا۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اپنے دور میں درج ذیل تنظیموں کی بنیاد بھی رکھی:

۱......لجنہ اماء اللہ

اس کی بنیاد ۱۹۲۲ء کے آخر یا ۱۹۲۳ء کے شروع میں قادیان میں رکھی۔ یہ تنظیم احمدی مستورات کے لئے بنائی گئی جس میں عورتوں کی چندوں کی تحصیل، عورتوں میں تبلیغ، لڑکیوں کی تعلیم، مستورات کی تربیت اور تنظیم وغیرہ جیسے امور شامل تھے۔

۲......خدام الاحمدیہ

اس میں ۱۵ تا ۴۰ سال کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ ۱۹۳۸ء کے شروع میں اس کی بنیاد رکھی گئی، یہ جماعت جماعتِ احمدیہ کے نوجوانوں کے لئے بنائی گئی۔

۳......اطفال الاحمدیہ

احمدی بچوں کی تربیت کے لئے ۱۹۳۸ء میں اطفال الاحمدیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ اطفال الاحمدیہ کی نگرانی مجلس خدام الاحمدیہ کرتی ہے اور اطفال الاحمدیہ میں ۷ تا ۱۵ سال کے بچے شامل ہوتے ہیں۔

۴......ناصرات الاحمدیہ

۱۹۴۵ء میں احمدی بچیوں کی تربیت کے لئے ناصرات الاحمدیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ جماعت لجنہ اماء اللہ کی زیرِ نگرانی ہوتی ہے۔

اسی طرح ان تنظیموں کے علاوہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کے دور میں بیرون ممالک جماعتِ احمدیہ کی تبلیغ کا آغاز بھی کثرت سے ہوا تھا۔

وفات

۷، ۱۹۶۵/۸ء نومبر کی درمیانی شب کو مرزا بشیر الدین محمود احمد کی وفات ہوئی۔

۳......مرزا ناصر احمد (۱۹۰۹ء تا ۱۹۸۲ء)

۱۶ نومبر ۱۹۰۹ء کو مرزا بشیر الدین محمود احمد کے ہاں پیدا ہوا۔ بقول مرزا غلام احمد کے خدا کی طرف سے اس کو مرزا ناصر کے بارے میں ان الفاظ کے ساتھ بشارت دی گئی تھی: ''انا نبشرک بغلام نافلة لک'' یعنی ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں جو تیرا پوتا ہوگا۔ (۱۲۵)

مرزا بشیر الدین محمود احمد کی وفات کے بعد مرزا بشیر الدین محمود احمد کی مقرر کردہ مجلسِ انتخاب صدارت کے تحت مرزا ناصر احمد کو جماعتِ احمدیہ کا خلیفہ بنایا گیا۔
مرزا ناصر احمد کے دور کی چند ایک تحریکیں درج ذیل ہیں:

۱......تحریک تعلیم القرآن

یہ تحریک ۱۱ نومبر ۱۹۶۶ء کو جاری کی گئی، اس کا مقصد یہ تھا کہ جماعت میں کوئی فرد بھی ایسا نہ رہے جو قرآن کریم ناظرہ نہ جانتا ہو۔ جو ناظرہ پڑھ سکتے ہیں وہ ترجمہ سیکھیں اور قرآنی معارف سے آگاہ ہوں۔

۲......وقفِ عارضی

اس کے تحت واقفین دو سے چھ ہفتوں تک اپنے خرچ پر کسی مقررہ مقام پر جا کر قرآن کریم پڑھاتے اور جماعت کے لوگوں کی تربیت کا کام کرتے ہیں۔

۳......سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات یاد کرانا

مرزا ناصر احمد نے اپنے دور میں اس بات پر بھی خاص زور دیا کہ جماعت کا ہر فرد سورۂ بقرہ کی پہلی آیات کو یاد کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے مفہوم سے بھی اچھی طرح واقف ہو۔

اسی طرح مرزا ناصر احمد کے دور میں ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے جماعتِ احمدیہ کے کفریہ عقائد کی بناء پر ان کو کافر قرار دیا تھا اور مرزا ناصر احمد نے پاکستان کی قومی اسمبلی میں کھل کر اپنی جماعت کے ان کفریہ اور گمراہ کن عقائد کو بیان کیا تھا جس کے بعد متفقہ طور پر ان کو تمام عالمِ اسلامی میں کافر قرار دیا گیا۔

وفات

۸،۹ جون ۱۹۸۲ء کے درمیانی شب کو اسلام آباد میں دل کے شدید حملہ کی وجہ سے انتقال ہوا تھا۔

۴......مرزا طاہر احمد (۱۹۲۸ء تا ۲۰۰۳ء)

مرزا طاہر احمد مرزا بشیر الدین محمود احمد کی حرم ثالث مریم بیگم کے بطن سے ۱۸ دسمبر ۱۹۲۸ء کو پیدا ہوا۔ مرزا ناصر احمد کی وفات کے بعد ۱۰ جون ۱۹۸۲ء کو مرزا طاہر احمد کو جماعت کا چوتھا خلیفہ منتخب کیا گیا۔ مرزا طاہر احمد کے دور میں حکومتِ پاکستان کی طرف سے ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو ایک آرڈی ننس جاری کیا، جس کے تحت جماعتِ احمدیہ کو اذان دینے، اسلامی اصطلاحات استعمال کرنے اور آزادانہ طور پر اپنے عقائد کو پھیلانے سے روک دیا گیا۔ اسی طرح ۱۹۹۹ء کو پنجاب اسمبلی میں ربوہ کا نام تبدیل کر کے چناب نگر رکھا گیا کیونکہ قادیانیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن میں ربوہ کا بھی ذکر آیا ہے۔

وفات

۱۹ اپریل ۲۰۰۳ء کو مرزا طاہر احمد کی انگلینڈ میں وفات ہوئی۔

۵......مرزا مسرور احمد

۱۵ ستمبر ۱۹۵۰ء کو مرزا مسرور احمد مرزا منصور احمد کے ہاں پیدا ہوا۔ مرزا طاہر احمد کی وفات کے بعد ۲۲ اپریل ۲۰۰۳ء کو مرزا مسرور احمد کو جماعتِ احمدیہ کا خلیفہ بنایا گیا جو اب تک چلا آ رہا ہے۔

جماعت احمدیہ ربوہ کے دو مدرسے بھی ہیں جو مربی تیار کرتے ہیں۔

جامعۃ المبشرین

بڑے شہروں اور ملکوں کے لئے مربی تیار کئے جاتے ہیں۔ اس میں مربیوں کو سارے علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے ممالک کے مربی بھی تین ماہ کے لئے پاکستان کورس مکمل کرنے کے لئے آتے ہیں۔

مدرسہ ظفر

یہاں چار سال کا کورس کرایا جاتا ہے۔ یہاں کے مربی دیہات کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ اور انہیں مخصوص کتابیں پڑھائی جاتے ہیں۔

عائشہ اکیڈمی

یہ لڑکیوں کا مدرسہ ہے جس میں حفظ قرآن کے علاوہ کتب بھی پڑھائی جاتی ہیں۔

جماعت احمدیہ ربوہ کے تہوار

جماعت احمدیہ ربوہ میں چند ایام بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں:

۱...... ۲۳ مارچ کو جماعت کے آغاز کی خوشی منائی جاتی ہے۔

۲...... ۲۷ مئی کو خلافت کے آغاز کی خوشی منائی جاتی ہے۔

۳...... ۳۰، ۳۱ اگست اور یکم ستمبر کو عالمی سالانہ جلسہ ہوتا ہے پہلے یہ جلسہ پاکستان میں ہوتا تھا لیکن اب یہ لندن میں ہوتا ہے اور پوری دنیا میں قادیانی اپنے گھروں میں بیٹھ کر اس کو سنتے ہیں۔

اس جماعت کا بنیادی مرکز چناب نگر جہاں ان لوگوں کے اپنی ہی علاقے بنے ہوئے ہیں۔ اور پاکستان کا علاقہ ہوتے ہوئے بھی ایک پاکستانی شہری وہاں جا کر اجنبیت اور خوف سا محسوس کرتا ہے۔

اس کے علاوہ چناب نگر میں قادیانیوں کی چار تنظیمیں بھی کام کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ جو کہ چناب نگر کے تمام نظام کو سنبھالے ہوئے ہیں اور ان تنظیموں کے ذریعے سے قادیانیوں کے ہر فرد کی حرکات و سکنات پر نگرانی کی جاتی ہے۔

۱...... خدام الاحمدیہ

چناب نگر میں گلی محلے کی سیکورٹی اور ابتدائی نوعیت کی پکڑ دھکڑ کرتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ گلی محلے اور گھروں کے اندر کی جاسوسی کے لئے اس کا اپنا جاسوسی نیٹ ورک ہے جس سے کوئی بھی قادیانی فرد نہیں بچ سکتا ہر ایک کی یہ تنظیم نگرانی رکھتی

ہے۔اس تنظیم کی وجہ سے اکثر قادیانی ہر وقت سہمے سے رہتے ہیں۔اس تنظیم کو فورم احمدیہ بھی کہتے ہیں۔

۲......حفاظت مرکز فورس

اس کے پاس گاڑیاں بھاری اسلحہ اور جدید مواصلاتی نظام بھی موجود ہے۔اور چناب نگر میں ہر اندر ہونے والا فرد اور اس کی حرکات ان کی نظروں میں رہتی ہیں۔شہر کے داخلی و خارجی راستوں کی ناکہ بندی اور شہر میں مسلح گشت اس کے فرائض میں شامل ہے۔اس تنظیم کا اپنا ایک انٹیلی جنس سسٹم بھی ہے۔

۳......صدر عمومی فورس

چناب نگر کی قادیانی جماعت کے سربراہ کا ذاتی دستہ جو خصوصی احکامات پر خصوصی کام سرانجام دیتا ہے۔اور قادیانی اہم شخصیات کی حفاظت کی ذمہ داری بھی ان کے ذمہ ہوتی ہے۔

۴......امور عامہ فورس

شہر کے مکمل نظم و نسق کو کنٹرول کرتی ہے۔ہر قسم کے اختیارات اس کو حاصل ہیں۔

اس کے علاوہ قادیانی جماعت کا چناب نگر میں عدالتی نظام بھی بنایا گیا ہے۔جس میں ہر قادیانیوں پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے تمام معاملات اس عدالت سے حل کرائے۔پاکستانی عدالتوں پر ان کو اعتماد نہیں ہے۔

الغرض اس جماعت میں اتنا سخت نظام ہے کہ قادیانی لوگ بھی اس نظام سے بہت تنگ دیکھائی دیتے ہیں۔

یہ تعارف جماعتِ احمدیہ ربوہ کا تھا اب احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور (جو کہ ۱۹۱۴ء کو سیاسی بناء پر الگ ہوئی تھی) کا تعارف درج ذیل ہے:

انجمن اشاعتِ اسلام لاہور

یہ بات یاد رہے کہ یہ جماعت ابتداء میں مرزا غلام احمد کے بارے میں وہی

عقیدہ رکھتی تھی جو ربوہ والوں کے ہاں پایا جاتا ہے لیکن ۱۹۱۴ء میں حکیم نورالدین کی وفات کے بعد جماعتِ احمدیہ میں جب محمد علی لاہوری کی جگہ مرزا بشیرالدین محمود احمد کو خلیفہ بنایا گیا تو اس بناء پر محمد علی لاہوری قادیان سے لاہور چلے آئے اور یہاں آ کر احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کی بنیاد رکھی اور اپنے عقائد میں بھی تبدیلیاں کیں اور یہ عقائد کے لحاظ سے تبدیلیاں ہمیں ۱۹۱۴ء سے پہلے تحریری طور پر کہیں بھی نہیں ملتیں اور کچھ روایات ایسی بھی پائی جاتی ہیں جس میں محمد علی لاہوری نے برملا طور پر مرزا غلام احمد کو نبی اور رسول تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ روزنامہ الفضل نے اس اختلاف کے متعلق لکھا ہے کہ ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا) کے وصال کے بعد جلد ہی جناب مولوی محمد علی صاحب کو پہلے اپنی بیوی کی علالت اور وفات کے وقت اور پھر حضرت کے مکان سے علیحدہ کئے جانے کے سبب اور ساتھ ہی حضرت میر ناصر نواب صاحب قبلہ (مرزا صاحب کے خسر) کے بعض اعتراضات کے سبب جو مولوی (محمد علی) صاحب کے عمارتی کام پر ہوئے تھے دن بدن رنج بڑھتا گیا اور جب خواجہ (کمال الدین) صاحب نے اپنے لیکچروں میں احمدیت کے ذکر کو چھوڑا اور غیر احمدیوں کی تعریفوں سے خوش ہو کر ان کے پیچھے نماز کے جواز کی اجازت حضرت خلیفۃ المسیح اول سے چاہی اور غیر احمدیوں کے اسلام کا اعلان اور اشتہار دیا تو حضرت اولوالعزم میاں محمود احمد صاحب ایدہ اللہ نے خواجہ صاحب کے اس طرز کو ناپسند کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح (حکیم نورالدین صاحب) کی اجازت سے ان کے خلاف بدر میں مضمون لکھا تو مولوی محمد علی صاحب نے اپنی رنجش کے سبب جو انہیں اہل بیت کے ساتھ تھی خواجہ صاحب کی رفاقت کا سہارا تلاش کرتے ہوئے ان کی حمایت کی۔ ڈاکٹرین (ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ) اور شیخ صاحب اپنی سادگی کے سبب خواجہ (کمال الدین) صاحب کی مدح سرائی وخوشامد میں بہک گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ یہ ایک پارٹی بن گئی اور انہوں نے حضرت صاحبزادہ (میاں محمود احمد صاحب) ایدہ اللہ کی مخالفت کو اپنا نصب العین بنا لیا اور صدر انجمن میں جس کے حضرت صاحبزادہ صاحب پریذیڈنٹ تھے ان کی بے ادبی شروع کر دی۔'' (۱۲۶)

اسی طرح لاہوری جماعت کا قدیم ایمان مرزا غلام احمد کے متعلق یہ تھا جو کہ

انہوں نے اخبار پیغام صلح میں تمام سوسائٹی کے ممبران نے ایک حلفیہ بیان ''واللہ علیٰ مانقول و کیل '' کے عنوان سے کیا اور لوگوں کی طرف سے لگائے گئے تمام الزامات کی تردید کی لکھا ہے کہ ''ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خادمین الاولین میں سے ہیں ہمارے ہاتھوں میں حضرت اقدس ہم سے رخصت ہوئے ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود مہدی معہود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے رسول تھے اور اس زمانے کی ہدایت کے لئے دنیا میں نازل ہوئے اور آج آپ کی متابعت میں ہی دنیا کی نجات ہے اور ہم اس امر کا اظہار ہر میدان میں کرتے ہیں اور کسی کی خاطر ان عقائد کو بفضلہٖ تعالیٰ نہیں چھوڑ سکتے۔'' (۱۲۷)

پیغام صلح میں افراد لاہوری گروپ ہی کے تھے اگر یہ مضمون کسی اور نے لکھا تھا تو اس کی تردید کیوں نہیں کی گئی۔ مزید لاہوری جماعت کے پہلے امیر نے ریویو آف ریلیجز میں اپنے ایک مضمون میں مرزا غلام احمد کو نبی تسلیم کیا ہے چنانچہ لکھتا ہے کہ ''ہم خدا تعالیٰ سے دعاء کرتے ہیں کہ جلد وہ زمانہ آئے کہ جب ہمارے ہندو بھائیوں کے دلوں پر سے پردے اٹھ جائیں اور ان کو اپنی مذہبی غلطیوں پر بصیرت اور معرفت حاصل ہو جاوے اور ان کے سینے اس سچائی کو قبول کرنے کے لئے کھل جائیں جو دین اسلام تعلیم دیتا ہے۔ ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ آخری زمانہ میں ایک اوتار کے ظہور کے متعلق جو وعدہ انہیں دیا گیا تھا، وہ خدا کی طرف سے تھا اور اس کو ہندوستان کے مقدس نبی میرزا غلام احمد قادیانی کے وجود میں خدا تعالیٰ نے پورا کر دکھایا۔'' (۱۲۸)

اسی طرح مولوی شیر علی کا ریویو آف ریلیجز میں ایک مضمون بعنوان ''انبیاء عالم'' چھپا تھا اور مولوی محمد علی اس وقت اس کے ایڈیٹر تھے اس مضمون میں ہے کہ ''الغرض جو شخص ذرا بھی تدبر سے کام لے گا اس کو اس امر کے تسلیم کرنے میں ذرا بھی تامل نہ ہوگا کہ حضرت مرزا غلام احمد اسی پاک گروہ میں سے ایک عظیم الشان فرد ہے جو انبیاء کے نام سے ممتاز ہے۔ حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام (مرزا) در حقیقت ایک سچے نبی ہیں اور اسی زمرہ میں سے ہیں جن کو انبیاء ورسل کے نام سے پکارا جاتا ہے۔'' (۱۲۹)

اگر محمد علی کے عقیدہ میں مرزا غلام احمد نبی نہیں تھے تو بطور ایڈیٹر اس بات کی

تردید ضرور کرتے لیکن محمد علی نے اس کی کوئی تردید نہیں کی۔ چنانچہ ۱۹۱۴ء کو قادیان سے درج ذیل افراد کو نکال دیا گیا جنہوں نے لاہور جا کر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام سے ایک نئی جماعت کی بنیاد رکھی۔ ان افراد میں خواجہ کمال الدین، مولوی محمد علی لاہوری، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ، مولوی غلام حسن نیازی اور شیخ رحمت اللہ شامل تھے۔ ابھی بھی محمد علی لاہوری کی جماعت مرزا غلام احمد کی تحریروں کی یہ تاویل کرتی ہے کہ مرزا غلام احمد نے محبت اور عشق کے اندر آ کر یہ الفاظ کہے تھے کہ میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی۔ لیکن حقیقت میں مرزا غلام احمد نہ رسول تھے نہ نبی۔ بلکہ وہ اس صدی کے بہت بڑے مجدد تھے۔ انجمن اشاعتِ اسلام حکیم نور الدین بھیروی کو خلیفہ تسلیم کرتی ہے لیکن اس کے بعد مرزا بشیر الدین محمود احمد کو خلیفہ تسلیم نہیں کرتی لہٰذا اس جماعت میں ایک نئی اصطلاح قائم ہوئی یعنی امیرِ جماعت۔ اس کا مرکز لاہور میں پنجاب یونیورسٹی کے سامنے عثمان بلاک ہے۔ چنانچہ اس جماعت کے امیر یا صدور درج ذیل ہیں:

۱......مولوی محمد علی لاہوری (۱۸۷۴ء تا ۱۹۵۱ء)

آپ کپورتھلہ میں دسمبر ۱۸۷۴ء میں پیدا ہوئے۔ مرزا غلام احمد کے کشف میں مولوی محمد علی لاہوری کو "خوشحال ہے خوشحال ہے" کا لقب ملا۔ ۱۸۹۷ء کو جماعتِ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ آپ ۱۹۱۴ء میں قادیان چھوڑ کر لاہور آ گئے اور یہاں ایک نئی جماعت کی بنیاد رکھی اور اس کے پہلے امیر مقرر ہوئے۔ قرآن مجید پر بہت زیادہ کام کیا اور قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ اور بیان القرآن کے نام سے ایک تفسیر لکھی تھی۔

وفات

۱۳ اکتوبر ۱۹۵۱ء میں آپ نے وفات پائی۔

۲......مولوی صدر الدین (۱۸۸۰ء تا ۱۹۸۱ء)

مولوی صدر الدین ۱۸۸۱ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے، تعلیم حاصل کرنے کے بعد کچھ عرصہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر میں ملازمت کرتے رہے اور کچھ عرصہ ٹریننگ کالج

میں انگلش کے پروفیسر بھی رہے، لیکن حکیم نورالدین کے کہنے پر صدرالدین ۱۹۰۹ء میں قادیان آ گئے اور یہاں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں ہیڈ ماسٹری کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور پھر ۱۹۱۴ء کو جماعت میں اختلاف کے بعد انجمن جماعتِ احمدیہ لاہور میں شامل ہو گئے اور پوری زندگی اسی جماعت کے لئے خدمات انجام دیتے رہے، آپ کو ۱۹۱۴ء میں ووکنگ بھیجا گیا جہاں آپ نے محمد علی کے انگریزی ترجمۃ القرآن کی پروف ریڈنگ اور چھپوانے کی ذمہ داری اپنے سر لی اور اس کام کو ۱۹۱۷ء میں مکمل کیا۔ آپ کو مولوی محمد علی کی وفات کے بعد انجمن جماعتِ احمدیہ لاہور کا دوسرا صدر بنایا گیا۔

وفات

مولوی صدرالدین نے ۱۵ نومبر ۱۹۸۱ء کو وفات پائی۔

۳...... سعید احمد خان (۱۹۰۰ء تا ۱۹۹۶ء)

۱۹ اکتوبر ۱۹۰۰ء میں دیپ گراں میں پیدا ہوئے، اپنے والد اور چچا کے ساتھ بچپن ہی میں قادیان تشریف لے گئے اور مرزا غلام احمد پر ایمان لائے پھر تعلیم کی غرض سے بھی دو سال وہیں مقیم رہے اور مولوی نورالدین کے درس قرآن سے بھی مستفید ہوتے رہے۔ میڈیکل کی تعلیم کنگ ایڈرورڈ میڈیکل کالج لاہور سے حاصل کی۔ میڈیکل کی تعلیم کے دوران جب احمدیہ ینگ ایسوسی ایشن قائم ہوئی تو آپ اس کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔

آپ ایبٹ آباد منتقل ہونے کے بعد جماعت کے نوجوانوں کی تربیت کے لئے سمر سکول کے نام سے ایک سلسلہ شروع کیا جو اب تک جاری ہے۔

۱۹۳۴ء سے مسلسل معتمدین کے ممبر رہے، ایک لمبا عرصہ جماعت کے نائب صدر بھی رہے۔ ۱۹۸۱ء کو انجمن جماعتِ احمدیہ لاہور کے صدر منتخب ہوئے۔

وفات

۱۹۹۶ء کو آپ نے وفات پائی۔

۴......اصغر حمید (۱۹۱۹ء تا ۲۰۰۲ء)

آپ ۱۹۳۹ء میں پنجاب یونیورسٹی سے M.Sc کے بعد انجینئرنگ یونیورسٹی میں ریاضی کے استاذ تعینات ہوئے اور یہیں سے برطانیہ Ph.D کرنے کے لئے ایڈینزا یونیورسٹی تشریف لے گئے اور دو سال کے مختصر عرصہ میں Ph.D کرنے کے بعد انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور کے شعبہ ریاضی کے ڈین مقرر ہوئے۔

آپ نے مرزا غلام احمد کی کتاب ''البریہ'' کا انگریزی زبان میں ترجمہ بھی کیا۔ آپ کو ۱۹۹۶ء میں انجمن جماعتِ احمدیہ لاہور کا امیر مقرر کیا گیا۔ آپ اپنے دور میں کمپیوٹر پر جماعتِ احمدیہ لاہور کے کام کو فروغ دیا اور جماعت کی ایک الگ ویب سائٹ بھی بنائی۔

وفات

آپ نے ۱۴ اکتوبر ۲۰۰۲ء کو وفات پائی۔

۵......عبدالکریم سعید پاشا (پیدائش ۲۸ فروری ۱۹۴۵ء)

آپ کو ۳ نومبر ۲۰۰۲ء انجمن جماعتِ احمدیہ لاہور کا امیر مقرر کیا گیا اور اب تک آپ جماعت کے امیر چلے آ رہے ہیں۔

لاہور احمدیہ سکول آف ایجوکیشن ان ریلیجن

لاہوری گروپ کی طرف سے مبلغ تیار کرنے کے لئے یہ ادارہ لاہور مرکز میں ہی قائم کیا گیا ہے۔

لاہوری گروپ کے تہوار

۱......۲۶ مئی کو مرزا غلام احمد کی وفات پر تہوار منایا جاتا ہے۔

۲......۱۳ اکتوبر کو امیر اول مولوی محمد علی لاہوری کی وفات پر بھی تہوار منایا جاتا ہے۔

۳......۲۴، ۲۵، ۲۶ ستمبر کو جماعت لاہور کا عالمی جلسہ ہر سال کیا جاتا ہے۔ ۲۵ کے علاوہ کبھی تاریخ بھی بدل دی جاتی ہے۔

قادیانیت، قرآن اور اصول تفسیر

جماعتِ احمدیہ کے اصول تفسیر جاننے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ قرآن کے متعلق جماعت کا کیا عقیدہ ہے؟ اور اسی طرح مرزا غلام احمد کی کتاب ''تذکرہ'' کی جماعت میں کیا اہمیت ہے؟

جماعتِ احمدیہ کا یہ نظریہ ہے کہ قرآن مجید ۱۸۵۷ء کو زمین پر سے اٹھا لیا گیا تھا پھر دوبارہ مرزا غلام احمد کے ذریعہ سے اس کی تعلیم دی گئی، چنانچہ مرزا غلام احمد لکھتا ہے کہ:

قرآنی آیت ''انا علی ذھاب بہ لقٰدرون'' اس آیت کے اعداد بحساب جمل ۱۲۷۴ ہیں اور ۱۲۷۴ کے زمانہ کو جب عیسوی تاریخ میں دیکھنا چاہیں تو ۱۸۵۷ء ہوتا ہے۔ سو درحقیقت ضعف اسلام کا زمانہ ابتدائی یہی ۱۸۵۷ء ہے جس کی نسبت خدائے تعالیٰ آیتِ موصوفہ بالا میں فرماتا ہے کہ جب وہ زمانہ آئے گا تو قرآن زمین پر سے اٹھایا جائے گا۔ (۱۳۰)

یہ وہ خطرناک عقیدہ ہے جس کے ذریعہ سے جماعتِ احمدیہ آنحضرت ﷺ کی بعثتِ ثانیہ مرزا غلام احمد کی صورت میں ثابت کرتی ہے، چنانچہ مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتا ہے کہ:

''ہم کہتے ہیں کہ قرآن کہاں موجود ہے؟ اگر قرآن موجود ہوتا تو کسی کے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ مشکل تو یہی ہے کہ قرآن دنیا سے اٹھ گیا ہے، اسی لئے ضرورت پیش آئی کہ محمد رسول اللہ ﷺ (مرزا قادیانی) کو بروزی طور پر دوبارہ دنیا میں مبعوث کر کے آپ پر قرآن شریف اتارا جاوے۔''(۱۳۱)

اسی طرح مرزا غلام احمد نے اپنے بارے میں کہا ہے کہ:

''سارا قرآن میرے ذکر سے بھرا پڑا ہے۔''(۱۳۲)

اسی طرح مرزا غلام احمد اور اس کے پیروکاروں کا یہ عقیدہ ہے کہ سابقہ مفسرین آج تک قرآن کو ٹھیک طرح سمجھ نہیں پائے، چنانچہ مرزا غلام احمد حکومتِ برطانیہ کو خوش کرنے اور مفسرین کی توہین کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

''کتابِ الٰہی کی غلط تفسیروں نے انہیں بہت خراب کیا ہے اور ان کے دلی

اور دماغی قویٰ پر بہت برا اثر ان سے پڑا ہے۔ اس زمانہ میں بلاشبہ کتابِ الٰہی کے لئے ضروری ہے کہ اس کی ایک نئی اور صحیح تفسیر کی جائے کیونکہ حال میں جن تفسیروں کی تعلیم دی جاتی ہے وہ نہ اخلاقی حالت کو درست کر سکتی ہے اور نہ ایمانی حالت پر نیک اثرات ڈالتی ہیں بلکہ فطرتی سعادت اور نیک روشنی کی مزاحم ہو رہی ہیں، کیوں مزاحم ہو رہی ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دراصل اپنے اکثر زوائد کی وجہ سے قرآن کریم کی تعلیم نہیں ہے قرآنی تعلیم ایسے لوگوں کے دلوں سے مٹ گئی کہ گویا قرآن آسمان پر اٹھایا گیا ہے، وہ ایمان جو قرآن نے سکھلایا تھا اس سے لوگ بے خبر ہیں وہ عرفات جو قرآن نے بخشا تھا اس سے لوگ غافل ہو گئے ہیں، ہاں یہ سچ ہے کہ قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اترتا، انہیں معنوں سے کہا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں قرآن آسمان پر اٹھایا جائے گا، پھر انہیں حدیثوں میں لکھا ہے کہ پھر دوبارہ قرآن کو زمین پر لانے والا ایک مرد فارسی الاصل ہوگا۔" (۱۳۳)

مرزا غلام احمد اپنی تفسیر میں قرآن مجید کے فہم کے لئے اپنی اتباع کو ضروری سمجھتے ہوئے لکھتا ہے کہ "جو شخص میرے دعوے کو سمجھ لے گا نبوت کی حقیقت اور قرآن شریف کے فہم پر اس کو اطلاع دی جائے گی اور جو میرے دعوے کو نہیں سمجھتا اس کو قرآن شریف پر اور رسالت پر پورا یقین نہیں ہو سکتا۔" (۱۳۴)

مرزا غلام احمد قرآن مجید کے متعلق مزید لکھتا ہے کہ:

"قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔" (۱۳۵)

مرزا غلام احمد اپنے الہامات کے متعلق لکھتا ہے کہ:

"میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں، اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے خدا کا کلام یقین کرتا ہوں۔" (۱۳۶)

مرزا غلام احمد اور جماعتِ احمدیہ کے قرآنی نظریات کا جائزہ لینے کے بعد جماعتِ احمدیہ کے اصولِ تفسیر کا جاننا بھی ضروری ہے تاکہ جماعتِ احمدیہ کی تفاسیر کو سمجھنا اور اس میں موجود تحریف شدہ مقامات کا جائزہ لینا آسان ہو سکے، چنانچہ سب

سے پہلے سابقہ مفسرین کرام کے اصولِ تفسیر کو بیان کر کے مرزا غلام احمد کے اصولِ تفسیر کا جائزہ لیتے ہیں۔

اسلامی علوم وفنون میں تفسیرِ قرآن یا قرآن کے معنی ومفہوم سے واقفیت اور اللہ تعالیٰ کی مراد اور منشاء کی تفہیم سب سے پہلا علم ہے۔ علم تفسیر ہمیشہ مسلمان اہل علم کا موضوع رہا ہے۔ اس فن میں مسلمانوں نے ہر دور میں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ یہ مسلمانوں کا ایسا عظیم الشان علمی کارنامہ ہے جس کی مثال کسی دوسری قوم وملت میں نہیں ملتی۔ تفسیر ادب، اپنے دیگر فوائد کے ساتھ ساتھ ہر دور کے مسلمان علماء کے فکری رجحانات، نظریات، اشکالات اور ان کے ذہنی وعلمی ارتقاء کو جاننے کا ایک بہترین ذریعہ بھی ہے۔

تفسیر، معنیٰ ومفہوم

تفسیر عربی زبان کا لفظ ہے، اس کی لغوی تحقیق کے بارے میں تین قسم کے اقوال ملتے ہیں:

۱...... تفسیر کا مادہ "فَسَــرَ" ہے، جس کا مفہوم "بیان" اور "کشف" یعنی کھولنا، بیان کرنا ہے۔ (۱۳۷)

۲...... یہ سَفَرَ سے مقلوب ہے۔ (اسفر الصبح، انکشف واضاء) یعنی جب کسی چیز کو روشن کیا جائے۔ قرآن مجید میں ہے: والصبح اذا اسفر۔ (۱۳۸)

۳...... اس کا مادہ "تفسِرۃ" ہے جس کا مطلب "قارورہ" ہے۔ اطباء کے نزدیک "قارورہ" سے مراد کسی مریض کا پیشاب ہے جس کے ذریعے سے طبیب مریض کے مرض اور اس کی بدنی کیفیات سے واقفیت حاصل کرتا ہے۔ (۱۳۹)

لسان العرب میں ہے:

"الفسر: البیان فسر الشیٔ یفسرہ. بالکسر و یفسرہ. بالضم فسراً و فسرہ ابانه. والتفسیر مثله. و قیل التفسیرۃ البول الذی یستدل به علیٰ علی المریض. الفسر...... کشف المغطی، وا لتفسیر المراد عن اللفظ المشکل......" (۱۴۰)

اصطلاحی مفہوم

اصطلاحی معنی میں تفسیر سے تفسیرِ قرآن مجید، یا قرآن کے مشکل مقامات کی شرح ووضاحت مراد لی جاتی ہے۔ گویا تفسیر سے مراد ایسا علم ہے جو بشری استطاعت کی حد تک قرآنی آیات کے اس مفہوم کو بیان کرتا ہے جو اس کلام عظیم سے اللہ تعالیٰ کی مراد اور منشاء ہے۔

ابوحیان اندلسی (۱۲۵۶ھ تا ۱۳۴۴ھ) کے مطابق:

"علم یبحث فیہ عن کیفیۃ النطق بالفاظ القرآن و مدلولاتھا و احکامھا الافرادیۃ والترکیبیۃ و معانیھا التی تحمل علیھا حالۃ الترکیب و تتمات ذالک" (۱۴۱)

"علم تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظِ قرآن کو ادا کرنے کی کیفیت بیان کی جاتی ہے اور اس کے مدلولات پر بحث ہوتی ہے اور اس کے افرادی اور ترکیبی احکام بیان کیئے جاتے ہیں اور وہ معانی جن پر اس ترکیب کی حالت ہوتی ہے ان کو بیان کیا جاتا ہے۔"

بدرالدین الزرکشی (م ۷۹۴ھ) کے نزدیک:

"التفسیر علم یعرف بہ فھم کتاب اللہ المنزل علی نبیہ محمد ﷺ و بیان معانیہ و استخراج احکامہ و حکمہ و استمداد ذالک من علم اللغۃ و النحو والتصریف و علم البیان و اصول الفقہ والقرات و یحتاج المفسر لمعرفۃ اسباب النزول و الناسخ والمنسوخ" (۱۴۲)

"تفسیر ایک ایسا علم ہے جس سے اس کتاب کا صحیح مفہوم سمجھا جاتا ہے جو اللہ نے اپنے نبی محمد ﷺ پر نازل کی، اس کے معانی کا بیان کرنا، اس کے احکام اور حکمتوں کا نکالنا اور ان کے لئے مدد لینا علم لغت سے، علم نحو سے، علم صرف سے، علم بیان سے، اصول فقہ سے، قرأت سے اور مفسر محتاج ہے کہ وہ معرفت حاصل کرے اسباب نزول کی اور ناسخ ومنسوخ کی"۔

جلال الدین سیوطی کے نزدیک:

"وقال بعضهم: التفسير في الاصطلاح: علم نزول الآيات، و شؤونها اقاصيصها والاسباب النازلة فيها ثم ترکیب مكيها و مدنيها و محكمها و متشابهها و ناسخها و منسوخها و خاصها و عامها و مطلقها و مقيدها و مجملها و مفسرها و حلالها و حرامها و وعدها و وعيدها وامرها و نهيها و عبرها و امثالها۔"(۱۴۳)

اور بعض علماء نے انتہائی اختصار سے کام لیتے ہوئے اس کی تعریف کی ہے، چنانچہ علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ:

"هو علم يبحث فيه عن احوال القرآن الكريم من حيث دلالته على مراد الله تعالىٰ بقدر طاقة البشرية"۔(۱۴۴)

"تفسیر ایسا علم ہے جس میں انسانی استطاعت کے بقدر احوال قرآن پر اس حیثیت سے بحث کی جاتی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی مراد سمجھ آ سکے۔"

علم تفسیر کی ضرورت واہمیت

قرآن مجید کی تلاوت کو عبادت کا درجہ حاصل ہے اور اس کے فہم اور تدبر کے ذریعے سے اس عبادت کو درجہ احسان تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تدبر فی القرآن کے واضح احکام دیئے ہیں۔ ارشاد ہے:

"افلا يتدبرون القرآن و لو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً "(۱۴۵)

"بھلا یہ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کا (کلام) ہوتا تو اس میں (بہت سا) اختلاف پاتے"۔

"افلا يتدبرون القرآن ام علىٰ قلوب اقفالها" (۱۴۶)

"بھلا یہ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے؟ یا ان کے دلوں پر قفل چڑھے ہوئے ہیں۔"

ان آیات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے قرآن مجید میں تفکر و

تدبر کا حکم دیا ہے اور تفکر و تدبر اس وقت ممکن ہوتا ہے جب کسی بات کا مفہوم و مطلب سمجھ لیا جائے۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱ھ۔۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''و من المعلوم ان کل کلام فالمقصود منه فهم معانیه دون مجرد الفاظه، فالقرآن اولیٰ بذالک و ایضا فالعادة تمنع ان یقرأ قوم کتابا فی فن من العلم، کالطب و الحساب، ولایستشرحوه فکیف بکلام الله تعالیٰ الذی هو عصمتهم، وبه نجالهم و سعادتهم، و قیام دینهم و دنیاهم۔''(۱۴۷)

''پھر معلوم ہونا چاہیے کہ ہر گفتگو اس لئے ہوتی ہے کہ اس کے معنی سمجھے جائیں نہ کہ محض لفظ سن لئے جائیں اور قرآن کا معاملہ تو بدرجہ اولیٰ فہم و تدبر کا متقاضی ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ لوگ کسی فن کی کتاب پڑھیں، مثلاً طب کی یا حساب کی اور اسے سمجھنے کی کوشش نہ کریں۔ جب عام کتابوں کا یہ حال ہے تو کتاب اللہ کا فہم کس قدر ضروری ٹھہرتا ہے۔''

اس لئے تدبر کا لازمی نتیجہ قرآن کے احکام و آیات کی تفسیر کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ قرآن کے احکام بہت واضح اور روشن ہیں۔ اس کے بعض مشکل مقامات کی توضیح خود قرآن مجید کے بعض دیگر مقامات پر کر دی گئی ہے۔ لہٰذا اس سے قرآن مجید کو سمجھنے کی اہمیت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

قدیم وجدید مفسرین کے مناہجِ تفسیر

حضور ﷺ سے لے کر عصرِ حاضر تک مختلف مناہجِ تفسیر سامنے آئے جو اپنے اسلوب و منہج میں جدا جدا ہیں اور اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

تفسیر عہدِ رسالت میں

اہل عرب کو یہ شرف حاصل ہے کہ قرآن مجید ان کی زبان میں نازل ہوا۔ اگرچہ وہ قرآن مجید کے شانِ نزول کو جانتے تھے اور اس کی زبان کو سمجھتے تھے لیکن پھر بھی اس کے مفہوم کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔ وہ آنحضور ﷺ سے سوال کیا کرتے اور آپ ﷺ ان کی وضاحت فرمادیا کرتے تھے۔ مثلاً:

حضرت عدی بن حاتم اس آیت "وکلو و اشربوا حتیٰ یبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود" (۱۴۸) کا مفہوم نہ سمجھ سکے اور انہوں نے اپنے تکئے کے نیچے سیاہ اور سفید دو دھاگے رکھ لیئے اور رات کو اٹھ اٹھ کر دیکھتے رہے کہ دونوں میں فرق ہوسکتا ہے یا نہیں۔ صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ کو یہ ماجرا بیان کیا گیا، تب آپ ﷺ نے انہیں آیت کا مطلب سمجھایا۔

عہد رسالت میں باقاعدہ طور پر تفسیر کے نام سے کوئی تفسیر نہیں ملتی لیکن حدیث نبوی ﷺ چونکہ قرآن مجید کی تفسیر ہے تو اس سلسلہ میں احادیث کے مجموعے ملتے ہیں جن کو تفسیری حیثیت حاصل ہے اور جس میں مختلف احکامات درج ہیں جس کو بعد میں محدثین نے اپنی احادیث کی کتاب میں درج فرمایا ہے اور بعد کے مفسرین کے مأخذوں میں بھی یہ بنیادی مأخذ شمار کیا جاتا ہے۔

تفسیر عصرِ صحابہ کرام میں

۱......حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (م ۶۸ھ) کا تفسیر قرآن میں مقام:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کتاب اللہ کے سب سے بڑے عالم تھے اور آپ کا شمار کاتبینِ وحی میں سے بھی ہوتا ہے۔ آپ کے مجموعہ تفسیر میں سے امام احمد نے مسند میں، امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں، امام حاکم نے مستدرک میں بہت کچھ لیا ہے۔

۲......حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ (م ۳۲ھ) کا تفسیر مقام و مرتبہ:

آپ مسلمانوں میں چھٹے نمبر پر مسلمان ہونے والوں میں سے ہیں، آپ اکثر و بیشتر آنحضرت ﷺ کے پاس رہا کرتے تھے۔

ابن جریر طبری نے آپ کی روایت نقل کی ہے۔ "آپ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ کتاب اللہ کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے معلوم نہ ہو کہ وہ کن لوگوں کے بارے میں اتری ہے اور کہاں نازل ہوئی ہے"۔ (۱۴۹)

۳......حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (م ۴۰ھ) کا تفسیری پایہ:

ابی الطفیل سے روایت ہے کہ "میں نے بذات خود سنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

خطبہ فرما رہے تھے "جو پوچھنا چاہو پوچھ لو، خدا کی قسم تم جو بات بھی پوچھو گے میں وہی تمہیں بتاؤں گا۔ مجھ سے کتاب اللہ کی نسبت دریافت کرلو، بخدا کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو کہ وہ دن کو اتری یا رات کو، میدان میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر"۔ (۱۵۰)

۴...... حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ (م ۶۸ ھ) کا تفسیر قرآن میں مقام:

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا علمی مقام بہت بلند ہے۔ آپ کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی تھی:

"اللهم فقه في الدين و علمه التأويل"

"اے اللہ اس کو دین کا فہم عطا کر اور اسے قرآن کی تفسیر سکھا دے۔"

اسی فضیلت کی بناء پر آپ کو ترجمان القرآن کہا گیا۔ آپ اپنے کثرتِ علمی کی وجہ سے "بحر" کے نام سے بھی موسوم تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس میدان میں آپ کی برتری کے قائل بھی تھے۔ (۱۵۱)

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے متعلق مختلف روایات ہیں، ان میں سے زیادہ معتبر وہ روایت ہے جو کہ معاویہ ابن ابی صالح نے علی بن طلحہ سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔ امام بخاری نے بھی اپنی جامع میں اسی روایت پر اعتماد کیا ہے۔

تفسیر عصر تابعین میں

عہد رسالت اور خلافت راشدہ میں اسلامی سلطنت دور دراز علاقوں تک پھیل گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اشاعتِ اسلام کی خاطر ان علاقوں میں مقیم ہوئے۔ تابعین کی اکثریت شمع کے پروانوں کی طرح ان کے اردگرد جمع ہوگئی اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چشمۂ فیض سے اپنی علمی پیاس بجھانے لگے۔ چنانچہ ان علاقوں میں علمی مدارس قائم ہوئے جن کے اساتذہ صحابہ کرام اور تلامذہ تابعین تھے۔ ان مدارس میں سے چند نے خصوصی شہرت حاصل کی وہ درج ذیل ہیں:

مکہ کا مدرسہ

یہ مدرسہ مکہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے طفیل قائم ہوا۔ اس مدرسہ کے

مشہور اصحاب میں سعید بن جبیر (متوفی ۹۵ھ) مجاہد بن جبر (۲۱-۱۰۴ھ) عکرمہ (۲۵-۱۰۵) طاؤس بن کیسان الیمانی (۳۳-۱۰۶ھ) اور عطا بن ابی رباح (۲۷-۱۱۴ھ) شامل ہیں۔

مدینہ کا مدرسہ

اس مدرسہ کی بنیاد حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے رکھی۔ اس مدرسہ کے مشاہیر میں ابوالعالیہ رفیع بن مہران (م ۹۰ھ)، محمد بن کعب القرظی (۴۰-۱۱۸ھ) اور زید بن اسلم (م ۱۳۶ھ) شامل ہیں۔

کوفہ کا مدرسہ

اس مدرسہ کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رکھی۔ اس مدرسہ کے اصحاب میں علقمہ بن قیس (م ۶۲ھ) مسروق بن الاجدع (م ۶۳ھ) اسود بن یزید (م ۷۵ھ) عامر شعبی (۲۰ھ-۱۰۹ھ) حسن بصری (۲۲ھ-۱۱۰ھ) شامل ہیں۔

عصر صحابہ و تابعین کے مدارس کے ماخذِ تفسیر

اس دور کے اندر درج ذیل ماخذ کے ذریعہ سے قرآن مجید کی تفسیر کی جاتی تھی۔

۱......قرآن مجید

قرآن مجید کی تفسیر کا مصدر اول خود قرآن ہے کیونکہ قرآن مجید اپنی بعض آیات کی بعض دوسری آیات سے تفسیر کرتا ہے۔ صحابہ و تابعین قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہوئے سب سے پہلے قرآنی آیات کو مدِ نظر رکھتے تھے۔ اسے اہل اصول ''تفسیر القرآن بالقرآن'' کہتے ہیں۔

۲......سنت نبوی ﷺ

تفسیر القرآن کا مصدر دوم سنت نبوی ﷺ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ کی سنن سے باخبر تھے، انہیں صاحب النبی ﷺ ہونے کا شرف حاصل تھا، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے اقوال و سنن کو بھی مدِ نظر رکھتے تھے۔ اسے اہل اصول ''تفسیر القرآن بالاحادیث'' کہتے ہیں۔

۳......اجتہاد

تفسیرِ قرآن کا تیسرا ماخذ اجتہاد تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسباب نزول سے واقف تھے اور خالص عرب ہونے کی بناء پر عربی لغت کے اسرار و رموز اور عرب معاشرت کے عادات واطوار سے آشنا تھے۔ وہ اعلیٰ پایہ کے فصیح اللسان تھے، اسی وجہ سے قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ کے بعد تفسیرِ قرآن میں اپنے اجتہاد سے بھی کام لیتے تھے۔ (یاد رہے کہ اجتہاد بھی صحیح ہو جس سے مفہوم قرآن نہ بدلے)

۴......اسرائیلی روایات

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کی تفسیر اسرائیلی روایات سے بھی کیا کرتے تھے۔ اسرائیلی روایات کے بارے میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ:

اسرائیلی روایات کی تین قسمیں ہیں:

۱...... وہ روایات جن کی سچائی قرآن کے دیگر دلائل سے ثابت ہے، مثلاً فرعون کا غرق ہونا وغیرہ۔

۲...... وہ روایات جن کا جھوٹ ہونا قرآن و حدیث کے دیگر دلائل سے ثابت ہے، مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام کا اپنے سپہ سالار کی بیوی سے زنا کرنے کی روایت۔

۳...... وہ روایات جن کے متعلق قرآن وسنت اور دوسرے شرعی دلائل خاموش ہیں جیسے تورات کے احکام۔ (۱۵۲)

تفسیر بالمأثور

مأثور اثر سے ہے۔ اثر الشئی کا معنی اس بقیہ چیز یا نشان کے ہیں جو اصل شے کے وجود پر دلالت کرتا ہو۔ فعل اثر مجرد ہے، اس کی جمع آثار ہے۔

تفسیر ماثور سے مراد یہ ہے کہ:

۱...... قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جائے۔

۲...... قرآن کی تفسیر احادیثِ نبویہ سے کی جائے۔

۳...... قرآن کی تفسیر اقوالِ صحابہ سے کی جائے۔

۴...... قرآن کی تفسیر اقوالِ تابعین وتبع تابعین سے کی جائے۔

علامہ زرقانی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۷ھ) لکھتے ہیں کہ:

''تفسیر ماثور وہ ہے جو قرآن سے اور سنت سے کلامِ صحابہ سے آئے، مقصد کتاب اللہ سے اللہ کی مراد کو بیان کرنا ہے۔'' (۱۵۳)

چنانچہ سلف صالحین کے ہاں قرآنِ مجید کی تفسیر میں مندرجہ بالا طرق احسن ترین شمار کیے جاتے ہیں۔

۱......تفسیر القرآن بالقرآن

تفسیرِ قرآن کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جائے اور اس کے درج ذیل طریقے پائے جاتے ہیں۔

۱...... قرآنِ مجید میں ایک بات جو اجمالاً آئی ہو تو اس کی تفصیل قرآن میں دوسری جگہ پائی جاتی ہے، مثلاً سورۂ فاتحہ میں ارشاد ہے: ''اهدنا الصراط المستقيم، صراط الذين انعمت عليهم۔'' (۱۵۴) اس میں واضح نہیں کہ قرآن نے انعام یافتہ کن لوگوں کو کہا ہے۔ لہٰذا قرآن میں دوسری جگہ اس کی وضاحت کردی گئی ہے: ''فاولئک مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين و الشهداء والصالحين۔'' (۱۵۵)

۲...... قرآن کی تفسیر قرآن سے کرتے ہوئے قرآنی قراءتوں سے بھی مدد لی جاتی ہے، بعض اوقات ایک بات کسی قراءت میں مبہم ہوتی ہے تو دوسری قراءت سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے، مثلاً ''فاغسلوا وجوهكم و ايديكم الى المرافق وامسحوا برؤسكم و ارجلكم الى الكعبين۔'' (۱۵۶) تو دوسری قراءت میں ''وارجُلَکم' آیا ہے، اس سے واضح ہو گیا کہ اس سے مراد پاؤں کا دھونا ہے۔

۳...... قرآن مجید کی تفسیر قرآن کرتے ہوئے بعض اوقات سیاق وسباق سے بھی مدد لی جاتی ہے، مثلاً ''وقرن فى بيوتكن و لاتبرجن تبرج

الجاھلیۃ الاولیٰ ۔''(۱۵۷) بعض لوگوں نے اس آیت کو ازواجِ مطہرات کے ساتھ خاص کیا ہے حالانکہ آیت کا سیاق وسباق بتلا رہا ہے کہ یہ حکم تمام مسلمان خواتین کے لئے ہے۔

الغرض شیخ محمد امین بن محمد مختار شنقیطی نے ''الضوء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن'' کے مقدمہ میں تفسیر القرآن بالقرآن کی مختلف صورتیں وضاحت سے بیان فرمائی ہیں۔

۲......تفسیر القرآن بالحدیث

تفسیر القرآن بالقرآن کے بعد تفسیر القرآن بالحدیث کا مقام ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کی حیثیت شارح کتاب اللہ کی بھی ہے، چنانچہ قرآن میں ہے'' و انزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم' 'اور اسی طرح آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے ''الا انی اوتیت القرآن و مثلہ معہ۔''(۱۵۸)

۳......تفسیر القرآن بالصحابہ

اگر قرآن کی تفسیر میں احادیث نبویہ ﷺ سے ہمیں کوئی دشواری ہو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال کی طرف ہم رجوع کریں گے، چنانچہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''اذا لم نجد التفسیر فی القرآن و لا فی السنۃ رجعنا فی ذلک الی اقوال الصحابۃ، فانھم ادریٰ بذلک لما شاھدوا من القرآئن و الأحوال اللتی اختصوا بھا، و لما لم لھم من الفھم التام و العلم الصحیح و العمل الصالح'' (۱۵۹)

اور امام حاکم (م ۴۰۵ھ) نے مستدرک میں لکھا ہے کہ:

''اس صحابی کی تفسیر جس نے وحی اور اس کے نزول کو دیکھا ہو مسند حدیث کے حکم میں ہے۔''(۱۶۰)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض نے اپنی زندگی اسی کام کے لئے وقف کی ہوئی تھیں کہ قرآن کریم اور اس کی تفسیر اور متعلقات کو براہ راست آپ ﷺ کے اقوال و افعال سے حاصل کریں، یہ حضرات اہل زبان بھی تھے اور نزولِ قرآن سے پوری طرح باخبر بھی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

”والذی لاالٰہ غیرہ ما نزلت آیۃ من کتاب اللّٰہ الا وانا اعلم فیمن نزلت، ولو اعلم احداً بکتاب اللّٰہ منی تنالہ المطایا لاتیتہ“ (۱۶۱)

قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی رب نہیں، کوئی آیت کتاب اللہ میں ایسی نہیں جس کے بابت مجھ سے زیادہ کسی کو علم ہو کہ کس بارے میں نازل ہوئی اور اگر مجھے پتا چل جائے کہ کوئی مجھ سے زیادہ جانتا ہے کتاب اللہ کو تو میں اس کو حاصل کرنے کے لئے سفر کروں گا۔

کسی آیت میں آپ ﷺ کی صحیح احادیث میں مذکور تفسیر کے بعد قول صحابی رضی اللہ عنہ کی حقیقت تائیدی ہوگی۔ آپ ﷺ کے قول سے معارض قول صحابی رضی اللہ عنہ کو کسی صورت میں قبول نہیں کیا جائے گا۔ اختلاف اقوال کی صورت میں دلائل کے ساتھ قوی کو قبول کیا جائے گا۔ (۱۶۲)

۴......تفسیر القرآن باقوال التابعین وتبع تابعین

اس کے بارے میں اختلاف ہے، بعض نے اس کو تفسیر بالماثور میں شمار کیا ہے اس لئے کہ انہوں نے صحابہ کرام سے ملاقات کی۔ اور بعض نے اس کو تفسیر بالرائے میں شمار کیا ہے، چنانچہ علامہ زرکشی کہتے ہیں کہ:

”و اما الثالث و هم رؤس التابعین اذالم یرفعوہ الی النبی ﷺ ولا الی احد من الصحابۃ، فحیث جاز التقلید فی ما سبق، فکذاھنا، والا وجب الاجتھاد۔“ (۱۶۳)

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ (۹۷ھ۔۱۶۱ھ) کا فرمان ہے کہ:

”مجاہد (۲۱ھ۔۱۳۲ھ) جب کسی آیت کی تفسیر کر دیں تو اس کی مزید تحقیق کرنا بے سود ہے، مجاہد کی طرح حضرت سعید بن جبیر (م ۹۵ھ) حضرت عکرمہ (م ۱۰۷ھ) حضرت عطاء بن ابی رباح (م ۱۱۴ھ) حضرت حسن بصری، مسروق بن اجدع، حضرت ابوالعالیہ (م ۹۰ھ) حضرت قتادہ (م ۱۱۸ھ) وغیرہ تابعین کی تفسیر معتبر مانی جائے گی۔“ (۱۶۴)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ سب سے بہترین تفسیر تفسیر بالماثور ہے۔

مشہور تفاسیر بالماثور

جامع البیان فی تفسیر القرآن تفسیر بالماثور کی اولین تفسیر ہے۔ اس کے مصنف محمد بن جریر طبری، (م۳۱۰ھ) ہیں اس کے علاوہ بحر العلوم از ابواللیث سمرقندی (م۳۷۳ھ) معالم التنزیل از محی السنہ ابو محمد حسین بغوی (م۵۱۰ھ) تفسیر القرآن العظیم از ابن کثیر (م۷۷۴ھ) اور الدرر المنثور فی التفسیر المأثور از جلال الدین سیوطی (م۹۱۱ھ) شامل ہیں۔

تفسیر بالرائے

قرآن مجید کی تفسیر قرآن، احادیثِ نبویہ ﷺ اور اقوالِ تابعین کے ساتھ ساتھ مفسر کی اپنی رائے سے تفسیر کرنا تفسیر بالرائے کہلاتا ہے۔ تفسیر بالرائے کی قبولیت کے شرائط کے متعلق علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

۱...... ضعیف اور موضوع روایت سے اجتناب کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ سے مروی آثار نقل کرنا۔

۲...... کسی صحابی کے قول کو نقل کرنا، کیونکہ صحابی کا قول مرفوع کے حکم میں ہے۔

۳...... مطلق لغت کو ماخذ بنانا اور آیات کے معانی کو عرب کلام کے اسلوب کے مطابق بیان کرنا۔

۴...... کلام کے معنی کے تقاضا کے عین مطابق شرعی دلائل سے مستنبط کی گئی رائے سے قرآن کی تفسیر کرنا۔

یہی وہ تفسیر ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لئے یہ دعا فرمائی تھی ''اللھم فقھہ فی الدین و علمہ التأویل'' (۱۶۵)

تفسیر بالرائے کے اندر اس انداز کو اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر کوئی شخص قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی خواہشات اور اپنے مذہب کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تفسیر لکھے تو یہ تفسیر نا قابل قبول ہوگی۔ چنانچہ تفسیر بالرائے مذموم کے متعلق حضور اقدس ﷺ کا فرمان ہے ''عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ

من قال فی القرآن برایه فلیتبوا مقعده من النار و فی روایة من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوا مقعده من النار (۱۶۶)

تفسیر بالرائے مذموم کے متعلق ابن نقیب (۷۰۲ھ-۷۶۹ھ) لکھتے ہیں کہ:

"قال ابن نقیب جملة ما تحصل فی معنیٰ حدیث التفسیر بالرائے خمسة اقوال، احدها التفسیر من غیر حصول العلوم التی یجوز معها التفسیر، الثانی تفسیر المتشابه الذی لایعلمه الا الله، الثالث التفسیر المقدر لمذهب الفاسد بان یجعل المذهب اصلاً والتفسیر تابعا فیرد الیه بأی طریق امکن و ان کان ضعیفا، الرابع التفسیر ان مراد الله کذا علی القطع من غیر دلیل، الخامس التفسیر بالاستحسان و الهویٰ۔" (۱۶۷)

ابن نقیب فرماتے ہیں کہ تفسیر بالرائے کی پانچ صورتیں ہیں:

۱...... تفسیر کے لئے ضروری علوم کو حاصل کئے بغیر تفسیر کی جائے۔

۲...... وہ متشابہ کہ جس کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی نہیں جانتا ان کی تفسیر کرنا۔

۳...... وہ تفسیر جو کسی مذہب کو ثابت کرنے کے لئے ہو کہ اپنے فاسد مذہب اور فکر کو اصل بنایا جائے اور تفسیر کو تابع کیا جائے۔

۴...... بغیر دلیل کے یہ کہنا کہ اس لفظ یا آیت سے اللہ تعالیٰ کی قطعی طور پر یہی مراد ہے۔

۵...... ہوائے نفس کے ساتھ تفسیر کرنا۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے مناہل العرفان میں قرآن کی ہر اس تفسیر کو غلط قرار دیا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کے خلاف ہو۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"و فی الجملة من عدل عن مذاهب الصحابة و التابعین و تفسیرهم الیٰ ما یخالف ذالک کان مخطأً فی ذالک بل مبتدعاً لانهم اعلم بتفسیره و معانیه کما انهم اعلم بالحق الذی بعث الله به رسوله" (۱۶۸)

مشہور تفاسیر بالرائے

علماء نے جن مشہور تفاسیر بالرائے کو پسند کیا ہے ان میں مفاتیح الغیب از امام رازی رحمہ اللہ (م ۶۰۶ھ) انوار التنزیل و اسرار التأویل از قاضی بیضاوی رحمہ اللہ (م ۶۸۱ھ) غرائب القرآن از نیشاپوری (م ۷۲۸ھ) تفسیر جلالین از جلال الدین محلی (م ۸۶۴ھ) و جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) اور روح المعانی از آلوسی (۱۲۱۷ھ۔۱۲۷۰ھ) شامل ہیں۔ (یہ تفاسیر اصول تفسیر کے مطابق لکھی گئی ہیں جو قرآن فہمی کے لئے امہات التفاسیر کا درجہ رکھتی ہیں)

تفسیر باللغہ

تفسیر بالمأثور کے ساتھ ساتھ عہد صحابہ کرام سے ہی مفسرین لغوی تفسیر کا اہتمام کرتے رہے۔ انہوں نے قرآنی مفردات کی تشریح میں عرب شاعری سے استفادہ کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ عربی لغت واشعار پر وسیع دسترس رکھتے تھے، آپ قرآن مجید میں وارد غریب الفاظ کے معانی ومفاہیم کو معلوم کرنے کے سلسلہ میں عرب شاعری کی جانب رجوع کرتے تھے۔ اسی وجہ سے بہت سے مفسرین نے قرآن مجید کی تفسیر لغوی انداز میں کی ہے۔

مشہور لغوی تفاسیر

معانی القرآن از رؤاسی (م ۱۸۷ھ) معانی القرآن از کسائی (م ۱۸۹ھ) معانی القرآن از الفراء (م ۲۰۷ھ) معانی القرآن از یونس بن حبیب (م ۱۸۲ھ) مفردات القرآن از راغب اصفہانی (م ۵۰۲) اور تفسیر کشاف از زمخشری (م ۵۲۸ھ) شامل ہیں۔

تفسیر القرآن فی المنہج النحویہ

قرآن مجید کی لغوی تفسیر کے ساتھ ساتھ قرآن کی نحوی انداز میں بھی تفسیر لکھی گئی جس میں قرآنی کلمات کی نحوی ترکیب اور ان کے اعراب کے متعلق بحث کی گئی ہے۔

مشہور نحوی تفاسیر

معانی القرآن از زجاج (م ۳۱۱ھ) اعراب ثلاثین سورۃ من القرآن الکریم از ابن خالویہ (م ۳۷۰ھ) اور البحر المحیط از ابوحیان اندلسی (م ۷۴۵ھ) شامل ہیں۔

تفسیر القرآن فی المنہج البیانیہ

اس منہج میں اسلامی عقائد کو نقلی دلائل کے بجائے عقلی دلائل سے ثابت کیا گیا۔ یہ منہج لغوی اسلوب کے دائرہ کار میں بھی ضمناً شامل ہے۔ دوسرے الفاظ میں ایسی تفاسیر میں قرآن کی فصاحت و بلاغت پر بحث کی گئی جس کو "اعجاز القرآن" کہتے ہیں۔

مشہور بیانی تفاسیر

"نظم القرآن" از الجاحظ (م ۲۵۵ھ) "اسرار البلاغۃ" اور "دلائل الاعجاز" از عبدالقاہر الجرجانی (م ۴۷۱ھ) شامل ہیں۔

المنہج الخوارجی

خوارجیوں کا وجود جنگِ صفین کے وقت ظاہر ہوا۔ اور ان کا بنیادی عقیدہ ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کی تفسیر میں خوارجیوں کا منہج بالکل عامیانہ اور سطحی تھا۔ انہوں نے اپنی آراء و نظریات کے اثبات میں نصوصِ قرآن کو ظاہری معانی پہنا کر تفاسیر لکھیں۔

مشہور خوارجی تفاسیر

ان کی تفاسیر میں تیسری صدی ہجری کے مفسر ہود بن محکم الہواری کی تفسیر اور چودھویں صدی ہجری کے عالم شیخ محمد بن یوسف کی تفسیر "ہیمان الزاد الی دار المعاد" شامل ہیں۔

المنہج المعتزلہ

معتزلہ کے بنیادی اصولوں میں توحید، عدل، وعد و وعید، المنزلۃ بین المنزلتین اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر شامل ہیں۔

معتزلی علماء قرآن مجید کو اپنے عقائد اور آراء کے تابع کرتے ہوئے تفاسیر لکھتے ہیں۔

معتزلہ کے تفسیری منہج کے متعلق علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ:

''معتزلہ کے نزدیک قرآن مجید کی لغوی تفسیر اولین اساس ہے، وہ لغت کو سہارا بنا کر قرآنی الفاظ کے ایسے مدلولات اور ایسی تاویلات کرتے تھے جو ان کے عقائد کی حمایت وتائید میں ہوتی تھیں۔ وہ قرآنی الفاظ کو مجاز پر محمول کرتے اور قرآن مجید کے ظاہری مفہوم کی بجائے مجازی معنیٰ مراد لیتے تھے۔ قرآن مجید کی تفسیر میں اپنی عقل کے گھوڑے دوڑاتے تھے۔'' (۱۶۹)

مشہور معتزلی تفاسیر

''تنزیہ القرآن عن المطاعن'' از قاضی عبد الجبار (م ۴۱۵ھ) اور ''تفسیر کشاف'' از زمخشری شامل ہیں۔

صوفی اور باطنی تفاسیر

تفاسیر میں صوفیاء کرام کے بعض ایسے اقوال درج ہیں جو بظاہر شریعت کے خلاف معلوم ہوتے ہیں انہیں شطحیات کہا جاتا ہے۔ شطحیات علماء کرام کی تحقیق اور خود صوفیاء کرام کی تصریح کے مطابق قابلِ قبول نہیں ہوتے چونکہ صوفیاء نے ایسی باتیں جذب وسکر کے عالم میں کہی ہوتی ہیں اس لئے ان کی ایسی باتوں کو مستند سمجھ کر قابلِ تقلید نہیں سمجھا جاسکتا، نہ ہی ان اقوال پر عمل ہوسکتا ہے۔

اسی طرح باطنیہ کے نام سے ایک ملحد فرقہ گزرا ہے، اس فرقہ کا دعویٰ تھا کہ قرآن مجید کا جو مطلب سمجھ آتا ہے اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں ہے بلکہ ہر لفظ سے ایک باطنی مفہوم کی طرف اشارہ ہے اور وہی قرآن کی اصل تفسیر ہے۔ لہٰذا صوفیاء کرام کے اقوال کو قرآن مجید کی اصل تفسیر کہنا بہت بڑی گمراہی ہے۔

مشہور صوفی و باطنی تفاسیر

حقائق التفسیر از سلمی (م ۴۱۲ھ) عرائس البیان از محمد شیرازی اور اسماعیلیہ، قرامطہ بابیہ فرقوں کی کتب باطنی تفسیر پر مشتمل ہیں۔

منہج الشیعہ

ان پر اہل بیت کی الفت کا غلبہ ہے۔ یہ قرآنی آیات کی تفسیر و تاویل میں علماء اہلسنت کے مقرر کردہ اصولوں پر اعتماد نہیں کرتے۔ بلکہ ان سے تجاوز کرتے ہوئے اپنے مذہب کے تفسیری قواعد کے مطابق قرآن کی ایسی تاویل کرتے ہیں جو ان کے عقائد سے ہم آہنگ ہوتی ہے۔

مشہور شیعی تفاسیر

مجمع البیان از طبرسی (م ۵۴۸ھ) الصافی فی تفسیر القرآن از ملا محسن الکاشفی شامل ہیں۔

منہج الفقہی

فقہ اسلامی اور فقہی مذاہب کے ظہور کے بعد فقہاء نے فقہی انداز میں قرآن مجید میں تفاسیر بھی لکھیں۔ جس میں قرآنی آیات میں پائے جانے والے احکامات کو بیان کیا گیا۔

مشہور فقہی تفاسیر

احکام القرآن از جصاص الحنفی (م ۳۷۰ھ) احکام القرآن از الکیا الہراسی الشافعی (م ۵۰۴ھ) احکام القرآن از ابن العربی المالکی (م ۵۴۳ھ) شامل ہیں

المنہج العلمی

گردشِ ایام کے ساتھ ساتھ جب مختلف تہذیبوں کے اسلامی معاشرے پر اثرات اپنے عروج پر پہنچ گئے تو فکر اسلامی میں ان اثرات کے نفوذ کی وجہ سے تفسیرِ قرآن کا ایک اور منہج ظہور پذیر ہوا جس کو المنہج العلمی کہتے ہیں۔ اس منہج کے تحت مفسرین نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ قرآن مجید تمام جدید و قدیم علوم و فنون کی جامع ہے۔(۱۷۰)

جدید عہد میں مفسرین اس بات کے اثبات میں ہمہ تن مصروف رہے کہ قرآن نہ تو سائنس کا مخالف ہے اور نہ ہی سائنسی حقائق سے متعارض ہے۔ بلکہ انہوں

نے اپنی ساری کاوشیں یہ ثابت کرنے میں صرف کر دیں کہ عصر حاضر میں کیمیا، فزکس، طب، فلکیات اور بائیولوجی کے میدان میں جتنے نظریات ہیں وہ سارے قرآن مجید میں موجود ہیں۔(۱۷۱)

مشہور علمی تفاسیر

الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم از شیخ طنطاوی جوہری (م ۱۹۴۰ء) اس تفسیر میں آپ کا مقصد مسلموں اور غیر مسلموں کو یہ تاثر دینا ہے کہ آج کل جو علوم ایجاد کئے جا رہے ہیں قرآن مجید نے صدیوں پہلے ان سے لوگوں کو آگاہ کر دیا تھا۔ شیخ طنطاوی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

مسلم امہ کے نوجوان عجائب اراضی وسماوی کے دلدادہ ہو جائیں اور اس طرح اس کی تہذیب و ثقافت کو بڑی ترقی نصیب ہوگی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ملت اسلامیہ میں ایسے نوجوان ابھریں گے جو طب، زراعت، معدنیات، ریاضی، فلکیات اور دیگر علوم کے میدان میں فرنگیوں سے سبقت لے جائیں گے۔(۱۷۲)

قادیانیوں کے تفسیری مدرسہ کا منہج تفسیر

مرزا غلام احمد قادیانی کے مختلف دعووں کے بعد عالم اسلام میں مرزا غلام احمد بانی جماعت احمدیہ کی طرف سے تفسیر قرآن کے لئے ایک نیا تفسیری منہج سامنے آیا اور اس تفسیری مکتب فکر کے منہج کو مرزا غلام احمد کے باطل عقائد کو مدنظر رکھ کر ترتیب دیا تاکہ بعد میں آنے والے جماعت احمدیہ کے مفسرین اسی منہج کو مدنظر رکھ کر قرآنی تفاسیر لکھ سکیں۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس تفسیری مکتب کی بنیاد رکھتے ہوئے تفسیر قرآن کے درج ذیل سات اصول بیان کئے ہیں اور جماعت احمدیہ کے آنے والے تمام مفسرین انہیں اصولوں کو مدنظر رکھ کر قرآن کی تفاسیر لکھیں:

۱...... اول معیار تفسیر صحیح کا شواہد قرآنی ہیں۔ تفسیر القرآن بالقرآن۔

۲...... رسول اللہ ﷺ کی تفسیر ہے...... تفسیر القرآن بالحدیث۔

۳...... صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تفسیر ہے۔ تفسیر القرآن بالصحابہ۔

۴...... خود اپنا نفسِ مطہر لے کر قرآن کریم میں غور کرنا ہے کیونکہ نفسِ مطہرہ سے

قرآن کریم کو مناسبت ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے "لا یمسہ الا المطھرون" (۱۷۳) یعنی قرآن کریم کے حقائق صرف ان پر کھلتے ہیں جو پاک دل ہوں کیونکہ مطہر القلب انسان پر قرآن کریم کے پاک معارف بوجہ مناسبت کھل جاتے ہیں اور وہ ان کو شناخت کر لیتا ہے اور سونگھ لیتا ہے اور اس کا دل بول اٹھتا ہے کہ ہاں یہی راہ سچی ہے اور اس کا نورِ قلب سچائی کی پرکھ کے لئے ایک عمدہ معیار ہوتا ہے، پس جب تک انسان صاحب حال نہ ہو اور اس تنگ راہ سے گذرنے والا نہ ہو جس سے انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں تب تک مناسب ہے کہ گستاخی اور تکبر کی جہت سے مفسرِ قرآن نہ بن بیٹھے ورنہ وہ تفسیر بالرائے ہوگی جس سے نبی علیہ السلام نے منع فرمایا ہے اور کہا ہے کہ "من فسر القرآن برایہ فاصاب فقد اخطا"

۵...... لغتِ عربیہ، قرآن کریم نے اپنے وسائل آپ اس قدر قائم کر دیئے ہیں کہ چنداں لغت عرب کی تفتیش کی حاجت نہیں ہاں موجبِ زیادتِ بصیرت بے شک ہے بلکہ بعض اوقات قرآن کریم کے اسرار مخفیہ کی طرف لغت کھولنے سے توجہ پیدا ہو جاتی ہے اور ایک بھید کی بات نکل آتی ہے۔

۶...... روحانی سلسلہ کے سمجھنے کے لئے سلسلۂ جسمانی ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ کے دونوں سلسلوں میں بکلی تطابق ہے۔

۷...... وحی ولایت اور مکاشفاتِ محدثین ہیں اور یہ معیار گویا تمام معیاروں پر حاوی ہے کیونکہ صاحبِ وحی محدثیت اپنے نبی متبوع کا پورا ہمرنگ ہوتا ہے اور بغیر نبوت اور تجدید احکام کے وہ سب باتیں اس کو دی جاتی ہیں جو نبی کو دی جاتی ہیں اور اس پر یقینی طور پر سچی تعلیم ظاہر کی جاتی ہے اور نہ صرف اس قدر بلکہ اس پر وہ سب امور بطورِ انعام و اکرام کے وارد ہو جاتے ہیں جو نبی متبوع پر وارد ہوتے ہیں، سو اس کا بیان محض اٹکل نہیں ہوتا بلکہ وہ دیکھ کر کہتا ہے اور سن کر بولتا ہے اور یہ راہ اس امت کے لئے کھلی ہے۔ (۱۷۴)

یاد رہے کہ جماعتِ احمدیہ کے جتنے بھی مفسرین ہیں وہ اس آخری اصول میں زیادہ رنگے ہوئے نظر آتے ہیں جس کی وجہ سے ان لوگوں نے قرآنِ مجید میں بہت سی

خطرناک تحریفات کردی ہیں اور جماعتِ احمدیہ کے ہاں یہ نظریہ پایا جاتا ہے کہ جماعت کے مفسرین کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان پر قرآنِ مجید کے مطالب ومفہوم کو واضح کرتا ہے۔

باقی رہی مرزا غلام احمد کی کتاب ''تذکرہ'' کی بات تو یہ مرزا غلام احمد پر نازل ہونے والی وحیوں اور الہامات کا مجموعہ ہے۔ مرزا غلام احمد کا دعویٰ ہے کہ اس میں موجود تمام وحیاں اللہ کی طرف سے اس پر نازل ہوئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قادیانی اس کتاب میں موجود ہر وحی کو ''وحی مقدس'' کا درجہ دیتے ہیں۔

﴿حوالہ جات﴾

۱...... قادیانی، غلام احمد، مرزا، روحانی خزائن (نظارت اشاعت، ربوہ) ۱۳/۴۔

۲...... روحانی خزائن، ۱۱/۲۸۳۔

۳...... روحانی خزائن، ۱۳/۵، ۶۔

۴...... روحانی خزائن، ۱۳/۶، ۷۔

۵...... قادیانی، غلام احمد، مرزا، کتاب البریہ (نظارت اشاعت، ربوہ) ص:۹۔

۶...... روحانی خزائن، ۱۳/۸۔

۷...... اشتہار مرزا قادیانی، ۲۲/مارچ ۱۸۹۷ء۔

۸...... قادیانی، غلام احمد، مرزا، برکات خلافت (نظارت اشاعت، ربوہ) ص:۶۵۔

۹...... قادیانی، مرزا غلام احمد، ازالۂ اوہام (ناشر: شیخ نور احمد ملک) ص:۸۴۹۔

۱۰...... قادیانی، غلام احمد، مرزا، تریاق القلوب (ناشر: حکیم فضل الدین بھیروی، ۱۹۰۲ء) ص:۲۶۔

۱۱...... قادیانی، غلام احمد، مرزا، ضرورت الامام (نظارت اشاعت، ربوہ) ص:۲۳۔

۱۲...... قاسم علی، مولوی، تبلیغ رسالت (اشاعت: ۱۹۱۸ء) ص:۵۔

۱۳...... تبلیغ رسالت، ۱۰/۱۲۴، اشتہار مورخہ ۷ مئی ۱۹۰۷ء۔

۱۴...... الفضل قادیان، ۳۰/جنوری ۱۹۴۵ء بیان مرزا بشیر الدین محمود احمد۔

۱۵...... احمد، خالد شبیر، تاریخ محاسبہ قادیانیت (لائل پور پرنٹنگ پریس، فیصل آباد، ۱۹۷۹ء) ص:۳۲۔

۱۶...... سمیع الحق، مولانا، قادیان سے اسرائیل تک (موتمر المصنفین، پشاور) ص:۲۳۔

۱۷...... قادیان سے اسرائیل تک، ص:۲۵۔

۱۸...... المؤمن (۴۰) ۱۵۔

۱۹...... عثمانی، شبیر احمد، علامہ، تفسیر عثمانی جدید (مترجم حضرت محمود حسن) (ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان) ص:۹۷۷۔

۲۰...... آل عمران (۳) ۱۷۹۔

۲۱...... ندوی، علامہ سید سلیمان، سیرت النبی ﷺ (نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۷۲ء) ۴/۷

۲۲...... مودودی، سید ابوالاعلیٰ، سیرت سرور عالم ﷺ (ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۸۳ء) ۱/۲۷۲

۲۳...... خان، امیر علی، حیات انبیاءؑ کا انسائیکلوپیڈیا (مشتاق بک کارنر، لاہور) ص:۴۵۔

۲۴...... ابراہیم مصطفیٰ، المعجم الوسیط (مکتبۃ الشروق الدولیۃ، مصر، ط:۴، ۲۰۰۴ء) ۲/۸۹۶۔

۲۵...... ابن عباد، الصاحب (متوفی ۳۸۵ھ) المحیط فی اللغۃ (موقع الوراق) ۲/۲۷۳۔

۲۶...... الزبیدی، محب الدین ابوالفیض السید محمد مرتضی الحسینی الواسطی، تاج العروس من جواہر القاموس ۱۲۲/۱

۲۷...... الاصفہانی، الراغب، ابوالقاسم الحسین بن محمد بن المفضل، مفردات الفاظ القرآن (المکتبہ المرتضویہ، ۱۹۷۹ء) ص: ۵۰۰۔

۲۸...... ایضاً، ۵۰۱۔

۲۹...... المنجد، عربی اردو، ص: ۳۸۴۔

۳۰...... بغدادی، ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر التمیمی، اصول الدین (المکتبہ العثمانیہ، لاہور، ۱۲۹۹ھ) ص: ۱۵۴

۳۱...... ابن کثیر، عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمرو دمشقی، حافظ علامہ، تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر ابن کثیر (دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۸ء) ۴۹۴،۴۹۳/۳۔

۳۲...... آلوسی، ابوالفضل شہاب الدین السید محمود، تفسیر روح المعانی، (دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۴ء) ۲۳/۲۲۔

۳۳...... کاندھلوی، مولانا محمد ادریس، احتساب قادیانیت (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان، ۲۰۰۲ء) ۱۱۱،۹۸/۲

۳۴...... سیرت النبی ﷺ، ص: ۴۲، ۴۳۔

۳۵...... سیرت النبی ﷺ، ۷/۴۔

۳۶...... سورۃ جمعہ (۶۲) ۲۔

۳۷...... محمد شفیع، معارف القرآن (ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۷۷ء) ۴۴۳/۶۔

۳۸...... فضل الرحمٰن، سید، احسن البیان فی تفسیر القرآن (زوار اکیڈمی، کراچی، ۲۰۰۷ء) ۴۸/۸۔

۳۹...... سورۃ بقرہ (۲) ۷۔

۴۰...... سورۃ الانعام (۶) ۴۶۔

۴۱...... سورۃ یٰسین (۳۶) ۶۵۔

۴۲...... سورۃ جاثیہ (۴۵) ۲۳۔

۴۳...... سورۃ شوریٰ (۴۲) ۲۴۔

۴۴...... سورۃ مطففین (۸۳) ۲۵۔

۴۵...... ایضاً، ۲۶۔

۴۶...... مفردات الفاظ القرآن، ۲۸۸/۱۔

۴۷...... ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، ابوالفضل، الافریقی، لسان العرب (دار صادر، بیروت) ۱۶۴/۱۲

۴۸...... الجوہری، ابوالنصر اسماعیل بن حماد، الصحاح فی اللغۃ (موقع الوراق) ۱۸۶/۵۔

۴۹...... پٹیالوی، محمد عبدالغنی، مولانا، اسلام اور قادیانیت ایک تقابلی مطالعہ (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان، ۱۹۸۷ء) ص: ۳۔

۵۰...... پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن (ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور) ۶۸/۴۔

۵۱...... کاشمیری، شورش، اقبال اور قادیانیت (مکتبہ چٹان، لاہور) ص: ۳۵۔

۵۲...... الاحزاب (۳۳) ۴۰۔

۵۳...... تفسیر ابن عباس، ۱/ ۴۴۱۔

۵۴...... ثعلبی، احمد بن محمد بن ابراہیم، ابو اسحاق، الکشف والبیان المعروف تفسیر ثعلبی (دار احیاء التراث العربی، بیروت) ۵۱/۸۔

۵۵...... کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، معارف القرآن (مکتبہ عثمانیہ، لاہور) ص: ۵۱۵۔

۵۶...... معارف القرآن، ۱۶۴/۷۔

۵۷...... چنیوٹی، منظور احمد، مولانا، رد قادیانیت کے زریں اصول (ادارہ مرکز دعوۃ و ارشاد، چنیوٹ، ۲۰۰۱ء) ص: ۳۶۵۔

۵۸...... چشتی، یوسف سلیم، احتساب قادیانیت (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان، ۲۰۰۲ء) ۱۸/۲۔

۵۹...... سلطان محمود، مولانا، ضرورت رسالت (مکتبہ حسینیہ، سرگودھا، ۱۴۰۵ھ) ص: ۷۱، ۷۲۔

۶۰...... خالد محمود، ڈاکٹر، عقیدۃ الامت فی معنی ختم نبوت (ادارۃ المعارف، لاہور، ۱۹۹۵ء) ص: ۸۵، ۸۶۔

۶۱...... البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل (دارالسلام، ریاض، ۱۹۹۹ء) ص: ۵۸۲۔

۶۲...... ظہیر، احسان الٰہی، علامہ، القادیانیہ (الدعوۃ والارشاد، الریاض، ۱۴۰۲ھ) ص: ۲۸۰، ۲۸۱۔

۶۳...... محمد شفیع، معارف القرآن، ۱۶۶/۷، ۱۶۷۔

۶۴...... ضرورت رسالت، ص: ۷۹۔

۶۵...... شجاع آبادی، محمد اسماعیل، بحوالہ خطبات ختم نبوت (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان) ۲۵۷/۱، ۲۵۸

۶۶...... الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ طبری (دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۱ء) ۲۴۴/۳۔

۶۷...... الھندی، علاؤ الدین، کنز العمال (ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان) ۲۲۵/۷۔

۶۸...... ابن حجر، شہاب الدین، الخیرات الحسان فی مناقب الامام اعظم ابی حنیفہ النعمان (مطبعہ المدنی، قاہرہ، ۱۳۱۵ھ) ص: ۱۱۹۔

۶۹...... عیاض بن موسیٰ، قاضی شافعی، الشفاء بتعریف حقوق مصطفیٰ (دار الکتاب العربی، بیروت) ۲۷۰/۲، ۲۷۱

۷۰...... سیوطی، جلال الدین، علامہ، تفسیر جلالین (دار الحدیث، قاہرہ، ط: ۱) ص: ۳۵۵۔

۷۱...... ملا علی قاری، شرح فقہ اکبر (مطبع مجتبائی، دہلی) ص: ۲۰۲۔

۷۲...... مریم (۱۹) ۳۴۔

۷۳...... مریم (۱۹) ۲۰۔

۷۴...... التحریم (۶۶) ۱۲۔

۷۵...... مریم (۱۹) ۲۲۔

۷۶...... مریم (۱۹) ۲۳۔

۷۷...... مریم (۱۹) ۲۳۔

۷۸...... مریم (۱۹) ۲۵۔

۷۹...... مریم (۱۹) ۲۷۔

۸۰...... مریم (۱۹) ۲۷۔

۸۱...... مریم (۱۹) ۳۰۔

۸۲...... مریم (۱۹) ۳۴۔

۸۳...... مریم (۱۹) ۳۴۔

۸۴...... آل عمران (۳) ۴۵۔

۸۵...... آل عمران (۳) ۴۵۔

۸۶...... نساء (۴) ۱۷۱۔

۸۷...... آل عمران (۳) ۴۹۔

۸۸...... آل عمران (۳) ۴۹۔

۸۹...... آل عمران (۳) ۴۹۔

۹۰...... آل عمران (۳) ۴۹۔

۹۱...... آل عمران (۳) ۴۹۔

۹۲...... آل عمران (۳) ۵۴۔

۹۳...... آل عمران (۳) ۵۵۔

۹۴...... متقی، علاء الدین، کنز العمال (ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان) ۱۴/۲۶۶، حدیث نمبر ۳۸۶۷۱

۹۵...... احمد بن حنبل، مسند امام احمد بن حنبل (مؤسسۃ الرسالہ، ۱۹۹۹ء) ۶/۴۳۷۔

۹۶...... کنز العمال، ۱۴/۶۱۸، حدیث نمبر ۳۹۷۲۶۔

۹۷...... سیوطی، عبد الرحمٰن، جلال الدین، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور (دار الفکر، بیروت) ۷/۴۸۴۔

۹۸...... ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، باب خروج المهدی (قدیمی کتب خانہ، کراچی) ص: ۳۰۰۔

۹۹...... ابوداؤد، سلیمان بن اشعث بن اسحاق، السجستانی، السنن، کتاب المہدی (دارالسلام للنشر والتوزیع، ریاض، ۱۴۲۰ھ، ط:۱) ۱۳۱/۲۔

۱۰۰...... سنن ابن ماجہ، باب خروج المہدی، ص:۳۰۰۔

۱۰۱...... ابوداؤد، کتاب المہدی، ۱۳۱/۲۔

۱۰۲...... ایضاً۔

۱۰۳...... الصنعانی، عبد الرزاق بن ھمام، مصنف عبد الرزاق، باب الدجال (مجلس العلمی، الھند، ۱۴۰۳ھ) ۳۳۵/۱۰۔

۱۰۴...... ابوداؤد، کتاب المہدی، ۱۳۱/۲۔

۱۰۵...... قادیانی، غلام احمد، مرزا، تذکرہ مجموعہ الہامات، (نظارت اشاعت، ربوہ) ص:۴۰، ۴۱۔

۱۰۶...... روحانی خزائن، ۵۰/۱۶، ۵۱۔

۱۰۷...... روحانی خزائن، ۲۱۰/۱۸۔

۱۰۸...... روحانی خزائن، ۶/۲۲، ۷۔

۱۰۹...... روحانی خزائن، ۲۰۷/۱۸۔

۱۱۰...... روحانی خزائن، ۵۳/۱۶۔

۱۱۱...... روحانی خزائن، ۵۶/۱۶۔

۱۱۲...... روحانی خزائن، ۵۹۳۱۔

۱۱۳...... روحانی خزائن، ۲۳۱/۱۸۔

۱۱۴...... قادیانی، غلام احمد، مرزا، دافع البلاء ومعیار اہل الاصطفاء، (ناشر: حکیم فضل الدین بھیروی، ۱۹۰۲ء) ص:۶

۱۱۵...... قادیانی، غلام احمد، مرزا، کشتی نوح (ناشر: حکیم فضل الدین بھیروی، ۱۹۰۲ء) ص:۶۔

۱۱۶...... کشتی نوح، حاشیہ ص:۷۳۔

۱۱۷...... قادیانی، غلام احمد، مرزا، ملفوظات (نظارت اشاعت، ربوہ) ۴۲۳/۲۔

۱۱۸...... الہامی قاتل نمبر ۱، ۵/۱۸۔

۱۱۹...... دوست محمد شاہد، تاریخ احمدیت (ادارۃ المصنفین، ربوہ) ۱۸۷/۲۔

۱۲۰...... قادیانی، غلام احمد، مرزا، تریاق القلوب (نظارت اشاعت، ربوہ) ص:۳۹۸۔

۱۲۱...... تاریخ احمدیت، ۱۹۵/۲۔

۱۲۲...... بدر، ۴ جولائی، ۱۹۱۲ء، تقریر احمدیہ بلڈنگ، ج ۱۲، شمارہ نمبر ۱، ص:۷۔

۱۲۳...... بدر، ۴ جولائی، ۱۹۱۲ء، تقریر احمدیہ بلڈنگ، ج ۱۲، شمارہ نمبر ۲، ص:۴۔

۱۲۴...... بدر، ۴ جولائی، ۱۹۱۲ء، تقریر احمدیہ بلڈنگ، ج ۱۲، شمارہ نمبر ۱، ص: ۶۔

۱۲۵...... حقیقۃ الوحی، ص: ۹۵۔

۱۲۶...... الفضل، قادیان، جلد ۳ نمبر ۳۸، ۳۹، ۷ ستمبر ۱۹۱۵ء۔

۱۲۷...... پیغام صلح، جلد ا نمبر ۲۰، ۷ ستمبر ۱۹۱۳ء۔

۱۲۸...... ریویو آف ریلیجنز، مولوی محمد علی، جلد ۳ نمبر ۱۱، ص: ۴۱۱۔

۱۲۹...... ریویو آف ریلیجنز، (شیر علی کا مضمون ''انبیاء عالم'') جلد ۹ نمبر ۷، جولائی ۱۹۱۰ء۔

۱۳۰...... ازالۂ اوہام، حصہ دوم، حاشیہ، ص: ۷۲۲۔

۱۳۱...... مرزا البشیر احمد ایم اے، کلمۃ الفصل (نظارت اشاعت، ربوہ) ص ۱۷۳۔

۱۳۲...... ملفوظات، ۴/ ۳۸۳۔

۱۳۳...... ازالۂ اوہام، حاشیہ ص: ۲۷۷۔

۱۳۴...... غلام احمد، مرزا، تفسیر (ادارۃ المصنفین، ربوہ) ۴/ ۵۹۷۔

۱۳۵...... تذکرہ، ص: ۷۷۔

۱۳۶...... حقیقۃ الوحی، ص: ۲۲۰۔

۱۳۷...... التھانوی، محمد علی، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم (مکتبہ لبنان، بیروت، ۱۹۹۶) ۱/ ۳۹۱۔

۱۳۸...... سورۃ المدثر (۷۴) ۳۴۔

۱۳۹...... کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، ج ۱/ ۳۹۱۔

۱۴۰...... لسان العرب ۶/ ۳۶۱۔

۱۴۱...... علی بن سلیمان العبید، تفسیر القرآن العظیم (ریاض، مکتبۃ التوبہ، ۲۰۱۰ء) ص: ۱۶۔

۱۴۲...... الزرکشی، بدر الدین، البرہان فی علوم القرآن (تحقیق ابوالفضل ابراہیم، قاہرہ: مکتبہ دار التراث، ۱۹۵۷ء) ص: ۱۳۔

۱۴۳...... السیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن (دار الفکر، سعودیہ، ط: ۱) ۴/ ۱۹۴۔

۱۴۴...... زرقانی، محمد عبد العظیم، مناہل العرفان (دار احیاء التراث العربی بیروت) ۱/ ۴۷۱۔

۱۴۵...... سورۃ النساء (۴) ۸۲۔

۱۴۶...... سورۃ محمد (۴۷) ۲۴۔

۱۴۷...... ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، مقدمہ فی اصول التفسیر (وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ، قطر، ۲۰۰۹ء) ص: ۳۲۔

۱۴۸...... البقرہ (۲) ۱۸۷۔

۱۴۹...... الاتقان فی علوم القرآن، ج ۲/ ۴۲۲۔

۱۵۰...... ایضاً، ج ۲/ ۴۲۱ تا ۴۲۲۔

۱۵۱...... ایضاً، ج ۲/ ۴۲۱ تا ۴۲۲۔

۱۵۲...... مقدمہ تفسیر ابن کثیر، ج ۱/ ۴۔

۱۵۳...... مناہل العرفان، ج ۱/ ۴۸۰۔

۱۵۴...... سورۂ فاتحہ (۱) ۵، ۶۔

۱۵۵...... سورۃ النساء (۴) ۶۹۔

۱۵۶...... سورۂ مائدہ (۵) ۶۔

۱۵۷...... سورۂ احزاب (۳۳) ۳۳۔

۱۵۸...... ابوداؤد، السنن ۲/ ۵۰۵۔

۱۵۹...... تفسیر ابن کثیر، ج ۱/ ۹۔

۱۶۰...... حاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک (دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۸ء) ۲/ ۲۵۸۔

۱۶۱...... تفسیر ابن کثیر، ج ۱/ ۹۔

۱۶۲...... تفسیر ابن کثیر، ۱/ ۴۔

۱۶۳...... عثمانی، محمد تقی، علوم القرآن (مکتبہ دار العلوم، کراچی، ۱۳۹۶ھ، ط: ۱) ص: ۳۴۶۔

۱۶۴...... الزرکشی، البرہان فی علوم القرآن، ج ۲/ ۱۷۲۔

۱۶۵...... ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، المسند (مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۲۱ھ) حدیث نمبر: ۲۳۹۷، ۴/ ۲۲۵

۱۶۶...... تفسیر ابن کثیر، ۱/ ۴۔

۱۶۷...... الاتقان فی علوم القرآن ۲/ ۴۰۳۔

۱۶۸...... مناہل العرفان، ۱/ ۵۴۹۔

۱۶۹...... الاتقان فی علوم القرآن، ج ۲، ص ۱۸۳۔

۱۷۰...... مناہل العرفان فی علوم القرآن، تلخیص ص: ۵۳۸، ۵۴۲۔

۱۷۱...... الذہبی، محمد حسین، التفسیر والمفسرون (دار الکتب العربی، قاہرہ، ۱۹۶۲ء) ۳، تلخیص ص ۵۳۸، ۵۴۲

۱۷۲...... طنطاوی جوہری، الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم (الجواہر البابی الحلبی، مصر، ۱۳۴۳ھ) ۱، المقدمہ

۱۷۳...... واقعہ (۵۶) ۸۰۔

۱۷۴...... برکات الدعاء، ص ۱۶، ۱۸۔

باب دوم

مرزا غلام احمد قادیانی

''مرزا صاحب سے میری قریبی رشتہ داری ہے۔ آخر میں نے کیوں نہ اسے مان لیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس کے حالات سے اچھی طرح واقف ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ ایک دکان ہے جو لوگوں کو لوٹنے کے لئے کھولی گئی ہے۔ میں مرزا کے قریبی رشتہ داروں میں سے ہوں میں اس کے حالات سے خوب واقف ہوں۔ اصل میں آمدنی کم تھی بھائی نے جائیداد سے بھی محروم کردیا اس لئے یہ دکان کھول لی ہے۔ آپ لوگوں کے پاس کتابیں اور اشتہار پہنچ جاتے ہیں آپ سمجھتے ہیں کہ پتا نہیں کتنا بڑا بزرگ ہوگا۔ پتا تو ہم کو ہے جو دن رات اس کے پاس رہتے ہیں۔ یہ باتیں میں نے آپ کی خیرخواہی کے لئے آپ کو بتائی ہیں۔'' (مرزا شیر علی صاحب جو رشتے میں مرزا غلام احمد کے سالے اور مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا فضل احمد کے خسرو تھے۔ بہشتی مقبرہ کے قریب بیٹھ کر آنے والے لوگوں کو یہ سمجھایا کرتے تھے) (۱)

پیدائش

مرزا غلام احمد کی پیدائش سکھ حکومت کے آخری عہد میں پنجاب ضلع گورداسپور کے ایک قصبے میں ہوئی۔ یہ قصبہ امرتسر کے شمال مشرق میں ریلوے لائن پر ایک پرانے شہر بٹالہ سے صرف گیارہ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ مرزا غلام احمد کی تاریخ پیدائش اگرچہ صاف اور واضح نہیں تاہم ان کی اپنی کتابوں میں پیدائش کے بارے میں تذکرہ موجود ہے اس کے بارے میں مرزا غلام احمد خود یوں بیان کرتا ہے: ''اب میری ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ سترہ برس میں تھا۔ ابھی ریش و بروت کا آغاز نہیں ہوا تھا (۲) سن پیدائش کے بارے میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ مرزا بشیر الدین محمود نے جو سپاسنامہ ۱۹۲۲ء میں حکومت برطانیہ کو پیش کیا تھا اس میں اس نے مرزا غلام احمد کا سن ولادت ۱۸۳۶ء تحریر کیا ہے جس حساب سے ۱۸۵۷ء کی جنگ

آزادی کے وقت مرزا غلام احمد کی عمر ۲۱ برس بنتی ہے۔ شیخ محمد اکرم نے مرزا صاحب کی تاریخ پیدائش ۱۸۳۷ء تحریر کی ہے۔ (۳)

تعلیم

مرزا غلام احمد نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر ہی حاصل کی بچپن کے زمانے میں اس کی تعلیم کچھ اس طرح سے ہوئی کہ جب مرزا چھ سال کا ہوا تو ایک فارسی معلم رکھا گیا جس نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مرزا کو پڑھائیں۔ اس کے بعد ایک عربی خواں مولوی اس کی تربیت کے لئے مقرر کئے گئے ایک شیعہ عالم مولوی گل علی شاہ سے فلسفہ، منطق اور حکمت کی کتابوں کا درس لیا اور بعض طبابت کی کتابیں مرزا نے اپنے والد سے پڑھیں لیکن یہ سلسلہ تدریس ادھورا رہا جس کی وجہ مرزا غلام احمد کچھ یوں بیان کرتے ہیں: ''ان دنوں مجھے کتابوں کو دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا میں دنیا میں نہ تھا۔ میرے والد مجھے بار بار ہدایت کرتے تھے کہ کتابوں کا مطالعہ کم کرنا چاہیے کیونکہ وہ ڈرتے تھے کہ کہیں میری صحت میں فرق نہ آوے۔ نیز ان کا مطلب یہ بھی تھا کہ میں اس شغل سے الگ ہو کر ان کے غموم و ہموم میں شریک ہو جاؤں۔ آخر ایسا ہی ہوا میرے والد اپنے آباؤ اجداد کے دیہات دوبارہ لینے کے لئے انگریز عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے۔ انہوں نے ان ہی مقدمات میں مجھے بھی لگا دیا ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سا وقت عزیز میرا ان بیہودہ جھگڑوں میں ضائع ہو گیا۔ اس کے ساتھ والد موصوف نے زمینداری امور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہیں تھا۔ (۴)

مرزا غلام احمد اپنی ایک اور کتاب میں یوں لکھتے ہیں: ''حالت فاسدہ زمانہ کی یہی چاہتی ہے کہ ایسے گندے زمانہ میں جو امام الزمان آوے وہ خدا کے حکم سے مہدی ہو اور دینی امور میں کسی کا شاگرد نہ ہو اور نہ کسی کا مرید ہو اور عام علوم و معارف خدا سے پانے والا ہو، نہ علم دین میں کسی کا شاگرد ہو اور نہ امور فقر میں کسی کا مرید۔'' (۵)

لیکن مرزا بشیر احمد مرزا غلام احمد کے بارے میں لکھتے ہیں'' آپ (مرزا غلام

احمد) کے استاذ فضل الٰہی قادیان کے باشندہ حنفی تھے، دوسرے استاذ فضل احمد فیروز والا ضلع گوجرانوالہ کے باشندہ اہلحدیث تھے اور تیسرے استاذ سید گل علی شاہ بٹالہ کے باشندہ اور شیعہ تھے۔(۶)

ملازمت

پروفیسر محمود غازی صاحب ''ماھنامہ نقیب ختم نبوت'' میں اس کے بارے میں لکھتے ہیں ''مرزا صاحب ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں حاصل کرنے کے بعد سیالکوٹ میں ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں جونیئر کلرک کی حیثیت سے ملازم ہو گئے جہاں انہیں پندرہ روپے ماہانہ تنخواہ ملتی تھی بعض اہل قلم نے لکھا ہے کہ مرزا کو گھر کا کچھ مال غبن کرنے کی پاداش میں ان کے باپ نے گھر سے نکال دیا تھا اور اسی وجہ سے انہیں قادیان سے نکلنے اور سیالکوٹ میں معمولی سی ملازمت اختیار کرنے پر مجبور ہونا پڑا تقریبا چار سال تک انہوں نے یہ ملازمت کی اور ۱۸۶۸ء میں اسے خیر باد کہا اس چار سال کے عرصہ میں انگریزی زبان کے سکھانے کے کورس میں جو برطانوی افسروں نے اپنے ہندوستانی ملازمین کے فائدے کے لئے جاری کیا تھا تعلیم حاصل کر کے انگریزی زبان میں شد بد پیدا کر لی زبان دانی کے اس ابتدائی معیار میں اپنی کامیابی سے وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے مقامی عدالتی ملازمتوں کے لئے اہل قرار دیئے جانے کے لئے ایک مختصر امتحان میں شرکت کی لیکن وہ امتحان میں ناکام ہو گئے اور عدالتی عہدہ دار نہ بن سکے۔''(۷)

مرزا غلام احمد کے اخلاق و عادات اور ذہنی کیفیت

ذیل کی سطور میں اس امر پر روشنی ضروری ہے کہ جس شخص نے دعویٰ نبوت کیا اس کے اخلاق و عادات نیز اس کی ذہنی کیفیت کیسی تھی؟

کہا جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد بچپن ہی سے سادہ لوح تھا۔ دنیا کی چیزوں سے ناواقفیت اور استغراقی کیفیت شروع سے ہی اس میں نمایاں تھی۔ مرزا اپنی سادگی کا قصہ خود یوں سناتا ہے کہ ''جب میں بچہ تھا تو ایک دفعہ بعض بچوں نے مجھے کہا کہ جاؤ گھر سے میٹھا لاؤ میں گھر آیا اور بغیر کسی سے پوچھے ایک برتن میں سفید بورا جیبوں میں بھر کر

باہر لے گیا اور راستہ میں ایک مٹھی بھر منہ میں ڈال لی۔ بس کیا تھا میرا دم رک گیا اور بڑی تکلیف ہوئی کیونکہ معلوم ہوا کہ جسے میں نے سفید بورا سمجھ کر جیبوں میں بھرا تھا وہ بورا نہیں بلکہ پسا ہوا نمک تھا۔ (۸) ایک جگہ پر مرزا غلام احمد اپنے بچپن کی سادہ باتوں کو کچھ یوں بیان کرتا ہے کہ "ہم بچپن میں چڑیاں پکڑا کرتے تھے اور چاقو نہ ہوتا تو تیز سرکنڈے سے حلال کر لیتے تھے (۹) مرزا بشیر احمد اپنے والد غلام احمد کے بچپن کی سادگی کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ایک دفعہ گھر میں مرغی کے چوزہ ذبح کرنے کی ضرورت پیش آئی اور اس وقت گھر میں کوئی اور اس کام کو کرنے والا نہ تھا۔ اس لئے مرزا صاحب اس چوزہ کو ہاتھ میں لے کر خود ذبح کرنے لگے مگر بجائے چوزہ کی گردن پر چھری پھیرنے کے غلطی سے اپنی انگلی کاٹ ڈالی جس سے بہت خون بہ گیا اور آپ توبہ توبہ کرتے ہوئے چوزہ چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے پھر وہ چوزہ کسی اور نے ذبح کیا۔ (۱۰)

مرزا غلام احمد ویسے تو ٹھیک ٹھاک تھا۔ مگر بشیر احمد اپنے والد کے بارے میں لکھتا ہے کہ "ایک دفعہ والد صاحب (غلام احمد قادیانی) اپنے چوبارے کی کھڑکی سے گر گئے اور دائیں بازو پر چوٹ آئی چنانچہ آخر عمر تک ہاتھ کمزور رہا اس ہاتھ سے لقمہ منہ تک تو لے جاتے مگر پانی کا برتن منہ تک نہیں اٹھا سکتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ نماز میں بھی آپ کو دایاں ہاتھ سہارے سے سنبھالنا پڑتا تھا۔" (۱۱)

آخر عمر میں مرزا کے دانتوں کو بھی کیڑا لگ گیا تھا جس کی وجہ سے اس کو تکلیف رہتی تھی ذیل کی سطور میں مرزا صاحب کی عادات پر روشنی ڈالی جائے گی کہ ان کے پہننے، اوڑھنے اور کھانے پینے کی کیا عادات تھیں۔

"مرز غلام احمد کپڑوں کے معاملے میں بھی کوئی دلچسپی نہ رکھتا تھا۔ اس کا لباس آخری عمر میں چند سال بالکل گر وضع کا ہی رہتا تھا۔ یعنی کوٹ، صدری اور پاجامہ گرمیوں میں گرم رکھتا تھا۔ یہ سب علالت کے باعث تھا۔ سردی اس کے لئے موافق نہ تھی اس لئے اکثر گرم کپڑے پہنا کرتا تھا۔ بلکہ گرمیوں میں نیچے ململ کا کرتہ رہتا تھا بجائے گرم کرتے کے صدری گھر میں اکثر پہنے رہتا مگر کوٹ عموماً باہر جاتے وقت ہی پہنتا اور سردی کی زیادتی کے دنوں میں اوپر تلے دو دو کوٹ بھی پہنا کرتا۔ جرابیں بھی استعمال کرتا تھا مگر زیادہ سردی میں دو دو جرابیں بھی اوپر تلے چڑھا لیتا تھا۔ مرزا

قادیانی کے کپڑوں کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کوٹ، صدری، ٹوپی عمامہ رات کو اتار کر تکئے کے نیچے رکھ لیتا اور رات بھر تمام کپڑے جنہیں محتاط لوگ شکن اور میل سے بچانے کو الگ کھونٹی پر ٹانگ دیتے ہیں وہ بستر پر سر اور جسم کے نیچے ملے جاتا تھا اور صبح کو ان کی حالت ایسی ہو جاتی کہ اگر کوئی فیشن کا دلدادہ اور سوٹ کا دشمن ان کو دیکھ لے تو سر پیٹ لے۔" (۱۲) مرزا قادیانی صدری کی جیب میں یا بعض اوقات کوٹ کی جیب میں رومال رکھتا تھا۔ اس کے پاس ہمیشہ رومال ہوتا اسی کے کونوں میں اپنی ادویہ اور ضروری خطوط وغیرہ باندھ لیتا اور اسی رومال میں نقدی وغیرہ اور نذرانے جو لوگ پیش کرتے باندھ لیا کرتا۔

مرزا قادیانی کو سیر کا بھی بہت شوق تھا صبح نماز کے بعد مسجد میں بیٹھ کر احباب کو اپنے الہامات سنایا کرتا تھا۔ پھر گھر جاتا اور آٹھ بجے کے قریب گھر سے باہر نکلتا۔ پہلے چوک میں مہمانوں کا انتظار کرتا پھر مولوی نورالدین کو اطلاع بھجواتا۔ مولوی صاحب جو بھی کام کر رہا ہوتا وہیں چھوڑ کر حاضر ہو جاتا۔ یوں معلوم ہوتا کہ وہ مرزا کے حکم کا انتظار کر رہا تھا۔ مرزا کے ساتھ سیر کرنے والوں کا ہجوم ہوتا۔ مرزا بشیرالدین محمود اپنے والد کے بارے میں لکھتا ہے کہ "حضرت مسیح موعود السلام سیر کے لئے تشریف لے جاتے تو لوگ آپ کے ساتھ چلے جاتے آپ کی باتیں سنتے لیکن بعد میں لوگوں کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ لوگوں کے پیر لگنے کی وجہ سے کبھی آپ کی چھڑی گر جاتی اور کبھی آپ کی جوتی اتر جاتی۔ پھر مرزا صاحب نے کہا اب ہمارا کام ختم ہو گیا ہے اب تو جماعت اتنی بڑھ بڑھ گئی ہے کہ سیر کرنا مشکل ہو گیا ہے۔" (۱۳)

نبوت کا دعوے دار مرزا غلام احمد کی دماغی کیفیت بھی ٹھیک نہیں تھی اس لئے اب ذرا مرزا غلام احمد کی دماغی کیفیت پر بھی ایک نظر ڈالتے ہیں۔

مرزا کو ویسے تو کئی امراض لاحق تھے مثلاً سر درد، کثرت پیشاب اور دستوں کی بیماری اس کے علاوہ عصبی کمزوری اور خرابی حافظہ جیسے مرض لاحق تھے۔ لیکن اہم بیماری جس کی وجہ سے وہ یہ تمام دعوے کر بیٹھا مالیخولیا یا مراق کا مرض لاحق تھا۔ مراق کے اسباب میں سب سے بڑا سبب ورثہ میں ملا ہوا میلان اور عصبی کمزوری ہے اور عصبی امراض ورثے میں ملتے ہیں جو لمبے عرصے تک خاندان میں چلتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد

اسماعیل نے مرزا کے صاحب زادے سے بیان کیا کہ "میں نے کئی دفعہ مسیح موعود السلام سے سنا ہے کہ مجھے ہسٹریا ہے بعض اوقات مراق بھی فرمایا کرتا تھا۔" (۱۴)

مرزا غلام احمد کو دوسری بیماریوں کے علاوہ ذیابیطس کا مرض بھی لاحق تھا۔ جس کے علاج کے لئے وہ افیون کا استعمال کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ افیون کو دوا کے رنگ میں استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ مرزا غلام احمد تو یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ "بعض اطباء کے نزدیک وہ نصف طب ہے پس دواؤں کے ساتھ افیون کا استعمال بطور دوا نہ کہ بطور نشہ کسی رنگ میں بھی قابل اعتراض نہیں ہم میں سے ہر ایک شخص نے علم کے ساتھ یا بغیر علم کے ضرور کسی وقت افیون کا استعمال کیا ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تریاق الٰہی دوا خدا تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت بنائی اور اس کا ایک بڑا جز وافیون تھا اور یہ دوا کسی قدر اور افیون کی زیادتی کے بعد حضرت خلیفہ اول (حکیم نورالدین صاحب) کو حضرت (مرزا صاحب) چھ ماہ سے زائد تک دیتے رہے اور خود بھی وقتاً فوقتاً مختلف امراض کے دوروں کے وقت استعمال کرتے رہے۔" (۱۵) ان تمام تکالیف مثلاً سردرد، کمی خواب، تشنج دل، بدہضمی، اسہال، کثرت پیشاب اور مراق وغیرہ کا صرف ایک ہی باعث تھا عصبی کمزوری۔ (۱۶)

یہ بات بھی بڑی دلچسپ ہے کہ مرزا غلام احمد نے اپنی دو بیماریوں یعنی مراق اور ذیابیطس کو اپنے حق میں ایک دلیل بنا کر گھڑ لیا۔ انہوں نے لکھا ہے: "دیکھو میری بیماری کے متعلق بھی آنحضرت ﷺ نے پیش گوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا" کہ مسیح آسمان پر سے جب اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی، تو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی"۔ (۱۷)

باقی رہا مرزا غلام احمد کے اخلاق تو وہ مرزا غلام احمد کی کتابوں سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد اپنے مخالفین کو گالیاں دینے میں اور حکومت برطانیہ کی چاپلوسی کرنے میں مرزا غلام احمد کا کوئی مثل نہیں پایا جاتا۔ اور یہی باتیں اس کے اخلاق کو واضح کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ مرزا غلام احمد غیر محرم عورتوں سے خدمت کرانے کا بھی بہت شوقین تھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی وفات

مرزا نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو علماء اسلام دین کے مجاہد بن کر مرزا غلام احمد کی جھوٹی نبوت کے سامنے آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے۔ان علماء کی جماعت میں سے ایک مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔جنہوں نے ہر جگہ اپنے مباحثوں اور مباہلوں کے ذریعے نبوت کے دعویدار کو جھوٹا ثابت کیا۔مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ مرزا غلام احمد کو کذاب اور مفتری کے نام سے پکارتے تھے۔جب مرزا غلام احمد کے لئے یہ سب کچھ نا قابل برداشت ہو گیا تو اس نے ایک چال چلی اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کے لئے ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار جاری کیا جس میں فیصلہ خدا کے ہاتھ چھوڑا کہ وہی اسی دنیا میں جھوٹے اور سچے کو ثابت کرے گا اور جھوٹا سچے کی زندگی میں طاعون، ہیضہ جیسے مرض میں مبتلا ہو کر مرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے سچ کو ثابت کیا اور اشتہار کے ایک سال بعد ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا غلام احمد اسہال کی بیماری میں مبتلا ہو کر بمقام لاہور وفات پا گیا۔مرزا بشیر احمد اپنے والد کی وفات کے متعلق لکھتا ہے"حضرت مسیح موعود ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء یعنی پیر کی شام کو بالکل اچھے تھے۔رات کو عشاء کی نماز کے بعد خاکسار باہر سے مکان میں آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ والدہ صاحبہ کے ساتھ پلنگ پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔میں اپنے بستر پر جا کر لیٹ گیا اور پھر مجھے نیند آ گئی۔رات کے پچھلے پہر صبح کے قریب مجھے جگایا گیا یا شاید لوگوں کو چلنے پھرنے اور بولنے کی آواز سے میں خود بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسہال کی بیماری سے سخت بیمار ہیں اور حالت نازک ہے معالج اور دوسرے لوگ کام میں لگے ہوئے ہیں۔جب میں نے پہلی نظر مسیح موعود پر ڈالی تو میرا دل بیٹھ گیا کیونکہ میں نے ایسی حالت آپ کی اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی اور میرے دل پر یہی اثر پڑا کہ یہ مرض الموت ہے۔" (۱۸)

مرزا غلام احمد کی موت نے دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ہی وفات پا گیا اور وہ بھی جیسا مرزا غلام احمد نے خود کہا"ایسا مرض جو خدا کے ہاتھوں سے ہو" یعنی قدرتی مرض جیسے طاعون اور ہیضہ تو مرزا غلام احمد ہیضہ کے مرض میں

مبتلا ہوا۔ اشتہار کے ایک سال بعد ہی مر گیا جبکہ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ تو مرزا غلام احمد کی موت کے بعد تقریباً ۴۰ سال بعد تک زندہ رہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی بطور مصنف

مرزا غلام احمد کی تحریروں میں نہ تو کوئی علمی رنگ پایا جاتا ہے نہ ادبی چاشنی۔ مسائل سے نمٹنے کا ان کا انداز بڑا پھسپھسا تھا۔ وہ اپنے مخالفین کو دل کھول کر کوستے اور کبھی کبھی گالیاں دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے (مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حروف تہجی کی ترتیب سے مرزا غلام احمد کی کچھ گالیاں جمع بھی کی ہیں جو "احتساب قادیانیت" جلد دوم میں موجود ہیں)۔ ان کی بہت سی تحریریں نام نہاد پیش گوئیوں سے بھری پڑی ہیں جو ان کے مخالفین کے بارے میں ہوتی ہیں۔

الغرض مرزا غلام احمد نے اپنے مشن کا آغاز سیالکوٹ میں عیسائیوں سے مذہبی مناظروں سے کیا۔ مرزا غلام احمد نے ان مناظروں کے ساتھ ساتھ پادریوں کے ساتھ تنہائی میں ملاقاتیں بھی کیا کرتے تھے پادریوں کی ان ملاقاتوں نے خاصی اہمیت حاصل کر رکھی تھی۔ مرزا غلام احمد اچانک بغیر کسی وجہ کے ملازمت چھوڑ کر قادیان آ گیا اور کچھ عرصہ گمنامی کی زندگی گزارنے کے بعد دوبارہ آریہ سماج، سناتن دھرم کے ساتھ مناظروں سے دوبارہ آغاز کرتا ہے۔ مرزا غلام احمد کی ۱۸۸۰ء کے بعد جو تصنیفات شائع ہوئیں ان میں اکثر مذاہب پر تھیں۔

مرزا غلام احمد نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک ضخیم کتاب کی تصنیف کا بیڑہ اٹھایا جس میں اسلام کی صداقت، قرآن کے اعجاز اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو بدلائل عقلی ثابت کیے جانے کا دعویٰ کیا گیا اور آریہ سماج، برہمو سماج اور مسیحیت کی تردید کا بھی دعویٰ کیا گیا۔ مرزا غلام احمد کی طرف سے اس کتاب کا نام براہین احمدیہ علیٰ حقیقۃ الکتاب اللہ القرآن والنبوۃ المعدیہ تجویز کیا گیا۔ اور یہ کتاب (جو اسلامی دلائل پر مشتمل ہے) پچاس جلدوں میں لکھنے کا دعوی کیا۔ اس کے بعد آپ کا ملک کے پڑھے لکھے لوگوں میں آپ کا انٹروڈکشن ہوا اور لوگوں کی نظریں اس دیہات میں رہنے والے گمنام شخص کی طرف حیرت کے ساتھ اٹھنی شروع ہوئیں جس نے اسلام کی حقانیت

کے متعلق ایک عظیم الشان کتاب لکھنے کا اعلان کیا۔ مرزا غلام احمد اپنی حالت کو یوں بیان کرتا ہے "یہ وہ زمانہ تھا کہ جس میں مجھے کوئی نہیں پہچانتا تھا نہ کوئی موافق تھا اور نہ مخالف کیونکہ اس زمانہ میں میں کچھ بھی چیز نہ تھا اور ایک احد من الناس گمنامی میں پوشیدہ تھا۔" (۱۹) مرزا غلام احمد نے اس کتاب کی اشاعت پورے اہتمام سے کی۔ بڑے وسیع پیمانے پر لوگوں سے پیسہ اکٹھا کیا۔ بالآخر جس کتاب کا لوگوں کو شدت سے انتظار تھا وہ چار حصوں میں منظر عام پر آ گئی۔ جس میں مرزا غلام احمد نے خدا کی طرف سے مامور ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور براہین کی پانچویں جلد تیئس سال بعد آئی جس کے بعد اعلان کیا گیا کہ "پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس کے پانچ پر اکتفا کیا گیا چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا۔" (۲۰)

اس سے بھی مرزا غلام احمد کی علمی قابلیت کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد کے نزدیک پانچ اور پچاس میں فرق ہی نہیں ہے۔ اس کتاب میں جہاد کی ممانعت اور حکومت برطانیہ کی خوب مدح سرائی کی گئی ہے۔ اور حکومت برطانیہ کی اطاعت میں ہی بقاء سمجھی گئی ہے۔ اور اس کے ساتھ ان لوگوں کی بھی خوب مذمت کی گئی ہے جو حکومت برطانیہ کے لئے مشکلات کا باعث بن رہے تھے گویا یہ کتاب جس مقصد کے لئے لکھی جانی تھی اس مقصد کو چھوڑ کر مرزا غلام احمد نے حکومت برطانیہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مرزا غلام احمد نے ان کی مدح سرائی میں لکھ دی۔ اس کے بعد مرزا غلام احمد کی شہرت ہونے کے ساتھ ساتھ اہل علم لوگوں میں مرزا غلام احمد کی ذات موضوع بحث بن گئی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی تفسیر کا تعارف

"میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کر کر ان کے پاس بھیجی جائے۔ میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے، دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔" (۲۱)

مگر افسوس مرزا غلام احمد اپنی زندگی میں قرآن مجید کی مکمل تفسیر نہیں لکھ سکا۔ جماعت احمدیہ نے بعد میں مرزا غلام احمد کے مختلف اقوال کو لے کر قرآن کی مکمل

تفسیر مرزا غلام احمد کے نام منسوب کردی ہے۔اس تفسیر میں بعض آیات قرآنی کو بالکل نظر انداز کردیا گیا ہے۔اس تفسیر میں اقوال کا بہت زیادہ تکرار پایا جاتا ہے۔مرزا صاحب کی اس تفسیر کو پڑھنا انتہائی خشک مشغلہ ہے کیونکہ نہ تو اقوال میں ربط ہے اور نہ کوئی علمی رنگ پایا جاتا ہے۔

مرزا غلام احمد نے اپنی زندگی میں سورہ فاتحہ کی تین تفاسیر لکھیں تھیں ''کرامات الصادقین، اعجاز المسیح'' یہ دونوں عربی زبان میں ہیں اور براہین احمدیہ میں سورہ فاتحہ کی اردو میں تفسیر کی ہے۔اب ان تینوں تفاسیر کو مرزا غلام احمد کی طرف منسوب تفسیر میں جمع کردیا ہے۔

مرزا غلام احمد کی طرف منسوب تفسیر مکمل بھی نہیں ہے اس میں بہت سی قرآنی آیات کی تفسیر کو مرزا غلام احمد کے اقوال نہ ملنے کی وجہ سے نظر انداز کردیا گیا ہے۔ابتداء میں ادارۃ المصنفین ربوہ (موجودہ چناب نگر) نے اس تفسیر کو آٹھ جلدوں میں شائع کیا تھا۔لیکن بعد میں ناظر نشر واشاعت قادیان نے ان آٹھ جلدوں کو تین جلدوں میں شائع کیا ہے۔

جلد نمبر	قرآنی سورہ	تعداد صفحات
جلد اول	سورہ فاتحہ	۳۸۲
جلد دوم	سورہ بقرہ	۳۸۶
جلد سوم	سورہ آل عمران تا سورہ نساء	۳۷۲
جلد چہارم	سورہ مائدہ تا توبہ	۲۸۰
جلد پنجم	سورہ یونس تا کہف	۳۳۴
جلد ششم	سورہ مریم تا عنکبوت	۴۴۸
جلد ہفتم	سورہ روم تا ذٰریٰت	۳۸۸
جلد ہشتم	سورہ طور تا الناس	۵۳۶

مرزا غلام احمد قادیانی کا تفسیر میں منہج

مرزا غلام احمد نے اپنی تفسیر میں درج ذیل طریقہ اپنایا ہے:

۱...... مرزا غلام احمد قرآنی عربی متن لکھنے کے بعد اسکا مفہوم بیان کرتے ہیں۔
۲...... تفسیر آیات میں کوئی ربط نہیں پایا جاتا۔
۳۔ اپنے دور کے حالات کے مطابق اس کی وضاحت کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔
۴...... اپنے نظریات اور عقائد کو مدلل انداز میں بیان کرتے ہیں اور اس کے لئے آیات میں تحریفات بھی کرتے ہیں۔
۵...... اپنے مخالفین کی باتوں کا بھی رد کرتے ہیں۔
۶...... آخر میں اپنی اتباع ہی میں تمام لوگوں کی کامیابی سمجھتے ہیں اور اس کے لئے قرآنی آیات واحادیث مبارکہ کو بھی غلط مفہوم میں بیان کرتے ہیں۔

مرزا غلام احمد کی تفسیر میں مصادر و مراجع

۱...... مرزا غلام احمد کی تفسیر اس کے اقوال اور الہامات سے بھری ہوئی ہے۔
۲...... مرزا غلام احمد اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے قرآن وحدیث کا غلط مفہوم بیان کرکے اس سے استدلال کرتا ہے۔
۳...... مرزا غلام احمد کتب سابقہ کا حوالہ بھی کثرت سے دیتا ہے۔لیکن ان کی عبارات کا مفہوم غلط پیش کرتا ہے۔
۴...... غیر مسلم مفکرین کا کثرت سے حوالہ دیتا ہے اور مسلم مفکرین میں سے علامہ ابن العربی کا نام کثرت سے لیتا ہے۔

مرزا غلام احمد کی تفسیر کا اصول تفسیر کی روشنی میں جائزہ

مرزا غلام احمد کی تفسیر اس کے خود ساختہ اقوال اور الہامات کا مجموعہ ہے۔اس نے تمام مفسرین کے منہج کو چھوڑ کر ایک الگ منہج اختیار کیا ہے۔اس کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱...... ’’یَوْمِ الدِّیْن‘‘ کی تفسیر میں مرزا لکھتا ہے کہ اس سے مراد میرا زمانہ ہے چنانچہ لکھتا ہے کہ:

’’اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کر رکھا ہے کہ وہ حقیقی یوم الجزاء سے پہلے لوگوں کو اس

کا نمونہ دکھائے اور تقویٰ کے مر جانے کے بعد لوگوں کو نئی زندگی بخشے اور یہی مسیح موعود کا زمانہ ہے۔ اور وہ (درحقیقت) اس عاجز کا (ہی) زمانہ ہے۔ اور اس کی طرف (اللہ تعالیٰ نے) آیت ''یَوْمِ الدِّیْنِ'' میں اشارہ کیا ہے۔''(۲۲)

اس آیت مبارکہ میں بھی مرزا غلام احمد نے غلط تشریح کی ہے اس لئے کہ تمام مفسرین میں سے کسی نے ایسا نہیں لکھا۔ چنانچہ تفسیر ابن عباس میں ہے کہ ''قاضی یوم الدین و ھو یوم الحساب و القضاء فیه بین الخلائق ای یوم یدان فیه الناس باعمالهم لا قاضی غیره.''(۲۳)

۲...... اسی طرح ''أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ'' سے مراد یہی دو گروہ ہیں یعنی آنحضرت ﷺ مع اپنی جماعت کے اور مسیح موعود مع اپنی جماعت کے''۔(۲۴)

اس آیت کی تفسیر میں مرزا غلام احمد نے اس آیت کا مصداق اپنے آپ کو اور اپنے ماننے والوں کو قرار دے کر تحریف کی ہے۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ''انعمت علیهم. قال: هم النبيون. وقال ابن جريج، عن ابن عباس: هم المؤمنون: وكذا قال مجاهد، وقال وكيع: هم المسلمون. وقال عبد الرحمٰن بن زيد بن اسلم: هم النبی ﷺ و من معه. والتفسير المتقدم، عن ابن عباس أعم، وأشمل.''(۲۵)

۳...... مرزا غلام احمد انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ''الضَّآلِّیْنَ'' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''اس سے مراد عیسائی اور پادری ہیں انگریز اس سے مراد نہیں''۔(۲۶)

یہاں بھی مرزا غلام احمد نے غلط تشریح کی ہے حالانکہ تمام مفسرین کے ہاں ''الضَّآلِّیْنَ'' سے مراد نصاریٰ ہیں۔ معالم التنزیل میں ہے کہ ''الضَّآلِّیْنَ: و قرأ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ: صراط من انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم و غیر الضالین. و قیل المغضوب علیهم الیهود والضالون: هم النصاریٰ۔''(۲۷)

۴...... فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ (۲۸) کی تشریح میں مرزا غلام احمد

لکھتے ہیں کہ" خدا تعالیٰ نے نافرمان یہودیوں کے قصہ میں فرمایا کہ وہ بندر بن گئے اور سور بن گئے سو یہ بات تو نہیں تھی کہ وہ حقیقت میں تناسخ کے طور پر بندر ہو گئے تھے بلکہ اصل حقیقت یہی تھی کہ بندروں اور سور کی طرح نفسانی جذبات ان میں پیدا ہو گئے تھے"۔(۲۹) یہ سراسر تحریف ہے۔

علامہ آلوسی اپنی تفسیر میں اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ" وظاهر القرآن أنهم مسخوا قردة على الحقيقة، وعلى ذلک جمهور المفسرين و هو الصحيح و ذكر غير واحد منهم أنهم بعد أن مسخوا لم يأكلوا ولم يشربوا ولم يتناسلوا ولم يعشوا أكثر من ثلاثة أيام، وزعم مقاتل أنهم عاشوا سبعة أيام و ماتوا في اليوم الثامن. واختار ابوبكر بن العربي أنهم عاشوا وأن القردة الموجودين من نسلهم ويرده ماروا ه مسلم عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ "ان الله تعالى لم يهلک قوماً او يعذب قوماً فيجعل لهم نسلاً وأن القردة والخنازير كانوا قبل ذلک"(۳۰)

۵...... مرزا غلام احمد "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ" کی تشریح میں اپنے معجزات کو آنحضرت ﷺ کے معجزات قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ" کسی نبی سے اس قدر معجزات ظاہر نہیں ہوئے جس قدر ہمارے نبی ﷺ سے۔ کیونکہ پہلے نبیوں کے معجزات ان کے مرنے کے ساتھ ہی مر گئے مگر ہمارے نبی ﷺ کے معجزات اب تک ظہور میں آرہے ہیں اور قیامت تک ظاہر ہوتے رہیں گے جو کچھ میری تائید میں ظاہر ہوتا ہے دراصل وہ سب آنحضرت ﷺ کے معجزات ہیں۔"(۳۱)

اس آیت مبارکہ کی تشریح میں مرزا غلام احمد نے غلط انداز میں تشریح کر کے اپنے معجزات کو آنحضرت ﷺ کے معجزات قرار دیا ہے جو کہ قرآن میں تحریف ہے۔ اور مرزا غلام احمد نے اس آیت کے نزول میں غلطی کی ہے تفسیر طبری میں ہے "فقال بعضهم: نزلت هذه الآية في قوم من الانصار. او في رجل منهم. كان لهم أولاد قد هودوهم أو نصروهم، فلما جاء الله بالاسلام أرادوا اكراههم عليه، فنهاهم الله عن ذلک، حتى يكونوا هم يختارون الدخول في الاسلام. ذكر من قال ذلک: عن أبي بشر، عن

سعید بن جبیر، عن ابن عباس قال: کانت المرأة تکون مقاتا، فتجعل علی نفسها ان عاش لها ولد أن تهوده. فلما اجلیت بنو النضیر کان فیهم من أبناء الأنصار. فقالوا: لا ندع أبناء نا فأنزل الله تعالی ذکره لا اکراه فی الدین قد تبین الرشد من الغی۔'' (۳۲)

۶...... سورۂ آل عمران کی آیت ''قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ '' کی تشریح میں اپنی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ'' ہر ایک دل اس بات کو محسوس کر سکتا ہے کہ ایک حج کے ارادے کرنے کے لئے اگر یہ بات پیش آ جائے کہ وہ اس مسیح موعود کو دیکھ لے جس کا تیرہ سو برس سے اہل اسلام میں انتظار ہے۔تو بموجب نص صریح قرآن اور احادیث کے وہ بغیر اس کی اجازت کے حج کو نہیں جا سکتا ہاں باجازت اس کے دوسرے وقت میں جا سکتا ہے''۔(۳۳)

مرزا غلام احمد نے کس طرح جرأت سے یہاں یہ کہہ دیا ہے۔اور حج جیسے عظیم فریضہ کی اہمیت کو کم کر کے اپنی اہمیت کو زیادہ کر دیا ہے۔حقیقت میں مرزا غلام احمد کے ہاں قرآن کی کوئی اہمیت نہیں۔

۷...... مرزا غلام احمد قادیانی سورۂ بقرہ کی تشریح میں لکھتا ہے کہ'' ایک دفعہ مجھے خدا نے مخاطب کر کے فرمایا'' انت منی بمنزلة اولادی انت منی بمنزلة لا یعلمها الحق ''یعنی تو مجھ سے بمنزلہ اولاد کے ہے اور تجھے مجھ سے وہ نسبت ہے جس کو دنیا نہیں جانتی تب مولویوں نے اپنے کپڑے پھاڑے کہ اب کفر میں کیا شک رہا اور اس آیت کو بھول گئے'' فاذکروا الله کذکرکم آبائکم.'' (۳۴)

مرزا غلام احمد نے اپنے اس من گھڑت الہام کے ذریعہ سے اپنے آپ کو خدا کی ذات میں شریک سمجھا ہے۔اور اللہ تعالی ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن کے اندر ارشاد فرماتا ہے کہ'' وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمَنِ وَلَدًا وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمَنِ عَبْدًا۔'' (۳۵) مرزا غلام احمد نے عیسائیت اور یہودیت کی اتباع کرتے ہوئے اپنا الہام پیش کیا ہے۔اور محمد بن جریر

الطبری (۲۲۴ھ۔۳۱۰ھ) اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "اختلفوا فی صفة ذکر القوم آبائهم الذين امرهم الله ان يجعلوا ذکرهم اياه کذکرهم آباهم او اشد ذکراً فقال بعضهم کان القوم فی جاهليتهم بعد فراغهم من حجهم و مناسکهم يجتمعون فيتفاخرون بمآثر آبائهم." (۳۶)

۸...... اسی طرح مرزا غلام احمد حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہشت سے نکالے جانے کے متعلق مفسرین کے اقوال سے ہٹ کر تفسیر کی ہے اور اس تفسیر میں معتزلہ کا نظریہ اپنایا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ آدم جس بہشت سے نکالا گیا تھا وہ زمین پر ہی تھا بلکہ تورات میں ان کے حدود بھی بیان کئے گئے ہیں، نصوص قرآن سے یہی ثابت ہے کہ انسان کے رہنے اور مرنے کے واسطے یہی زمین ہے، جو شخص اس کے برخلاف کچھ مذہب رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے کلام کی بے ادبی کرتا ہے۔ (۳۷)

مرزا غلام احمد نے اس جگہ جمہور کے مسلک کو چھوڑ کر معتزلہ کی اتباع کی ہے۔ علامہ طنطاوی تفسیر وسیط میں لکھتے ہیں کہ "و جمهور اهل السنة على أن المراد بها هنا دار الثواب. التی أعدها الله للمؤمنين يوم القيامة، لأن هذا هو المتبادر الى الذهن عند الأطلاق۔" (۳۸) اسی طرح علامہ ثعلبی نے تو اس مسئلہ کو دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

"قال القدرية: ان الجنة التی أسكنها الله آدم و حوا لم تكن جنة الخلد وانما كان بستاناً من بساتين الدنيا، واحتجوا بأن الجنة لا يكون فيها ابتلاء و تكليف.

الجواب: انا قد أجمعنا على أن اهل الجنة ما مورون فيها بالمعرفة و متكلفون بذلک.

و جواب آخر: ان الله تعالى قادر على الجمع بين الأضداد، فأرى آدم المحنة و أرى ابراهيم النعمة فی النار لئلا يأمن العبد ربه و لا يقنط من رحمته و ليعلم أن له أن يفعل ما يشاء.

واحتجوا ايضاً بأن من دخل الجنة يستصيل الخروج منها، قال الله تعالىٰ [وما هم منها بمخرجين] الحجر: ۴۸.

والجواب عنه: ان من دخلها للثواب لا یخرج منها ابداً، و آدم لم یدخلها للثواب، ألا تری أن رضوان خازن الجنة یدخلها ثم یخرج منها، وابلیس ایضاً کان دخل الجنة وأخرج منها۔"(۳۹)

علامہ نسفی اپنی تفسیر میں اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ "ھي جنة الخلد التي وعدت للمتقین و قالت المعتزلة کانت بستان بالیمن لأن الجنة لا تکلیف فیها و لا خروج عنها قلنا انما لا یخرج منها من دخلها جزاءً و قد دخل النبی ﷺ لیلة المعراج ثم خرج منها و اهل الجنة یکلفون المعرفة و التوحید۔"(۴۰) مرزا غلام احمد ہر اس موقع کو اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیتے جو سلف و صالحین کے خلاف جا رہی ہو۔ یہاں بھی مرزا غلام احمد نے ایسا ہی کیا ہے۔

۹...... سورۂ مائدہ کی آیت "قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِندَ اللَّهِ" کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں کہ آنے والے کا نام درحقیقت عیسٰی بن مریم ہی ہو بلکہ احادیث کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک قطعی طور پر اس کا نام عیسٰی بن مریم ہے جیسے یہودیوں کے نام خدائے تعالیٰ نے بندر اور سور رکھا اور فرمایا "وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ" ایسا ہی اس نے اس امت کے مفسد طبع لوگوں کو یہودی ٹھہرا کر اس عاجز کا نام مسیح ابن مریم رکھ دیا اور اپنے الہام میں فرمایا "جعلناک المسیح ابن مریم."(۴۱)

مرزا غلام احمد کی باتوں میں اتنا اختلاف پایا جاتا ہے کہ ایک ادنیٰ سا انسان بھی مرزا کے دعووں کو سن کر پریشان سا ہو جاتا ہے۔ اصل میں مرزا غلام احمد نے اتنے کثیر دعوے شاید اپنی عقل کی کمزوری اور مختلف بیماریوں میں گرفتار ہونے کی وجہ سے کئے ہیں ورنہ ایک عقل مند انسان کبھی ایسے دعوے نہیں کر سکتا کہ ایک پل میں کیا ہو اور دوسرے پل میں کیا۔

۱۰...... مزید اپنی کرامات کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "خدا نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے اور اس پر ہمارا ایمان ہے وہ وعدہ "واللہ یعصمک من الناس" کا ہے پس اسے کوئی مخالف آزمالے اور آگ جلا کر ہمیں اس میں ڈال دے، آگ ہرگز ہم

پر کام نہ کرے گی اور وہ ضرور ہمیں اپنے وعدے کے موافق بچالے گا''۔(۴۲)

افسوس کہ مرزا غلام احمد سے جب کہا گیا تھا تو اس وقت مرزا صاحب تشریف نہیں لائے تھے۔

۱۱...... سورۂ آل عمران کی آیت ''كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاس '' کی تشریح کرتے ہوئے اپنے متعلق لکھتا ہے من جملہ ان دلائل کے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا قرآن شریف کی یہ آیت ''كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاس ''اس کا ترجمہ یہ ہے کہ تم بہترین امت ہو جو اس لئے نکالی گئی ہو کہ تا تم تمام دجالوں کے فتنوں سے اور ان کے شر سے مخلوق خدا کو بچاؤ۔(۴۳)

مرزا غلام احمد نے اس آیت کے مفہوم کو نہ سمجھ کر کم علمی کا ثبوت دیا ہے۔چنانچہ تفسیر ابن عباس میں ہے کہ''[كنتم خير امة]أنتم خير أمة[أخرجت للناس]كانت للناس ثم بين خيرهم فقال[تأمرون بالمعروف]بالتوحيد واتباع محمد ﷺ[وتنهون عن المنكر]عن الكفر والشرك و مخالفة الرسول ۔''(۴۴)اس آیت میں نہ جانے دجالی فتنہ کا ذکر مرزا غلام احمد کہاں سے لائے ہیں۔

۱۲...... سورۂ آل عمران کی آیت ''وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّة'' کی تشریح میں لکھتا ہے کہ''جب رسول اللہ ﷺ کی مماثلت موسیٰ سے ہے تو مماثلت کے لحاظ سے ضروری ہے کہ اس صدی کا مجدد مسیح ہو کیونکہ''مسیح''چودھویں صدی پر موسیٰ کے بعد آیا تھا۔اور آج کل چودھویں صدی ہے۔چودہ کے عدد کو بڑی مناسبت ہے چودھویں صدی کا چاند کامل ہوتا ہے اسی کی طرف اللہ نے''وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّة''میں اشارہ کیا ہے یعنی ایک بدر تو وہ تھا جب کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مخالفوں پر فتح پائی اس وقت بھی آپ کی جماعت قلیل تھی اور ایک بدر یہ ہے اس میں چودھویں صدی کی طرف اشارہ ہے سو ان سارے وعدوں کے موافق اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے۔(۴۵)

اس آیت مبارکہ میں مرزا غلام احمد نے قرآنی مصداق کا اپنے آپ کو مصداق ٹھہرا کر تحریف قرآنی کی ہے۔

۱۳...... سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۲۰ ''من بشیر و لا نذیر'' کی تشریح میں لکھتا ہے کہ ''نذیر'' کا لفظ اسی مرسل کے لئے خدا تعالیٰ استعمال کرتا ہے جس کی تائید میں یہ مقدر ہوتا ہے کہ اس کے منکروں پر کوئی عذاب نازل ہوگا کیونکہ نذیر ڈرانے والے کو کہتے ہیں اور وہی نبی ڈرانے والا کہلاتا ہے جس کے وقت میں کوئی عذاب نازل ہونا مقدر ہوتا ہے پس آج سے چھبیس برس پہلے جو براہین احمدیہ میں میرا نام نذیر رکھا گیا اس میں صاف اشارہ تھا کہ میرے وقت میں عذاب نازل ہوگا''۔(۴۶)

ان آیات مبارکہ کے اندر بھی مرزا غلام احمد نے آیت کا مصداق آنحضرت ﷺ کی طرح خود کو ٹھہرایا ہے اور یہ سراسر غلط ہے۔اور مرزا غلام احمد قرآنی آیت میں تحریفات کر کے اپنے ناسمجھ ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔

۱۴...... مرزا غلام احمد سورۂ کہف کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''میں دیکھتا ہوں براہین میں میرا نام اصحاب الکہف بھی رکھا ہے۔اس میں یہ راز ہے کہ جیسے وہ مخفی تھے اسی طرح پر تیرہ سو برس سے یہ راز مخفی رہا اور کسی پر نہ کھلا اور ساتھ اس کے جو رقیم کا لفظ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود مخفی ہونے کے اس کے ساتھ ایک کتبہ بھی ہے اور وہ کتبہ یہی ہے کہ تمام نبی اس کے متعلق پیش گوئی کرتے چلے آئے ہیں''۔(۴۷)

مرزا غلام احمد نے سچ کہا ہے کہ انبیاء مرزا صاحب کے بارے میں پیشین گوئی کرتے چلے آرہے ہیں۔اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ ''عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ انه سيكون في امتي كذابون ثلاثون كلهم يزعم انه نبي وانا خاتم النّبيين لا نبي بعدي۔''(۴۸) بالاتفاق ان تیس کذابین میں سے ایک مرزا غلام احمد بھی ہے۔

۱۵...... اسی طرح یاجوج ماجوج کے متعلق لکھتا ہے کہ ''یاجوج ماجوج یورپین عیسائی ہیں کیونکہ یہ اجیج کے لفظ سے نکالا گیا ہے جو شعلۂ آگ کو کہتے ہیں یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ وہ لوگ آگ سے بہت کام لیں گے اور ان کی لڑائیاں آتشی ہتھیاروں سے ہوں گی اور ان کے جہاز آگ کے ذریعہ سے چلیں گے''۔(۴۹)

تفسیر ابن عباس میں یاجوج ماجوج کے متعلق ہے کہ ''يفسدون ارضنا ياكلون رطبنا ويحملون يابسنا و يقتلون اولادنا ويقال يفسدون في

الارض ای یاکلون الناس و یاجوج کان رجلاً و ماجوج کان رجلاً و کانا من بنی یافث و یقال سمی یاجوج و ماجوج لکثرتھم۔"(۵۰) اسی طرح صفوۃ التفاسیر میں ہے"قال القوم الذی القرنین: ان یاجوج و ماجوج قبیلتان من بنی آدم فی خلقھم تشویۃ، منھم مفرط فی الطول، ومنھم مفرط فی القصر، قوم مفسدون بالقتل والسلب والنھب وسائر وجوہ الشر قال المفسرون: کانوا من آکلۃ لحوم البشر یخرجون فی الربیع فلا یترکون أخضر الا أکلوہ، ولا یابسا الا احتملوہ۔"(۵۱)

۱۶...... سورۂ مؤمنون کی آیت "وَإِنَّا عَلَى ذَهَابٍ بِهِ لَقَادِرُونَ" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "یہ وہ زمانہ ہے جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا جو کمال طغیان اس کا اس میں ہجری میں شروع ہوگا جو آیت "وَإِنَّا عَلَى ذَهَابٍ بِهِ لَقَادِرُونَ" میں بحساب جمل مخفی ہے یعنی ۱۲۷۴ھ"۔(۵۲)

اس تشریح میں مرزا غلام احمد اپنی جماعت کا مشہور نظریہ قرآن کو ثابت کر رہا ہے یعنی اس کے ہاں ۱۸۵۷ء میں قرآن مجید اس دنیا سے اٹھا لیا گیا پھر دوبارہ اس پر قرآن مجید کا نزول ہوا۔ حالانکہ تمام آسمانی کتابوں میں سے قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ قرآن میں ہے "انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون" اس لئے قرآن میں آج تک کوئی ردوبدل نہیں آیا اور نہ ہی قیامت تک آئے گا۔ اور اگر کسی نے قرآنی تعلیمات کو ختم کرنے کی کوشش بھی کی تو وہ اپنے اس کام میں ناکام ہوا اور اللہ نے اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ پورا کر کے دکھایا۔ اس لئے مرزا غلام احمد کا یہ کہنا کہ قرآن دنیا سے اٹھا لیا گیا تھا یہ قرآن وسنت کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

۱۷...... قرآن مجید کی آیت "هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "الہام میں خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا اور مجھے اس قرآنی پیش گوئی "هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ" کا مصداق ٹھہرایا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے خاص تھا اور آنے والے مسیح موعود کی تمام صفات مجھ میں قائم کیں"۔(۵۳)

۱۸...... مزید لکھتا ہے کہ ”مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ ”هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهُ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهِ.“ (۵۴)

اس آیت کے متعلق تفسیر ابن عباس میں ہے کہ ”[هو الذی ارسل رسوله]محمد علیه الصلاة و اسلام[بالهدی]بالتوحید ویقال بالقرآن[و دین الحق]شهادة أن لا اله الا الله و أن محمداً عبده و رسوله[لیظهره]لیعلیه[علی الدین کله]علی الأدیان کلها فلا تقوم الساعة حتی لا یبقی الا مسلم أو مسالم ۔“ (۵۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ہاں اس آیت کا مصداق آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ لیکن مرزا غلام احمد نے اس آیت کا مصداق اپنی ذات کو بھی سمجھ لیا ہے۔

۱۹...... اسی طرح مرزا غلام احمد اپنے ماننے والوں کو صحابہ سے تشبیہ دیتے ہوئے قرآنی آیت ”وَآخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ“ کی تشریح میں لکھتا ہے کہ ”زمانے تین ہیں ایک اول جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ ہے اور ایک اوسط جو مسیح موعود اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ہے اور ایک آخری زمانہ جو مسیح موعود کا زمانہ اور مصداق آیت ’وَآخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ‘ کا ہے وہ وہی زمانہ ہے جس میں ہم ہیں“۔ (۵۶)

یہ آیت امت محمدیہ کے بارے میں ہے لیکن مرزا نے اس کو اپنی جماعت پر چسپاں کر دیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ (م ۳۷۳۔۳۷۵ھ) لکھتے ہیں کہ ”واخرین منهم“یعنی من تابعی من هذه الأمة ممن بقی“لما یلحقوا بهم“یعنی لم یکونوا بعد فسیکونون وروی جویبر عن الضحاک فی قوله“اخرین منهم لما یلحقوا بهم“قال یعنی من أسلم من الناس وعمل صالحا الی یوم القیامة من عربی و عجمی۔“ (۵۷)

۲۰...... مرزا غلام احمد اپنی تفسیر میں سلف و صالحین سے ہٹ کر دجال کے متعلق لکھتا ہے کہ ”کیا لوگ کہتے ہیں کہ دجال ایک شخص ہے جو کسی زمانہ میں قتل کیا جائے گا۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ دجال تو وہ مردود شیطان ہے جو بدیوں کا سرچشمہ ہے اسے آخری زمانہ میں جہالتوں کے دور کرنے اور بدیوں کو مٹانے کے ذریعہ قتل کیا جائے گا۔“ (۵۸)

۲۱...... دجال کے متعلق دوسری جگہ پر لکھتا ہے کہ ''اور یہ دجال صرف آسمانی حربہ سے ہی ہلاک کیا جائے گا یعنی بشری طاقت سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہی قتل ہوگا۔ پس نہ کوئی لڑائی ہوگی نہ مار پیٹ۔'' (۵۹)

مرزا غلام احمد نے دجال کی تشریح سلف وصالحین سے بالکل ہٹ کر کی ہے اور مرزا نے دجال کی اس حقیقت کو بیان کر کے صریح احادیث مبارکہ کا انکار کیا ہے اس لئے کہ احادیث مبارکہ میں دجال کے متعلق آتا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے امت محمدیہ کو دجال کے متعلق تمام نشانیاں بتادی ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے ''عن حذیفة قال قال رسول اللہ ﷺ الدجال اعور لعین الیسریٰ جفال الشعر معه جنته و ناره فناره جنته، وجنته نار۔'' (٦٠)

حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، دجال بائیں آنکھ سے کانا ہوگا اس کے جسم پر بہت گھنے بال ہوں گے اور اس کے ساتھ اس کی جنت اور دوزخ بھی ہوگی لیکن جو اس کی جنت نظر آئے گی دراصل وہ دوزخ ہوگی اور جو دوزخ نظر آئے گی وہ اصل میں جنت ہوگی۔

ایک اور حدیث میں دجال کے متعلق یوں وضاحت کی گئی ہے ''عن عبادة بن صامت رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ ﷺ قال انی قد حدثتکم عن الدجال حتی خشیت ان لا تعقلوا ان المسیح الدجال رجل قصیر، افحج جعد، اعور مطموس العین لیس بناء تیه و لا حجراء فان البس علیکم فاعلموا ان ربکم لیس باعور'' (٦١)

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں نے دجال کے متعلق کچھ تفصیلات تم لوگوں سے بیان کیں لیکن مجھ کو خطرہ ہے کہ کہیں تم پورے طور پر اس کو نہ سمجھے ہو۔ دیکھو مسیح دجال کا قد ٹھگنا ہوگا۔ اس کے دونوں پیر ٹیڑھے، سر کے بال شدید خمیدہ، یک چشم مگر ایک آنکھ بالکل چٹ صاف، نہ اوپر کو ابھری ہوئی نہ اندر کو دھنسی ہوئی۔ اگر اب بھی تم کو شبہ رہے تو یہ بات یاد رکھنا کہ تمھارا رب یقینا کانا نہیں ہے۔

اور صحیح بخاری میں دجال کے متعلق ہے کہ ''عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ

قال حدثنا النبی ﷺ یوماً حدیثاً طویلاً عن الدجال فکان فیما یحدثنا به انه قال یاتی الدجال وهو محرم علیه ان یدخل نقاب المدینة فینزل بعض السباخ التی تلی المدینة فیخرج الیه یومئذ رجل و هو خیر الناس او من خیار الناس فیقول اشهد انک الدجال الذی حدثنا رسول اللہ ﷺ حدیثه فیقول الدجال ارء یتم ان قتلت هذا ثم احییته هل تشکون فی الامر فیقولون لا فیقتله ثم یحییه فیقول واللہ ما کنت فیک اشد بصیرة منی الیوم فیرید الدجال ان یقتله فلا یسلط علیه۔" (۶۲) احادیث مبارکہ میں اتنا واضح دلائل ہونے کے باوجود کہ وہ فرد واحد ہے پھر بھی مرزا غلام احمد یہودیوں کو خوش کرنے کے لئے دجال کے مفہوم کو ہی تبدیل کردیا ہے۔

۲۲...... مرزا غلام احمد اپنی تفسیر میں سورۂ تکویر کی آیت "وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "اس میں ریل کے نکلنے کی طرف اشارہ ہے جو کہ میرے زمانے میں ہوا ہے"۔ (۶۳)

۲۳...... اسی طرح سورۂ انفطار کی آیت "وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ" کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ "زمین پر نہریں پھیل جائیں گی اور کاشت کاری کثرت سے ہوگی"۔ (۶۴)

مرزا غلام احمد کی تفسیر میں امتیازی مسائل کا جائزہ

مرزا غلام احمد کی اس تفسیر میں تحریفاتِ قرآنی کثرت سے بیان کی گئیں ہیں ان تحریفات کے علاوہ مرزا غلام احمد نے اپنے آپ کو نبی ثابت کرنے کے لئے بھی قرآنی آیات میں کھل کر تحریفات کی ہیں اور ان تمام آیات کے مصداق کو تبدیل کردیا ہے کہ جس میں آیت کا مصداق آنحضرت ﷺ ہیں۔ مرزا غلام احمد کی یہ تمام حرکات اصولِ تفسیر کے مخالف ہیں چنانچہ اپنی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے مرزا غلام احمد نے درج ذیل آیات میں تحریفات کی ہیں۔

۲۴...... سورۂ بقرہ کی آیت "والَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ" کی تشریح میں اپنی وحی کو ثابت کرنے کے

لئے آخرت کے مفہوم کو بھی تبدیل کر دیا ہے چنانچہ لکھتا ہے کہ ''میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ قرآن شریف کی وحی اور اس سے پہلی وحی پر ایمان لانے کا ذکر تو قرآن شریف میں موجود ہے۔ ہماری وحی پر ایمان لانے کا ذکر کیوں نہیں؟۔ کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بطور القاء کے یکا یک میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ آیتِ کریمہ ''وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُوْنَ'' میں تینوں وحیوں کا ذکر ہے۔'' ما انزل الیک '' سے قرآن شریف کی وحی اور ''ما انزل من قبلک '' سے انبیاء سابقین کی وحی اور آخرۃ سے مراد مسیح موعود کی وحی ہے۔ آخرت کے معنی ہیں پیچھے آنے والی، وہ پیچھے آنے والی چیز کیا ہے؟ سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ یہاں پیچھے آنے والی چیز سے مراد وہ وحی ہے جو قرآن کریم کے بعد نازل ہوگی۔ کیونکہ اس سے پہلے وحیوں کا ذکر ہے''۔(۶۵)

مرزا غلام احمد نے جو اس آیت میں آخرۃ کا معنی وحی کیا ہے مفسرین میں سے کسی نے بھی آخرۃ کا معنی وحی نہیں کیا اور اسی طرح یہ بات قرآن وحدیث کے بھی مخالف ہے یہ محض مرزا غلام احمد کی تحریف ہے چنانچہ تفسیر ابن ابی حاتم میں لفظ آخرۃ کا معنی یہ بیان کیا گیا ہے ''عن ابن عباس (و بالآخرة هم يوقنون) اي بالبعث و القيامة و الجنة و النار والحساب و الميزان، اي هولآء الذين يزعمون انهم آمنوا بما كان قبلك و يكفرون بما جآئك من ربك''۔ (۸۱) اسی طرح علامہ ماوردی لفظ آخرۃ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ فيه تاويلان: أحدهما: يعني الدار الآخرة. والثاني: يعني النشاة الآخرة و في تسميتها بالدار الآخرة قولان: أحدهما: لتاخرها عن الدار الأولى. والثاني: لتاخرها عن الخلق. كما سميت الدنيا لدنوها من الخلق۔''(۶۶)

پیر محمد کرم شاہ ؒ لکھتے ہیں کہ:

''اس آیت میں حضور ﷺ کی ختم نبوت کی بین دلیل ہے کیونکہ وحی جس پر ایمان لانا ضروری ہے وہ یا تو حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوئی یا حضور ﷺ سے پہلے۔ اگر نبوت کا سلسلہ جاری ہوتا تو حضور کریم ﷺ کے بعد وحی نازل ہوتی اور اس پر ایمان لانا

ضروری ہوتا۔ اس صورت میں آیت یوں ہوتی ”وما انزل من قبلک و ما ینزل من بعدک.“ (۶۷)

مولانا منظور احمد چنیوٹی ؒ لکھتے ہیں کہ:

”اگر آپ ﷺ کے بعد بھی عند اللہ وحی کا سلسلہ جاری رہتا تو یقیناً ہدایت و فلاح کا انحصار صرف موجودہ اور سابقہ وحیوں پر نہ ہوتا بلکہ آئندہ آنے والی وحی پر بھی ایمان لانا ضروری قرار دیا جاتا اور مذکورہ دو الفاظ کے ساتھ ساتھ ایک اور جملہ ”وما انزل من بعدک“ بھی لایا جاتا جیسا کہ سابقہ اقوام کو آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کی خبر دی جاتی رہی اور ان سے عہد لیا جاتا تھا کہ اگر وہ نبی تمہاری زندگی میں آ گئے تو تمہیں ان پر ایمان لانا اور ان کی نصرت کرنا ضروری ہوگا۔ مگر ہم نے پورے قرآن پر نظر ڈالی لیکن ہمیں کہیں ”و ما انزل من بعد“ کے الفاظ نہیں ملے۔ جبکہ میرے علم کے مطابق ”وما انزل من قبلک“ کا مضمون قرآن کریم میں تیس جگہ سے زائد مقامات پر ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سب سے آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد وحی کا سلسلہ بھی منقطع ہو چکا ہے۔“ (۶۸)

۲۵...... مرزا غلام احمد اپنے آپ کو ابراہیم ثابت کرنے کے لئے سورۃ البقرہ کی آیت ”وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى“ کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ ”آیت وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى“ اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب امتِ محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائیں گے تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا اور ان سب فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائے گا جو اس ابراہیم کا پیرو ہوگا“۔ (۶۹)

یہ آیت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت کے متعلق ہے لیکن مرزا غلام احمد نے اس آیت کو اپنے اوپر چسپاں کر دیا ہے چنانچہ علامہ ابنِ کثیر اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں ”عن ابی میسرة قال قال عمر قلت یا رسول اللہ! هذا مقام خلیل ربنا؟ قال نعم، قال أفلانتخذه مصلیٰ؟ فنزلت ”واتخذوا من مقام ابراهیم مصلیٰ“۔“ (۷۰)

۲۶...... سورۃ آل عمران کی آیت ”قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ“ کی تشریح میں اپنے متعلق لکھتا ہے کہ ”میں نے محض خدا کے فضل سے نا

اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئیں"۔(۷۱)

۲۷...... سورہ بنی اسرائیل میں مسجد اقصیٰ کے متعلق لکھتا ہے کہ"مسجد اقصیٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے جو قادیان میں واقع ہے جس کی نسبت براہین احمدیہ میں خدا کا کلام یہ ہے کہ"مبارک و مبارک و کل امر مبارک یجعل فیه" اور یہ مبارک کا لفظ جو بصیغہ مفعول اور فاعل واقع ہوا قرآن شریف کی آیت"بارکنا حوله" کے مطابق ہے۔"(۷۲)

مرزا غلام احمد کا مسجد اقصیٰ میں غلط بیانی کرنا محض اس لئے ہے تاکہ آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان"فانی آخر الانبیاء و ان مسجدی آخر المساجد" سے اپنی مسجد کو ثابت کر کے نبوت کا سلسلہ جاری رکھ سکے۔ چنانچہ صاحب کشاف مسجد اقصیٰ کے متعلق اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ"والمسجد الاقصیٰ: بیت المقدس، لأنه لم یکن حینئذ وراءہ مسجد۔"(۷۳) اور علامہ فخرالدین رازی رحمہ اللہ (۵۴۴ھ۔۶۰۶ھ) نے لکھا ہے کہ"[الی المسجد الأقصیٰ] اتفقوا علی ان المراد منه بیت المقدس و سمی بالأقصی لبعد المسافة بینه و بین المسجد الحرام(۷۴)

۲۸...... سورہ صف کی آیت"وَمُبَشِّراً بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ" کی تشریح کرتے ہوئے مرزا غلام احمد لکھتے ہیں کہ"اس آیت"وَمُبَشِّراً بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ" میں یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا آخری زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہوگا کہ گویا وہ اس کا ایک ہاتھ ہوگا جس کا نام آسمان پر احمد ہوگا اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائے گا۔"(۷۵)

اس آیت میں مرزا غلام احمد نے"احمد" کا مصداق اپنے آپ کو ٹھہرایا ہے حالانکہ اس سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ اور مرزا غلام احمد نے جو یہ تفسیر کی ہے یہ کہاں سے لی گئی ہے۔ یا یہ مرزا غلام احمد کی شیطانی وحی ہے۔ چنانچہ وھبہ زحیلی فرماتے ہیں کہ"واذکر أیضا أیها النبی لقومک خبر عیسی حین قال: یا بنی اسرائیل، انی رسول الله الیکم بالانجیل، لم آتکم بشیء

يخالف التوراة،وأنما أؤيدها و أكملها فكيف تعصونني؟وأن التورات بشرت بي،وأنا مبشر بمن بعدي:و هوالرسول العربي أحمد.أي أحمد الناس لربه،وهو محمد عليه الصلاة والسلام،فلما جاء أحمد المبشر به في الكتب المتقدمة بالمعجزات والأدلة القاطعة،قال الكفار:هذا سحر واضح لا شك فيه۔

أخرج البخاري و مسلم عن جبير بن مطعم قال:سمعت رسول الله يقول:أن لي أسماء:أنا محمد، و أنا احمد ،وأنا الماحي اللذي يمحوالله به الكفر ،وأنا الحاشر الذي يحشر الناس على قدمي(أي بعدي)وأنا العاقب أي الآخرالآتي بعد الأنبياء.''(۷٦)

روح البیان فی تفسیر القرآن میں ''اسمہ احمد'' کی تفسیر میں ہے''[اسمه احمد]أي محمد ﷺ يريد أن ديني التصديق بكتب الله و أنبيائه جميعاًممن تقدم و تأخر فذكر أول الكتب المشهورة الذي يحكم به النبيون والنبي الذي هو خاتم النّبيين۔''(۷۷)

۲۹...... اسی طرح اپنی نبوت کو ثابت کرتے ہوئے سورۂ صف کی آیت ''هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدَى وَدِيْنِ الْحَقِّ'' کی وضاحت میں لکھتا ہے کہ ''اس جگہ رسول سے مراد یہ عاجز ہے براہین احمدیہ میں یہ الہام''جری الله في حلل الانبياء'' جس کا ترجمہ خدا کا رسول نبیوں کے لباس میں۔اس الہام میں میرا نام رسول بھی رکھا گیا اور نبی بھی''۔(۷۸)

یہاں اللہ تعالٰی نے خاتم النّبیین ﷺ کی خصوصیت کو بیان کیا ہے۔لیکن مرزا غلام احمد نے اس کا مصداق خود اپنی ذات کو قرار دیا ہے۔تفسیر مراغی میں ہے''أي هو الله الذي ارسل محمدا صلى الله عليه و سلم بالقرآن والملة الحنيفةليعليه على جميع الأديان المخالفة له،وقدأنجز الله وعده،فلم يبق دين من الأديان الا وهو مغلوب مقهور بدين الاسلام۔''(۷۹)اور تفسیر مظہری میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ''هوالذي ارسل رسوله،محمدا ﷺ بالهدى أي بما يهتدى به الناس الى الحق

من القرآن والمعجزات الباهرة و دين الحق اى دين الله و هو الملة الحنيفة البيضاء ليظهره بالسيف والحجة على الدين كله اى جميع الأديان۔" (۸۰) اسی طرح اس آیت میں "على الدين كله" کا لفظ آیا ہے۔ اس میں لفظ کل کا تقاضا ہے کہ دین محمدی ﷺ قیامت تک سب ادیان پر غالب رہے۔

حیاتِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مرزا غلام احمد کا عقیدہ

مرزا غلام احمد اور جماعتِ احمدیہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام وفات پا گئے ہیں۔ اسی عقیدے پر مرزا غلام احمد کی تفسیر میں درج ذیل آیات مبارکہ سے استدلال کیا گیا ہے۔ وہ آیات درج ذیل ہیں:

۱ ...... وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ (۸۱)

۲ ...... تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۸۲)

۳ ...... إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (۸۳)

٤ ...... وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ (۸۴)

٥ ...... بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ. (۸۵)

٦ ...... أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ (۸٦)

٧ ...... وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ (۸۷)

۸ ...... مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ (۸۸)

۹ ...... فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (۸۹)

۱۰ ...... إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ (۹۰)

۱۱ ...... وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئاً وَهُمْ يُخْلَقُونَ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ (۹۱)

۱۲ ...... وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيّاً (۹۲)

۱۳ ...... وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيّاً (۹۳)

۱٤ ......وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَداً لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ (۹۴)

۱۵ ...... وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ (۹۵)

۱٦ ...... إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَى أُوْلَئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ (۹٦)

۱۷ ...... وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّى وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِن بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا (۹۷)

۱۸ ...... وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ (۹۸)

۱۹ ...... اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ (۹۹)

۲۰ ...... اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفاً وَشَيْبَةً (۱۰۰)

۲۱ ......مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (۱۰۱)

۲۲ ...... وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ (۱۰۲)

۲۳ ...... إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ (۱۰۳)

۲۴ ...... كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (۱۰۴)

۲۵ ...... يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي (۱۰۵)

ان آیات مبارکہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

۳۰ ...... إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ سے استدلال کرتے ہوئے مرزا غلام احمد اپنی تفسیر میں لکھتا ہے کہ:

اے عیسیٰ! میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور پھر عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور کافروں کی تہمتوں سے پاک کرنے والا ہوں اور تیرے منکروں پر قیامت تک غلبہ دینے والا ہوں۔ (۱۰۶)

اس آیت کے ماتحت مرزا غلام احمد نے اپنی تفسیر کے اندر درج ذیل طریقے سے استدلال کیا ہے:

۱...... علم نحو میں یہ قاعدہ مانا گیا ہے کہ ''توفی'' کے لفظ میں جہاں خدا فاعل اور انسان مفعول بہ ہو ہمیشہ اس جگہ ''توفی'' کے معنی مارنے اور روح قبض کرنے کے آتے ہیں۔

۲...... خدا تعالیٰ نے قرآن کے تئیس مقامات میں لفظ ''توفی'' کو قبضِ روح کے موقع پر استعمال کیا ہے، اول سے آخر تک قرآن میں کسی جگہ لفظِ ''توفی'' کا کوئی اور معنی نہیں کیا گیا۔

۳...... اس جگہ اللہ تعالیٰ نے ''انی متوفیک'' پہلے لکھا اور ''رافعک'' بعد۔ جس سے ثابت ہوا کہ وفات پہلے ہوئی اور رفع بعد از وفات ہوا۔

۴...... احادیث میں جہاں کہیں ''توفی'' کا لفظ آیا ہے اس کا معنی مارنا ہی آیا ہے۔ جیسا کہ محدثین پر یہ بات پوشیدہ نہیں۔

۵...... اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول ﷺ سے یا اشعار و قصائد و نظم و نثر قدیم و جدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ ''توفی'' کا لفظ

خدائے تعالیٰ پر فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبضِ روح اور وفات دینے کے کسی اور معنیٰ پر بھی اطلاق پایا گیا ہے یعنی قبضِ جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ہزار روپیہ نقد دوں گا اور آئندہ اس کی کمالات، حدیث دانی، قرآن دانی کا اقرار کرلوں گا۔

۶...... قرآن کریم کی آیتِ موصوفہ بالا میں ہر چہار فقرے ترتیب طبعی سے بیان کیئے گئے ہیں لیکن جال کے متعصب ملا جن کو یہودیوں کی طرز پر" یحرفون الکلم عن مواضعہ " کی عادت ہے اور مسیح ابن مریم کی حیات ثابت کرنے کے لئے بے طرح ہاتھ پیر مار رہے ہیں اور کلام الٰہی کی تحریف وتبدیل پر کمر باندھ لی ہے وہ نہایت تکلف سے خدا تعالیٰ کے ان چار ترتیب وار فقروں میں دو فقروں کی ترتیب طبعی سے منکر ہو بیٹھے۔(۱۰۷)

ان تمام دلائل کے بعد مرزا غلام احمد حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ و السلام کی وفات کو ثابت کرتا ہے لیکن یہ تمام دلائل جو مرزا غلام احمد نے دیئے ہیں اصولی طور پر غلط ہیں اس لئے مرزا غلام احمد نے جو یہ اصول بیان کیا ہے کہ نحو کی کتابوں میں یہ قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ جہاں "توفی" کے لفظ میں خدا فاعل اور انسان مفعول بہ ہو وہاں ہمیشہ "توفی" کا معنیٰ مارنے اور روح قبض کرنے کے آتے ہیں۔ مرزا غلام احمد کا یہ قاعدہ علم النحو کی کسی کتاب میں بھی موجود نہیں، مرزا غلام احمد نے یہ قاعدہ اپنی طرف سے گھڑا ہے۔

مرزا غلام احمد نے اس آیتِ مبارکہ سے جو دوسرا استدلال کیا ہے وہ استدلال مرزا کے اپنے الہامات سے ٹوٹ رہا ہے۔

۱...... انی متوفیک و رافعک الی۔ میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔(۱۰۸) یہ مرزا کے بقول اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر الہام ہوا تھا۔

۲...... یٰعیسیٰ انی متوفیک۔ اس جگہ مرزا نے اس کا معنیٰ کیا ہے میں تجھے

ذلیل اور لعنتی موت سے بچاؤں گا۔ (۱۰۹) ان جگہوں پر مرزا غلام احمد کا قاعدہ خود ہی ٹوٹ رہا ہے اس لئے کہ ان جگہوں پر لفظ ''توفیٰ'' ہے خدا فاعل ہے اور مرزا غلام احمد مفعول بہ، پھر بھی اس کے باوجود موت کے معنیٰ نہیں کئے جا رہے اور اسی طرح مرزا غلام احمد کا یہ کہنا کہ قرآن مجید میں لفظ ''توفی'' کا معنیٰ قبضِ روح اور مارنے کے اور کوئی معنیٰ نہیں ہے، مرزا غلام احمد کی اس بات کی تردید خود اس کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اپنی تفسیر میں کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ''ثم توفیٰ کل نفس ما کسبت و ھم لا یظلمون'' ۔ پھر ہر ایک شخص کو جو کچھ اس نے کمایا ہوگا پورا (پورا) دے دیا جائے گا اور ان پر (کچھ بھی) ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (۱۱۰)

۲...... ووفیت کل نفس ما کسبت و ھم لا یظلمون (۱۱۱)
ہر شخص نے جو کچھ کمایا ہوگا (اس دن) وہ اسے پورا پورا دے دیا جائے گا اور ان پر (کچھ بھی) ظلم نہیں ہوگا۔ (۱۱۲)

۳...... فاما الذین اٰمنوا و عملوا الصٰلحٰت فیوفیھم اجورھم (۱۱۳)
پھر جو لوگ مؤمن تھے اور انہوں نے نیک (ایمان کے مناسب حال) عمل کئے تھے انہیں وہ ان کے پورے پورے بدلے دے گا۔ (۱۱۴)

مرزا بشیر الدین محمود احمد نے ان آیات مبارکہ کے ترجمے میں ''توفی'' کا معنیٰ موت نہیں کیا۔ اسی طرح مرزا غلام احمد کا یہ کہنا کہ احادیث میں جہاں کہیں ''توفی'' کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں پر ''توفی'' کا معنیٰ مارنا ہی آیا ہے۔ مرزا غلام احمد کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے۔ اس لئے کہ حدیث مبارکہ ہے ''عن ابن عمر رضی اللہ عنہ و اذا رمی الجمار لا یدری احد ماله حتی یتوفه الله یوم القیامة'' (۱۱۵) جب رمی جمار کیا جائے نہیں جانتا کوئی آدمی کہ اس کے لئے کیا ثواب ہے یہاں تک کہ پورا انعام دے گا اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن۔

اس حدیث میں مرزا غلام احمد کے قانون کے تمام شرائط موجود ہیں لیکن پھر بھی ''توفی'' کا معنیٰ موت نہیں لیا جا سکتا۔

اور اسی طرح ''توفی'' کا معنی وفیٰ ہے اور اس کا حقیقی معنی کسی چیز کا پورا لینا ہے جب کہ مجازی طور پر نیند اور موت کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے مگر کسی قرینہ کے سبب۔ اور اسی طرح مفسرین نے ''توفی'' کے تین معنی بیان کئے ہیں۔

۱......نیند ۲......موت ۳......آسمان پر اٹھانا

اکثر مفسرین نے ''توفی'' کا معنی پورا پورا لینا بیان کیا ہے جبکہ بعض نے نیند اور بعض نے اس سے موت مراد لیا ہے اگر اس کا نیند معنی کیا جائے تو پھر اس طرح کیا جائے گا ''اے عیسیٰ میں تجھے سلاؤں گا اور اسی حالت میں تجھے آسمان پر اٹھاؤں گا۔ اور اگر اس آیت میں ''توفی'' کا معنی موت لیا جائے تو پھر آیت قرآنیہ میں عمل تقدیم و تاخیر کیا جائے گا کہ رفع اور تطہیر کا وقوع پہلے ہوگا اور موت نزول علی الارض کے بعد واقع ہوگی اور اسی آخری بات کے متعلق مرزا غلام احمد لکھتا ہے کہ قرآن میں تقدیم و تاخیر تحریف قرآنی ہے جو کہ جائز نہیں اور قرآن کے الفاظ جواہر مرصع کی طرح اپنے محل پر چسپاں ہیں۔ مرزا غلام احمد کا یہ کہنا کہ قرآن میں تقدیم و تاخیر تحریف قرآنی ہے یہ غلط ہے اس لئے کہ قرآن میں بہت سی ایسی قرآنی آیات موجود ہیں کہ جس میں ظاہری ترتیب میں ایک جملہ پہلے مذکور ہے جب کہ عملاً اس کا وقوع بعد میں ہوتا ہے۔ مثلاً:

۱...... وَأَقِيمُواْ الصَّلَاةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ وَارْكَعُواْ مَعَ الرَّاكِعِينَ (۱۱۶)

۲...... واسجدی وارکعی مع الرٰ کعین (۱۱۷)

۳...... مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا (۱۱۸)

ان آیات مبارکہ میں ظاہری طور پر ایک جملہ پہلے مذکور ہے جبکہ عملاً اس کا وقوع بعد میں ہوتا ہے اسی طرح مرزا غلام احمد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ پر بھی یہ غلط بہتان لگاتے ہیں کہ ان کا اعتقاد یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہو چکے ہیں یہ بات ٹھیک نہیں ہے اور نہ ہی کہیں سے ثابت ہے۔

اسی طرح مرزا غلام احمد کا یہ کہنا کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی لفظ ''توفی'' آیا ہے وہاں سوائے قبضِ روح اور موت کے اور کوئی معنی نہیں یہ بات بھی سراسر غلط ہے اور قرآن خود اس بات کی تردید کر رہا ہے۔

وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُواْ۔ (۱۱۹)

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجاً يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْراً۔ (۱۲۰)

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجاً وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِم۔ (۱۲۱)

وَمَا تُنفِقُواْ مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لاَ تُظْلَمُونَ۔ (۱۲۲)

ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لاَ يُظْلَمُونَ۔ (۱۲۳)

فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لاَّ رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لاَ يُظْلَمُونَ۔ (۱۲۴)

وَأَمَّا الَّذِيْنَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ۔ (۱۲۵)

بَلَى مَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ وَاتَّقَى فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔ (۱۲۶)

يا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ أَوْفُواْ بِالْعُقُودِ۔ (۱۲۷)

اس کے علاوہ بھی بہت ہی زیادہ کثرت سے ایسی آیات آتی ہیں جو مرزا غلام احمد کی اس بات کی تردید کرتی ہیں کہ قرآن میں لفظ ''توفی'' سوائے قبضِ روح اور موت کے اور کسی معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔

۳۱...... آیت ''بَل رَّفَعَهُ اللّهُ إِلَيْهِ'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''یعنی مسیح ابن مریم مقتول و مسلوب ہوکر مردود اور ملعون لوگوں کی موت سے نہیں مرا جیسا کہ عیسائیوں کا خیال ہے بلکہ خدا تعالیٰ نے عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھالیا۔

جاننا چاہئے کہ اس جگہ رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ دوسری آیت اس پر دلالت کرتی ہے.................. و رفعناہ مکانا علیا '' یہ آیت حضرت ادریس علیہ السلام کے حق میں ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ ہم نے ادریس کو موت دے کر مکانِ بلند میں پہنچادیا کیونکہ اگر وہ بغیر موت کے آسمان پر چڑھ گیا تو پھر بوجہ ضرورت موت جو ایک انسان کے لئے لازمی امر ہے یہ تجویز کرنا پڑے گا یا تو وہ کسی وقت اوپر ہی فوت ہوجائیں اور یا زمین پر آکر فوت ہو، مگر یہ دونوں شق ممتنع ہیں کیونکہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ جسمِ خاکی موت کے بعد پھر خاک میں داخل کیا جاتا ہے اور خاک ہی کی طرف عود کرتا ہے اور خاک ہی سے حشر ہوگا اور ادریس کا پھر زمین پر آنا اور دوبارہ آسمان سے نازل ہونا قرآن وحدیث سے

ثابت ہے لہٰذا یہ امر ثابت ہے کہ رفع سے مراد اس جگہ موت ہے مگر ایسی موت جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ مقربین کے لئے ہوتی ہے کہ بعد موت ان کی روحیں علیین تک پہنچائی جاتی ہیں''۔(۱۲۸)

مرزا غلام احمد نے اس جگہ پوری آیت کو بیان نہیں کیا اور پھر آیت کے اس حصہ'' بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ '' کا لفظی ترجمہ بھی نہیں کیا بلکہ مرادی معنی اپنی منشاء کے مطابق کر دیا ہے کہ اس جگہ رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو حالانکہ عربی لغت میں رفع کا حقیقی معنی اٹھانا اور اوپر لے جانا ہے اور اس کا مجازی معنی بلندئ درجات ہے۔اگر رفع اجسام کا ہے تو معنی حقیقی مراد لئے جائیں گے جیسے'' وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ (۱۲۹) اللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (۱۳۰) اور اگر رفع اعمال درجات ہو تو وہاں مجازی معنی مقصود ہو گا جیسے'' وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (۱۳۱) نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ (۱۳۲) تو لہٰذا جیسی چیز ہوگی ویسے ہی اس کا رفع ہوگا۔اب ہم قرآن مجید کی یہ آیت پوری ذکر کرتے ہیں۔

۳۲...... وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلَـٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔ (۱۳۳) اس کا ترجمہ ہم مرزا غلام احمد کے مریدِ خاص اور جماعتِ احمدیہ کے خلیفۂ اول حکیم نورالدین بھیروی کے کئے ہوئے ترجمہ کی روشنی میں کرتے ہیں۔

''اور کہنا یہودیوں کا کہ ہم لوگوں نے عیسیٰ مسیح رسول اللہ مریم کے بیٹے کو قتل کیا اور ان لوگوں نے نہ مارا اس کو اور نہ سولی پر چڑھایا اس کو لیکن قتل اور سولی دینے کا شبہ ہوا ان کو اور ہر آئینہ جن لوگوں نے اختلاف کیا اس میں وہ اس کے مطابق شک میں ہیں اور ان لوگوں کو کچھ بھی یقینی علم نہیں مگر گمان کی پیروی اور نہ مارا اس کو از راہِ یقین بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔'' (۱۳۴)

یہاں پر حکیم نورالدین نے رفع کا معنی اٹھانے کا کیا ہے اور مرزا غلام احمد کے معنی کی تردید کی ہے اسی طرح ہم رفع کا معنی عزت کی موت نہیں لے سکتے اس لئے

کہ شروع آیت میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نام مذکور ہے اور اس کے آگے ہے "ما قتلوہ...... ما صلبوہ...... ما قتلوہ یقینا۔" ان جگہوں پر ضمیروں کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم مبارک ہے کیونکہ جسم ہی قتل کیا جاتا ہے اور جسم ہی کو سولی پر لٹکایا جاتا ہے تو "رفعہ" کی ضمیر کا مرجع بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم ہی ہوگا۔ اسی طرح یہودی جسمِ عیسیٰ کے قتل کرنے کے مدعی تھے جس کی نفی کی گئی اور اسی جسم سے متعلق کہا گیا کہ اللہ نے جسمِ عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھا لیا اور اگر رفع سے مراد روح ہونا کہ جسم اور رفع بمعنی موت ہو تو پھر قتل اور صلب کی نفی کرنا بے معنی ہوگا اور اگر رفع سے روحانی رفع بمعنی موت ہو تو "کان اللہ عزیزا حکیم" کے جملہ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس قسم کی بات ایسے موقع پر کی جاتی ہے جہاں کوئی زبردست اور غیر معمولی کام ہوا ہو اس لئے مرزا غلام احمد کا یہ کہنا کہ یہاں رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو یہ غلط ہے اور قرآنی مفہوم میں تحریف ہے۔

۳۳...... آیت "فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ۔" کی تفسیر میں لکھتے ہیں "جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ تمام قرآن شریف میں توفیٰ کے معنی یہ ہیں کہ روح کو قبض کرنا اور جسم کو بے کار چھوڑ دینا جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ "و لکن اعبد اللہ الذی یتوفکم" اور پھر فرماتا ہے "حتی اذا جآئتھم رسلنا یعوفونھم" اور پھر فرماتا ہے "توفتہ رسلنا" ایسا ہی قرآن شریف کے تیئس مقامات میں برابر رفع کے معنی اماتت اور قبض روح ہے لیکن افسوس بعض علماء نے محض الحاد اور تحریف کی روح سے اس جگہ "توفیتنی" سے مراد "رفعتنی" لیا ہے اور اس طرف ذرہ خیال نہیں کیا کہ یہ معنی نہ صرف لغت کے مخالف ہے بلکہ سارے قرآن کے مخالف ہے پس یہی تو الحاد ہے۔ "توفی" کا لفظ نہ صرف قرآن کریم میں بلکہ جابجا احادیث نبویہ میں بھی وفات دینے اور قبض روح کے معنوں پر ہی آتا ہے چنانچہ میں نے غور سے صحاح ستہ کو دیکھا تو ہر اک جگہ جو "توفی" کا لفظ ہمارے نبی ﷺ کے منہ سے نکلا ہے یا کسی صحابی کے منہ سے تو ان معنوں میں محدود پایا گیا ہے۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ کسی ایک صحیح حدیث سے بھی کوئی ایسا "توفی" کا لفظ نہیں ملے گا جس کے

کوئی اور معنی ہوں.......... بعض علماء جب دیکھتے ہیں کہ "توفی" کے معنی حقیقت میں وفات دینے کے ہیں تو پھر دوسری تاویل پیش کرتے ہیں کہ آیت "فلما توفیتنی" سے پہلے یہ آیت ہے "إِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي" الخ ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اول لفظِ اذ موجود ہے جو خاص ماضی کے واسطے آتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقتِ نزولِ آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا نہ زمانہ استقبال کا اور پھر ایسا ہی جو جواب حضرت عیسیٰ کی طرف سے یعنی "فلما توفیتنی" وہ بھی بصیغہ ماضی ہے اور اس قصے سے پہلے جو بعض دوسرے قصے قرآن کریم میں بیان کئے گئے ہیں وہ بھی انہی معنوں کے مؤید ہیں مثلاً "وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً" کیا اس کے یہ معنی کرنے چاہئیں کہ خدا تعالیٰ مستقبل کے زمانہ میں ایسا سوال کرے گا تو بس قرآن شریف اس سے بھرا پڑا ہے اور وہ حدیثیں بھی اس کی مصداق ہیں کہ موت کے بعد قبل از قیامت بھی بطور باز پرس سوالات ہی کرتے ہیں۔" (۱۳۵)

مرزا غلام احمد کی تقریر سے درج ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

۱...... مرزا غلام احمد کا اسرار ہے کہ "توفی" کا معنی پورے قرآن شریف میں روح کو قبض کرنے اور جسم کو بے کار چھوڑ دینے کے ہیں اور اپنی اس بات پر چند قرآنی آیات بھی پیش کی ہیں۔

۲...... اس جگہ "توفیتنی" کا معنی "رفعتنی" کرنا الحاد اور تحریف ہے۔

۳...... فلما توفیتنی (جو ماضی کا صیغہ ہے) سے پہلے جو آیت ہے "اذ قال اللّٰه یٰعیسی" اس میں بھی لفظِ قال ماضی کا صیغہ ہے اور پھر اس جگہ قال کے شروع میں لفظِ اذ موجود ہے جو ماضی کے لئے خاص ہے جس سے واضح ہوا کہ "فلما توفیتنی" کے نزول کے وقت یہ ماضی کا قصہ تھا۔

اس بات کا جواب میں نے پہلے دے دیا ہے کہ مرزا غلام احمد کا یہ کہنا کہ پورے قرآن شریف میں "توفی" کا معنی روح کو قبض کرنے اور جسم کو بے کار چھوڑنے کے ہیں یہ سراسر غلط ہے اور اس پر بہت سی قرآنی آیات بھی مرزا غلام احمد کے قول کی تردید کر رہی ہیں باقی رہا مرزا غلام احمد کا چند آیات اپنے اس قول پر پیش

کرنا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان آیات میں قرینہ سے "توفیٰ" کے معنی موت کے ہیں لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قرآن میں باقی تمام جگہوں پر بھی "توفیٰ" کے یہی معنی ہوں گے۔

مرزا غلام احمد کا یہ کہنا کہ "فلما توفیتنی" کا معنی "رفعتنی" کرنا الحاد اور تحریف ہے یہ ان کا کہنا بھی غلط ہے اس لئے کہ بڑے بڑے علماء اور مفسرین نے اس کے یہی معنی کئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

(فلما توفیتنی) المراد منه وفات الروح الی السمآء من قوله انی متوفیک و رافعک الی۔ (۱۳۶)

(فلما توفیتنی) ای قبضتنی بالرفع الی السمآء کما یقال توفیت المال اذ قبضته و رویٰ هٰذا عن الحسن و علیه الجمهور و عن الجبائی ان المعنی امتنی و ادعی ان رفعه علیه السلام الی السمآء کان بعد موته و الیه ذهب النصاریٰ و قد مر الکلام فی ذٰلک۔ (۱۳۷)

(فلما توفیتنی) یعنی قبضتنی و رفعتنی الیک و التوفی اخذ الشئی وافیا و الموت نوع منه قال الله تعالیٰ الله یتوفی الأنفس حین موتها و التی لم تمت فی منامها۔ (۱۳۸)

اس کے علاوہ اور بہت سے مفسرین نے "توفیتنی" کا معنی یہی کیا ہے۔ باقی رہا مرزا غلام احمد کی یہ بات کہ "توفیتنی" ماضی کا صیغہ ہے اور اس سے پہلی آیت "اذ قال الله" میں لفظِ اذ ماضی کے لئے خاص ہے جس سے واضح ہوا کہ "فلما توفیتنی" کے نزول کے وقت یہ ماضی کا حصہ تھا۔ یہ بات بھی مرزا غلام احمد کی غلط ہے اس لے کہ اس آیت کے سیاق وسباق خود بتلا رہے ہیں کہ اس آیت کا تعلق قیامت کے دن سے ہے اور یہ واقعہ "یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُواْ لاَ عِلْمَ لَنَا" سے شروع ہو کر "قَالَ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمُ یَنفَعُ الصَّادِقِیْنَ صِدْقُهُم" پر مکمل ہو رہا ہے جس طرح "یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُواْ لاَ عِلْمَ لَنَا" کا تعلق قیامت سے ہے اسی طرح "فلما

توفیتنی" کا قول بھی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قیامت کے دن ہوگا۔

باقی رہی یہ بات کہ" توفیتنی" کا اور" اذ قال" ماضی کے صیغے ہیں تو پھر مستقبل کے معنی کیوں کئے؟۔اس کا جواب یہ ہے کہ علمِ بلاغت کا یہ اصول ہے کہ جس امر کا وقوع ہونا یقینی ہو اس کو ماضی کے صیغے سے ذکر کر دیا جاتا ہے تاکہ اس کا قطعی ہونا واضح ہو جائے اور اس کی قرآن مجید میں بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَى رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ (۱۳۹)

وَلَوْ تَرَى إِذْ وُقِفُوا عَلَى رَبِّهِمْ قَالَ أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ قَالُوا بَلَى وَرَبِّنَا (۱۴۰)

وَلَوْ تَرَى إِذْ فَزِعُوا فَلَا فَوْتَ وَأُخِذُوا مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ۔ (۱۴۱)

باقی رہا لفظ "اذ" کہ وہ ماضی کے لئے خاص ہے چنانچہ اس کے بارے میں علماءِ نحو نے یوں تحریر کیا ہے "اذ الکائنة للماضی...... قد تجئی للمستقبل کاذا لأغلال فی أعناقهم و السلاسل یسحبون." (۱۴۲)

مرزا غلام احمد اس آیت پر بخاری شریف کی ایک حدیث سے بھی استدلال کرتا ہے "وانه یجاء برجال من امتی فیؤخذ بهم ذات الشمال فأقول یا رب اصحابی فیقال انک لاتدری ما احدثوا بعدک فأقول کما قال العبد الصالح و کنت علیهم شهیداً ما دمت فیه فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم فیقال ان هؤلآء لم یزالوا مرتدین علیٰ اعقابهم منذ فارقتهم." (۱۴۳)

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے مرزا غلام احمد لکھتے ہیں کہ جس طرح حضور ﷺ کے "فلما توفیتنی" فرمانے سے موت کے معنی مراد ہیں اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان" فلما توفیتنی" میں بھی یہی موت کے معنی مراد ہیں۔

مرزا غلام احمد کا اس حدیث سے استدلال کرنا بھی غلط ہے اس لئے کہ عربی گرائمر میں "ما" اور "کما" میں فرق ہے۔ "ما" اسماء موصولہ میں سے ہے جبکہ "کما" میں "ما" کے ساتھ تو حرفِ تشبیہ ہے۔ حرفِ تشبیہ میں دو چیزوں کو ایک دوسرے کے ساتھ تشبیہ

دی جاتی ہے مگر دونوں میں تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہوتی جیسے کَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهُ (۱۴۴) كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (۱۴۵) اگر حدیث میں یہ قول ہوتا " اقول ما قال العبد الصالح " پھر تو مرزا غلام احمد کی بات درست تھی لیکن حدیث میں " اقول کما قال العبد الصالح " ہے۔

۳۴...... آیت " وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ۔ " اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے مرزا غلام احمد ایک سائل کے جواب میں لکھتے ہیں کہ سائل کو یہ دھوکہ لگا ہے کہ اس نے اپنے دل میں خیال کر لیا ہے کہ آیت فرقانی کا منشاء یہ ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے تمام اہلِ کتاب کے فرقوں کا اس پر ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ اگر ہم فرض کے طور پر تسلیم کر لیں کہ آیتِ موصوفہ بالا کے یہی معنی ہیں جیسا کہ سائل سمجھا ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ زمانہ صعود مسیح اس زمانہ تک کہ مسیح نازل ہو جس قدر اہل کتاب دنیا میں گزرے ہیں یا اب موجود ہیں یا آئندہ ہوں گے وہ سب مسیح پر ایمان لانے والے ہوں حالانکہ یہ خیال بالبداہت باطل ہے ہر ایک شخص خوب جانتا ہے کہ بے شمار اہل کتاب مسیح کی نبوت سے کافر رہ کر اب تک واصل جہنم ہو چکے ہیں اور خدا جانے آئندہ بھی کس قدر کفران کی وجہ سے آتشی تنور میں پڑیں گے اگر خدا کا یہ منشاء ہوتا کہ وہ اہل کتاب فوت شدہ مسیح کے نازل ہونے کے وقت اس پر ایمان لاویں گے کہ ان سب کو اس وقت تک زندہ رکھنا جب تک کہ مسیح آسمان سے نازل ہو لیکن اب مرنے کے بعد ان کا ایمان لانا کیونکر ممکن ہے۔ (۱۴۶)

اس آیت میں موجود " لَيُؤْمِنَنَّ " صیغہ واحد مذکر غائب مؤکد با نون ثقیلہ کہ اس کے شروع میں لام تاکید ہے۔ اس سے دو مقاصد حاصل کئے جاتے ہیں ایک یہ کہ چونکہ یہ مضارع کا صیغہ ہے اور مضارع میں زمانہ حال و مستقبل دونوں کا احتمال ہوتا ہے اور مضارع پر مؤکد با نون ثقیلہ لگانے سے یہ مستقبل کے لئے خاص کر دیا جاتے ہے اور دوسرا یہ کہ مضارع کے جس صیغہ میں نون ثقیلہ لگا دیا جائے تو اس فعل میں قطعیت پیدا ہو جاتی ہے اور اس جگہ پر لام مفتوح برائے تاکید ہے گویا اس سے تاکید در تاکید کا فائدہ ہوگا مثلاً ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ (۱۴۷) لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِيْنَ (۱۴۸)

باقی یہ بات کہ آیت میں بہ اور موتہ کی ضمیر کا مرجع کون ہے؟ تو ہم "قولھم انا قتلنا المسیح سے یکون علیھم شھیدا" تک دیکھیں تو بہ اور موتہ کے علاوہ باقی تمام ضمیریں اس آیت کے شروع میں موجود اسمِ ظاہر کی طرف لوٹ رہی ہیں لہٰذا بہ اور موتہ کی ضمیر بھی اسی اسمِ ظاہر کی طرف لوٹے گی اور جمہور مفسرین نے بھی اسی کی طرف لوٹایا ہے۔ چنانچہ تفسیر بحرالمحیط میں ہے "و الظاھر ان الضمیرین فی بہ و موتہ عائدان ان علی عیسیٰ و ھو سیاق الکلام۔"(۱۴۹)

اسی طرح مرزا غلام احمد کا یہ کہنا کہ جس قدر اہل کتاب دنیا میں گزرے ہیں یا اب موجود ہیں یا آئندہ ہوں وہ سب مسیح پر ایمان لانے والے ہیں مسیح کی موت سے پہلے تو لازم تھا کہ ان سب کو اس وقت تک زندہ رکھا جاتا جب تک کہ مسیح آسمان سے نازل ہوتے۔ یہ بات بھی غلط ہے اس لئے کہ اس آیت میں تو صرف اتنا ہے جو نزول مسیح کے وقت اہل کتاب ہوں گے وہ ایمان لے آئیں گے اس سے تمام اہلِ کتاب مراد نہیں اگر یہی مفہوم لیا جائے تو پھر "قُلْ یَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ"(۱۵۰) میں بھی یہی مفہوم لیا جائے گا جو کہ ٹھیک نہیں۔ لہٰذا مرزا غلام احمد کا اس آیت مبارکہ سے بھی استدلال درست نہیں۔

۳۵...... آیت "مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ" سے وفاتِ مسیح پر استدلال کرتے ہوئے اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں یعنی مسیح صرف ایک رسول ہے اس سے پہلے نبی فوت ہو چکے ہیں، ماں اس کی صدیقہ ہے جب دونوں زندہ تھے تو طعام کھایا کرتے تھے۔ یہ آیت بھی صریح نص حضرت مسیح کی موت پر ہے کیونکہ اس آیت میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ مریم طعام نہیں کھاتے ہاں کسی زمانہ میں کھایا کرتے تھے جیسا کہ کانا کا لفظ اس پر دلالت کر رہا ہے جو حال کو چھوڑ کر گزشتہ زمانہ کی خبر دیتا ہے اب ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مریم طعام کھانے سے اس وجہ سے روکی گئی کہ وہ فوت ہو گئی اور چونکہ کانا کے لفظ میں جو تثنیہ کا صیغہ ہے حضرت عیسیٰ بھی حضرت مریم کے ساتھ شامل ہیں اور دونوں ایک ہی حکم کے نیچے داخل ہیں لہٰذا مریم کی موت کے ساتھ ان کی موت بھی ماننی پڑے گی کیونکہ آیت بالا میں ہرگز یہ بیان نہیں کیا گیا کہ

حضرت مریم کو بوجہ موت طعام کھانے سے روکی گئی لیکن ابن مریم کسی اور وجہ سے اور جب ہم اس آیتِ مذکورہ کو دوسری آیت کے ساتھ ملا کر پڑھیں کہ "ما جعلناھم جسدا لایاکلون الطعام" جس کے یہ معنی ہیں کہ کوئی ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا کہ زندہ تو ہو مگر کھانا نہ کھاتا ہو تو اسی یقینی اور قطعی نتیجہ تک ہم پہنچ جائیں گے کہ واقع حضرت مسیح فوت ہوگئے ہیں کیونکہ پہلی آیت سے ثابت ہوگیا کہ وہ کھانا نہیں کھاتے اور دوسری آیت بتلا رہی ہے کہ جب تک یہ جسمِ خاکی زندہ ہے طعام کھانا اس کے لئے ضروری ہے لہٰذا اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ زندہ نہیں۔(۱۵۱)

اس آیت میں مرزا غلام احمد اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے ترجمہ میں تبدیلی کی ہے مثلاً پہلے نبی فوت ہو چکے ہیں، جب وہ زندہ تھے تو طعام کھایا کرتے تھے تو نبی کا فوت ہونا اور زندہ تھے یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ باقی رہا "کانا یاکلان الطعام" جس کا معنی یہ ہے وہ دونوں کھانا کھاتے تھے یعنی جس طرح خدا کی دوسری مخلوق کھاتی ہے وہ بھی کھاتے تھے جس سے مقصود یہ ہے کہ وہ مخلوق تھے خود الٰہ نہ تھے یہاں وفات وحیات کا ذکر تک نہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ کانا ماضی کا صیغہ ہے لہٰذا دونوں زمانہ ماضی میں کھانا کھاتے تھے اب مریم بھی نہیں کھاتی تو وہ فوت ہوگئی ایسے ہی مسیح کی موت بھی ماننا پڑی کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ ایک حکم میں شامل ہے۔ مرزا غلام احمد کا یہ اصول بھی غلط ہے اس لئے کہ قرآن میں ہے مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا۔ (۱۵۲) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْماً بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ۔(۱۵۳) وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَآفَّةً۔(۱۵۴)

اسی طرح مرزا غلام احمد کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ مریم کے طعام نہ کھانے کی وجہ موت ہے تو مسیح کے طعام نہ کھانے کی وجہ بھی موت ہی ہو۔

خلت کا معنی موت سے کرنا غلط ہے اس لئے کہ اس کا معنی حقیقی "گزرنا" ہے اور اگر کسی جگہ پر خلت کا معنی موت کے لئے استعمال ہوا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ موت کے معنی کے لئے حقیقتاً وضع ہی کیا گیا ہو جیسے وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ (۱۵۵) وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ (۱۵۶) سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ (۱۵۷)

حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں ان کی الوہیت کا انکار مقصود ہے یعنی جو کھاتا پیتا ہو وہ کیسے معبود ہو سکتا ہے؟

۳۶...... آیت "وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَداً لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ" سے استدلال کرتے ہوئے اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں "اور در حقیقت یہی اکیلی آیت کافی طور پر مسیح کی موت پر دلالت کر رہی ہے کیونکہ کوئی جسم خاکی بغیر طعام کے نہیں رہ سکتا یہی سنۃ اللہ ہے تو پھر حضرت مسیح کیونکر اب تک بغیر طعام زندہ موجود ہیں اور اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے" ولن تجد لسنة الله تبديلاً "اور اگر کوئی کہیں کہ اصحاب کہف بغیر طعام کے زندہ موجود ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ان کی زندگی بھی اس جہاں کی زندگی نہیں۔ مسلم کی حدیث سو برس ان کو بھی مار چکی ہے بے شک ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اصحاب کہف بھی شہداء کی طرح زندہ ہیں"۔(۱۵۸)

اس آیت میں زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ کوئی جسم ایسا نہیں جسے طعام کی ضرورت نہ ہو ہر جسم کو طعام کی ضرورت ہے مگر اس کا مفہوم یہ نہیں کہ فلاں وقت تک یا فلاں مدت تک کھانا ضروری ہے اگر نہیں کھائے گا تو مر جائے گا وہ مدت اس آیت کے کس لفظ سے سمجھ آ رہی ہے؟

مرزا غلام احمد کا کہنا "و لن تجد لسنة الله تبديلاً" تو کیا یہ بات صحیح نہیں کہ اللہ نے آگ کے لئے یہ قانون بنایا ہے کہ وہ جلائے مگر قرآن کہتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کو گلزار کر دیا گیا تو بس اللہ تعالیٰ اپنے قانون کو اپنی مرضی اور ضرورت کے مطابق تبدیل بھی کر سکتا ہے۔

اور مرزا غلام احمد کا یہ کہنا کہ اصحاب کہف زندہ ہیں مگر شہداء والی زندگی ان کو حاصل ہے یہ بھی بہت بڑی غلطی ہے۔ اصحاب کہف نہ تو کفار سے لڑے اور کفار کے ہاتھوں مارے گئے کہ ان کو شہید کی مانند زندگی عطا ہوئی ہو۔

۳۷...... آیت "وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ" "اس آیت سے مرزا غلام احمد وفات مسیح پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اگر نبی کے لئے ہمیشہ زندہ رہنا ضروری ہے تو کوئی ایسا نبی پہلے نبیوں میں سے پیش کرو جو اب تک موجود ہے

اور ظاہر ہے کہ اگر مسیح ابن مریم زندہ رہتے تو پھر یہ دلیل جو خدا تعالیٰ نے پیش کی صحیح نہیں ہو سکی"۔(۱۵۹)

مرزا غلام احمد اس آیت سے وفاتِ مسیح پر دو طرح سے استدلال کر رہا ہے (۱) محمد صرف ایک نبی ہیں ان سے پہلے سب نبی فوت ہو گئے (۲) ظاہر ہے کہ اگر مسیح ابن مریم زندہ رہتے تو پھر یہ دلیل جو خدا تعالیٰ نے پیش کی ہے صحیح نہیں ہو سکی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی بھی کلام کے عموم سے کسی خاص جزئی پر استدلال کرنا خلاف حقیقت ہے کیونکہ عموم کی دلالت اپنے افراد پر نہایت کمزور ہوتی ہے خصوصاً ایسے موقع پر جب کہ کسی خاص جزئی کا حکم کسی مستقل دلیل سے الگ ثابت ہو چکا ہو جیسا کہ قرآن میں ہے إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ (۱۶۰) اس عموم میں حضرات آدم، حواء اور عیسیٰ ابن مریم شامل نہیں ہیں۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (۱۶۱) اس جگہ بیان ہوا ہے کہ تمام انسانوں کے اعمال "ظهر الفساد في البر و البحر" کا سبب ہیں جبکہ اولیاء صالحین کے "بما کسبت" تو فساد کو ختم کرنے کا سبب ہیں۔

اگر کلامِ الٰہی پر غور کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اگر اس آیت سے مرزا غلام احمد والی مراد ہوتی تو قرآنی عبارت یوں ہوتی "قد ماتت من قبله الرسل افأن مات او قتل انقلبتم على اعقابكم" مگر ایسا نہیں تو ظاہر ہوا کہ ضرور کوئی وجہ ہے جس کی وجہ سے "قد خلت" کہا گیا ہے۔

مرزا غلام احمد نے اپنی دلیل کے اندر جو یہ بات کہی ہے کہ یہ آیت وفاتِ مسیح پر دلیل ہے اور اگر نبی کے لئے ہمیشہ زندہ رہنا ہے تو کوئی ایسا نبی پہلے نبیوں میں سے پیش کرو جو اب تک زندہ موجود ہے اور اسی طرح ترجمہ "سب نبی فوت ہو چکے ہیں" میں سب کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو "الرسل" کے اندر حضور ﷺ بھی شامل ہیں لیکن آپ ﷺ اس وقت حیات تھے۔ اسی طرح اس آیت کے اندر دو لفظ ہیں (۱) قد خلت (۲) الرسل پر الف ولام استغراقی ہے۔ خلت کی بحث تو ہم نے پہلے بیان کر دی ہے اور الرسل پر الف ولام استغراقی کا ماننا کسی لحاظ سے بھی درست نہیں اس لئے کہ اس وقت خود آنحضرت ﷺ موجود تھے تو پھر کیسے الرسل پر

الف و لام استغراق مان لیا جائے۔ اسی طرح مرزا غلام احمد خود بھی خلت کا معنی کئی جگہوں پر موت نہیں کرتے جیسے ''ما المسیح ابن مریم الا رسولا قد خلت من قبلہ الرسل'' یعنی مسیح ابن مریم میں اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہ وہ صرف ایک رسول ہیں اور اس سے پہلے بھی رسول ہی آتے رہے۔ (۱۶۲) اسی طرح ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں کہ بہت سے نبیوں کی وفات کا خدا تعالیٰ نے ذکر بھی نہیں کیا۔ (۱۶۳)

۳۸...... آیت ''وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ'' کی تشریح میں لکھتے ہیں ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کو زندہ اور ایک حالت پر رہنے نہیں دیا پس اگر کوئی مر گیا تو یہ لوگ باقی رہ جائیں گے۔ اس آیت کا مدعیٰ یہ ہے کہ تمام لوگ ایک ہی سنۃ اللہ کے نیچے داخل ہیں اور کوئی موت سے نہیں بچا اور نہ آئندہ بچے گا اور لغت کی روح سے خلود کے مفہوم میں یہ داخل ہے کہ ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہے کیونکہ تغیر موت اور زوال کی تمہید ہے پس نفی خلود سے ثابت ہوا کہ زمانہ کی تاثیر سے ہر ایک شخص کی موت کی طرف حرکت ہے اور پیرانہ سالی کی طرف رجوع اور اس سے مسیح بن مریم کا بوجہ امتداد زمانہ اور شیخ فانی ہو جانے کے بعد فوت ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔ (۱۶۴)

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں اور قیامت سے پہلے زمین پر نازل ہوں گے پھر بعد اس کے وفات پائیں گے۔ مسلمان اس بات کے قائل ہی نہیں کہ وہ ہمیشہ رہیں گے۔ مرزا غلام احمد نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ رہیں گے۔

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا کہیں بھی ذکر نہیں۔ اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سنۃ اللہ میں داخل ہی نہیں بلکہ وہ آیۃ اللہ ہیں۔

۳۹...... آیت ''تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''اس وقت سے جتنے پیغمبر پہلے ہوئے ہیں یہ ایک گروہ تھا جو فوت ہو گیا ان کے اعمال ان کے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے اور ان کے کاموں سے تم نہیں پوچھے جاؤ گے۔ (۱۶۵)

مرزا غلام احمد کا اس آیت سے وفات مسیح پر دلیل لینا غلط ہے۔ اس لئے کہ تلک اسمِ اشارہ ہے اور اس کا مشار الیہ ایک یہ آیت ہے جس میں ابراہیم، یعقوب، اسماعیل، اسحاق علیہم السلام کا ذکر ہے دوسرا اس سے ماقبل'' ام تقولون ان ابراھیم ''سے'' وما اللہ بغافل عما تعملون ''جو تلک کا مشار الیہ ہے۔ اب جس جماعت کا ذکر پہلے ہے جن کو اس جگہ امت کہا گیا ہے اس میں عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر تک نہیں۔

۴۰...... آیت'' وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا۔'' اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ'' اس سے یہ بھی ظاہر ہے انجیلی طریقہ نماز پڑھنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وصیت کی گئی تھی اور وہ آسمان پر عیسائیوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں اور حضرت یحییٰ ان کی نماز کی حالت میں یونہی پڑے رہتے ہیں مردہ جو ہوئے اور جب دنیا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو برخلاف اس وصیت کے امتی بن کر مسلمانوں کی طرح نماز پڑھا کریں گے۔ (۱۶۶)

اب ظاہر ہے کہ ان تمام تکلیفاتِ شرعیہ کا بجالانا محال ہے اور جو شخص مسیح کی نسبت یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ زندہ مع الجسد آسمان کی طرف اٹھایا گیا اس کو اس آیت موصوفہ کے منشاء موافق یہ بھی ماننا پڑے گا کہ تمام احکام شرعی جو انجیل اور تورات کی رو سے انسان پر واجب العمل ہوتے ہیں وہ حضرت مسیح پر اب بھی واجب ہے کہ تو اپنی والدہ کی خدمت کرتا رہ پھر آپ ہی اس کے زندہ ہونے کی حالت میں ہی اس کی والدہ سے جدا کردے اور تاحیات زکوٰۃ کا حکم دے اور پھر زندہ ہونے کی حالت میں ہی ایسی جگہ پہنچا دے جس جگہ نہ وہ آپ زکوٰۃ دے سکتے ہیں نہ زکوٰۃ کے لئے کسی دوسرے کو نصیحت کر سکتے ہیں اور صلوٰۃ کے لئے تاکید کرے اور جماعتِ مؤمنین سے دور پھینک دیوے جن کی رفاقت تکمیلِ صلوٰۃ کے لئے ضروری ہے، کیا ایسا اٹھائے جانے بجز بہت سے نقصان عمل اور ضائع ہونے حقوق العباد اور فوت ہونے خدمت، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کچھ اور بھی فائدہ ہوا۔ (۱۶۷)

قرآن میں یہ الفاظ موجود ہیں'' وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا۔'' اس میں صرف یہ ہے کہ مجھے نماز کی وصیت کی گئی ہے لیکن یہ کہاں سے

معلوم ہوا کہ انجیلی طریقہ پر وصیت کی گئی ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ نماز کا طریق ان کا وہی تھا جو انجیلی تھا لیکن شریعتِ محمدیہ کے بعد محمدی نماز پڑھتے ہوں گے، اب زمین و آسمان میں شریعتِ محمدی کا دور دورہ ہے۔ اس کے علاوہ مرزا غلام احمد نے یہاں انبیاء کی بھی توہین کی ہے یہ کہہ کر کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام یونہی پڑے رہتے ہیں۔

۴۱...... آیت ''وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا۔'' اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ ''اس آیت میں واقعاتِ عظیمہ جو حضرت مسیح کے وجود کے متعلق تھے صرف تین بیان کئے ہیں حالانکہ اگر رفع ونزول واقعاتِ صحیحہ میں سے ہیں تو ان کا بیان بھی ضروری تھا کیا نعوذ باللہ رفع ونزول حضرت مسیح کا مورد اور محل سلام الٰہی نہیں ہونا چاہئے تھا؟ سو اس جگہ پر خدا تعالیٰ کا رفع ونزول کا ترک کرنا جو مسیح کی نسبت مسلمانوں کے دلوں میں بسا ہوا ہے صاف اس بات پر دلیل ہے کہ وہ خیال ہیچ اور خلاف واقعہ ہے بلکہ وہ رفع یوم اموت میں داخل ہے اور سراسر باطل ہے۔ (۱۶۸)

یہ آیت خود مرزا غلام احمد کے قول کے خلاف جاتی ہے۔ مرزا غلام احمد روحانی خزائن میں لکھتے ہیں کہ مسیح صلیب پر چڑھایا گیا اور شدتِ درد سے ایسی غشی میں آگیا کہ گویا وہ موت ہی تھی۔ (۱۶۹)

مزید لکھتا ہے ''مسیح ان کے حوالے کیا گیا اس کو تازیانے لگائے گئے جس قدر گالیاں سننا اور فقیہوں اور مولیوں کے اشارہ سے طمانچے کھانا اور ہنسی اور ٹھٹھے سے اڑائے جانا اس کے حق میں مقدر تھا سب نے دیکھا''۔ (۱۷۰)

کیا کسی لغت میں سلامتی کے یہ معنی دکھائے جا سکتے ہیں کہ پہلے کوڑے مارے جائیں جن کے صدمات اور ضربوں سے گوشت پارہ پارہ ہو جائے، ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور پاؤں کے تلوں میں لمبے لمبے کیل ٹھونکے جائیں۔ اگر اس کا نام سلامتی ہے تو یہ سلامتی کا تصور خود مرزا غلام احمد کا پیش کردہ ہے۔

اس آیت میں اموت کا لفظ ہے جو مستقبل کا معنیٰ دے رہا ہے۔ اگر اس آیت کے نزول کے وقت اموت کہ میں مرجاؤں گا جب بھی مجھ پر سلامتی ہو مستقبل کا صیغہ ہے تو یقیناً اس وقت ابھی مرے نہیں تھے اس کے بعد اگر مر گئے ہیں تو اس کا ذکر

کس جگہ پر ہے؟۔ اور قرآن مجید میں ہے "کتب علیکم الصیام" کہ تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ کوئی کہہ سکتا ہے اگر نماز حج، زکوٰۃ بھی فرض ہوتے تو اس آیت میں ان کا بھی ذکر ہوتا۔ معلوم ہوا کہ وہ فرض ہی نہیں۔ ایسے ہی مسلمانوں کا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے ہیں اگر یہ بات صحیح ہوتی تو اس آیت میں اس کا ذکر ضرور موجود ہوتا۔ طرزِ استدلال ایک ایسا باب کھول رہا ہے جس سے کئی قسم کے اعتراض وارد ہو سکتے ہیں اور کئی اہم مسائل میں شکوک وشبہات پیدا کئے جا سکتے ہیں۔

۴۲...... آیت "وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِن بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا" کی تشریح میں لکھتے ہیں "اس آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ سنۃ اللہ دو ہی طرح سے تم پر جاری ہے بعض تم میں سے عمر طبعی سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں اور بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں یہاں تک کہ ارذل عمر کی طرف رد کئے جاتے ہیں اور اس حد تک نوبت پہنچتی ہے کہ بعد علم کے نادان محض ہو جاتے ہیں"۔ (۱۷۱)

یہ آیت قیامت کے منکرین کو سمجھا رہی ہے کہ وہ خدا جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے علقہ بنایا پھر مضغہ بنایا ماں کے پیٹ میں جگہ دی پھر پورا بنا کر پیدا فرمایا پھر جوان کیا پھر تم میں سے کوئی مر جاتا ہے تو کوئی بڑھاپے کی طرف لوٹایا جاتا ہے پھر اس کو کوئی علم نہیں رہتا۔ یہ آیت خدا تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتی ہے۔ وفاتِ مسیح سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام تو نطفہ سے پیدا ہی نہیں ہوئے پس یہ آیت حضرت مسیح کی وفات پر ہرگز پیش نہیں کی جا سکتی۔ اور مرزا غلام احمد کا یہ کہنا کہ سنت دو ہی طرح تم پر جاری ہے۔ بعض عمر طبعی سے پہلے فوت ہو جاتے ہیں یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ آیت میں نہ دو کا لفظ ہے نہ طبعی موت کے دو طریقے۔ یہ مرزا غلام احمد نے اپنی طرف سے کیا ہے۔ مرزا غلام احمد کا کہنا بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں مگر عمر طبعی کی حد بیان نہیں کی۔ عمر طبعی کیا ہوتی ہے؟ کہ اس سے تجاوز کر جائے تو وہ عمر ارذل ہے یہ اللہ کے علم میں ہے کہ کس کی کتنی عمر طبعی ہے جب عمر مقرر اختتام کو پہنچتی ہے تو موت آ جاتی ہے۔

۴۳...... آیت "وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "تم اپنے جسمِ خاکی کے ساتھ زمین پر ہی رہو گے یہاں تک کہ اپنے تمتع کے دن پورے کر کے مر جاؤ۔ یہ آیت خاکی جسم کو آسمان پر جانے سے روکتی ہے کیونکہ

لکم جو اس جگہ فائدہ تخصیص کا دیتا ہے اس بات پر بصراحت دلالت کر رہا ہے کہ جسمِ خاکی آسمان پر نہیں جاسکتا"۔(۱۷۲)

مرزا غلام احمد نے جسمِ خاکی اور مر جاؤ گے قرآن کے کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے؟ اور مرزا غلام احمد کا یہ کہنا کہ لکم میں لام تخصیص ہے کس کے لئے؟ یہ واضح نہیں کیا۔ البتہ لام تخصیص کا ماننا ہی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ آیت وفاتِ مسیح پر نہیں۔

لکم میں ضمیر کا مرجع آدم، حواء اور شیطان ہیں۔ لکم میں انہی کی تخصیص ہے کیونکہ پسِ منظر میں انہی کا تذکرہ ہے، انہی سے کہا گیا "وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ " اور اس وقت کہا گیا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہی نہیں ہوئی تھی۔

الیٰ حین کا ترجمہ مرزا غلام احمد نے کیا ہے یہاں تک کہ مر جاؤ۔ مگر کسی بھی لغت سے حین کا ترجمہ موت سے نہیں کیا گیا۔ اگر مان بھی لیا جائے تو ترجمہ ہوگا کہ موت تک زمین میں رہنا ہے۔ اس سے ثابت ہوگا موت آنے کے بعد زمین پر رہنا ختم۔ اب لاشیں کہاں جائیں گی زمین پر رہنے کا وقت تو ختم ہو گیا باقی آسمان ہی بچتا ہے۔

۴۴...... آیت" وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ " کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "اگر مسیح ابن مریم کی نسبت کہا جائے کہ اب تک جسمِ خاکی کے ساتھ زندہ ہیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ ایک مدت دراز سے ان کی انسانیت کی قویٰ میں بالکل فرق آ گیا ہوگا اور یہ حالت صرف موت کو چاہتی ہے"۔(۱۷۳)

مرزا غلام احمد نے کوئی کلیہ بیان نہیں کیا جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ اصل عمر کی مقدار کتنی ہے، جس کو ہم ارذل کہہ سکیں۔ ہم کتبِ سابقہ میں دیکھتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر نو سو تیس سال اور حضرت شیث علیہ السلام کی عمر نو سو بارہ سال، حضرت نوح علیہ السلام کی ایک ہزار پچاس سال، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک سو بیس سال عمریں تھیں مگر ان کے قویٰ میں فرق نہیں آیا۔ کئی واقعات ایسے ہیں کہ پچاس یا پچپن سال کی عمر میں دانت ختم، آنکھوں کی بینائی کام کرنا چھوڑ گئی، تمام اعضاء کام کرنا چھوڑ گئے مگر کئی اشخاص ایسے ہیں کہ سو برس کی عمر ہو گئی، آنکھیں اور باقی اعضاء پوری آب و تاب سے کام کر رہی ہیں۔

آسمان کے حالات کو زمین کے حالات پر قیاس کرنا بڑی غلطی ہے۔ آسمان پر رہنے سے کسی قسم کی کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی ورنہ جبرائیل علیہ السلام، حاملینِ عرش اور دوسرے فرشتے سب کمزور ہو کر تھک گئے ہوتے، عرش نیچے گرا دیتے، حضور ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معراج کی رات اپنی آنکھوں سے دیکھا اور آپ ﷺ نے واپسی پر یہ ارشاد فرمایا: ''رأیت عیسیٰ علیہ السلام شابا۔'' (۱۷۴)

۴۵...... آیت ''اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفاً وَشَيْبَةً'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''خدا وہ خدا ہے جس نے تم کو ضعف سے پیدا کیا پھر ضعف کے بعد قوت دی پھر قوت کے بعد ضعف اور پیرانہ سالی دی۔ یہ آیت بھی صریح طور پر اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ کوئی انسان اس قانونِ قدرت سے باہر نہیں ہے''۔ (۱۷۵)

اس آیت میں بھی وفاتِ مسیح علیہ السلام کا کوئی ذکر نہیں۔

اس جگہ سورۂ روم کی آیت نمبر ۵۴ کو سامنے رکھ کر توجہ کریں کہ وہ لڑکا جو پیدا ہونے پر ہی فوت ہو گیا اور ایک جوان ہو کر فوت ہو گیا۔ اس آیت کا مصداق کیسے بن سکتے ہیں جب عام حالات میں بھی اس آیت کو قانونِ کلیہ نہیں بنایا جا سکتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کی پیدائش سے تمام زندگی عام لوگوں سے کئی اعتبار سے مختلف ہے اور آیۃ اللہ میں ان کا شمار ہوتا ہے ان پر اس آیت کو چسپاں کر کے ان کے لئے اس آیت سے موت پر دلیل پکڑنا کیسے درست ہے۔

۴۶...... آیت ''إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ'' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''اس زندگی دنیا کی مثال یہ ہے کہ جیسے اس پانی کی مثال ہے جس کو ہم آسمان سے اتارتے ہیں پھر زمین کی روئیدگی مل جاتی ہے پھر وہ روئیدگی بڑھتی اور پھولتی ہے اور آخر کار کاٹی جاتی ہے۔ یعنی کھیتی کی طرح انسان پیدا ہوتا ہے اول کمال کی طرف رخ کرتا ہے پھر اس کا زوال ہو جاتا ہے۔ کیا اس قانونِ قدرت سے مسیح باہر رکھا گیا ہے؟''۔ (۱۷۶)

اس آیت سے تو یہ ثابت ہوا کہ پانی سے کھیتی اور پھل تیار ہوتے ہیں اور پھر کھیتی کاٹ دی جاتی ہے، اسی طرح انسان ہے جو اس کو زندگی ملتی ہے بالآخر موت کے منہ میں چلا جاتا ہے اس کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا۔ اختلاف درازیٔ عمر میں چل رہا ہے جس طرح کدو، کھیرا اور ترکاریوں کی عمر بہت تھوڑی ہوتی ہے جلد پک کر کاٹ لی جاتی ہے یہ بھی کھیتی ہے جب کہ گندم جو کئی مہینوں کے بعد تیار ہوتی ہے پھر کاٹی جاتی ہے اور دیر تک ان کا ذخیرہ کیا جا سکتا ہے۔ درختوں میں آڑو کا درخت دو سال میں تیار ہوتا ہے۔ آم اور سیب کا درخت دس بارہ سال میں تیار ہوتا ہے اسی طرح انسان کی عمروں میں بھی برابری نہیں اور نہ ہی قانونِ قدرت ہر ایک میں یکساں ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی۔

۴۷...... آیت "وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں "ہم نے تجھ سے پہلے جس قدر رسول بھیجے ہیں وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں پھرتے تھے اور پہلے ہم بانصِ قرآنی ثابت کر چکے ہیں کہ دنیوی حیات کا لزوم طعام کا ہے۔ سو چونکہ اب نبی طعام نہیں کھاتے اس سے ثابت ہے کہ وہ سب فوت ہو چکے ہیں اس کلمۂ حصر میں مسیح بھی داخل ہیں"۔ (۱۷۷)

یہ آیت منکرینِ نبوت سے متعلق ہے اور ان کا جواب ہے کیونکہ وہ حضور ﷺ کو بانظرِ حقارت دیکھتے اور کہتے "مالهٰذا الرسول يأكل الطعام و يمشي في الأسواق۔" اس کا جواب دیتے ہوئے اللہ پاک نے فرمایا کھانا پینا، بازاروں میں چلنا پھرنا نبوت کے منافی نہیں۔ کوئی بھی عقل مند انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ آیت وفاتِ مسیح علیہ السلام پر دلیل ہے۔

۴۸...... آیت "وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں "جو لوگ غیر اللہ کی پرستش کیے جاتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ آپ پیدا شدہ ہیں زندہ بھی تو نہیں ہیں اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ یہ آیتیں کس قدر صراحت سے مسیح اور سب انسانوں کی وفات پر دلالت کر رہی ہیں جن کو یہود و

نصاریٰ اور بعض فرقے عرب کے اپنا معبود ٹھہراتے تھے اگر اب بھی آپ لوگ مسیح بن مریم کی وفات کے قائل نہیں ہوئے تو یہ سیدھے یہ کیوں نہیں کہتے کہ ہمیں قرآن ماننے میں کلام ہے۔ قرآن کریم کی آیتیں سن کر پھر وہیں ٹھہر نہ جانا کیا ایمانداروں کا کام ہے''۔ (۱۷۸)

مرزا غلام احمد اس آیت کو وفات مسیح علیہ السلام پر اس لئے پیش کر رہے ہیں کہ چونکہ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو معبود جانتے ہیں اور اس آیت میں صاف موجود ہے'' والذین یدعون من دون اللہ''اور پھر ہے'' اموات غیر احیاء ''جس سے پردہ چاک ہوتا ہے جیسے عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو معبود جانتے ہیں ایسے ہی روح القدس کو بھی معبود سمجھتے ہیں، ان کے مذہب پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ثالث ثلاثہ کے قائل ہیں ایک اللہ تعالیٰ دوسرے مسیح علیہ السلام تیسرے روح القدس۔ کیا اس آیت سے صرف مسیح علیہ السلام کی وفات ثابت ہوئی یا روح القدس کی بھی؟ اگر روح القدس کی وفات ماننے کے لئے تیار نہیں تو آخر کیوں؟ وہ بھی تو من دون اللہ میں شامل ہیں۔

اس آیت میں بت مراد ہیں نہ کہ مسیح علیہ السلام کیونکہ'' اموات غیر احیاء ''بتوں کی صفت ہے جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ تھے اور زندہ ہیں۔ بتوں میں کبھی بھی حیات نہیں رہی۔ مرزا غلام احمد کے بقول حضرت مسیح علیہ السلام میں حیات تھی تو اس میں کیسے شامل ہو گئے؟۔

۴۹...... آیت ''مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ '' کی تشریح میں لکھتے ہیں محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔ یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا پس اس سے بھی باکمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ دنیا میں آ نہیں سکتا کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرائیل حاصل کرے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ وحی رسالت تا باقیامت منقطع ہے اس سے ضروری طور پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ مسیح ابن مریم ہرگز نہیں آئے گا اور یہ امر خود مستلزم اس بات کو ہے کہ وہ مر گیا''۔ (۱۷۹)

مرزا غلام احمد اس آیت کے تحت یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں اگر عیسیٰ زندہ ہیں اور بنفسِ نفیس قیامت سے پہلے آنے والے ہیں تو حضور ﷺ کے بعد پھر یہ آیت کسی کے آنے کو تسلیم نہیں کرتی تو وہ کیسے آسکتے ہیں؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے" إِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ." (۱۸۰) اس آیت میں یہ بات واضح ہے کہ جس قدر انبیاء اور رسول حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ تک گزرے ہیں یہ سب وعدہ کر چکے ہیں کہ ہم محمد ﷺ کی امت میں اپنے آپ کو داخل و شمار سمجھیں گے اور ان پر ایمان لائیں گے۔ اس آیت کی عملی تفسیر معراج کی رات سامنے آئی کہ حضور ﷺ نے امامت فرمائی، حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ تک تمام انبیاء نے آپ کی امامت میں نماز پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ اس آیت کے مفہوم کے مطابق سارے کے سارے انبیاء جب حضور ﷺ کی امت میں شامل ہوتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس میں میثاقِ ازلی کے ایفاء کے طور دنیا میں آنا، خلیفۃ المسلمین بننا، حضور ﷺ کے اعلیٰ درجہ رسالت کا مظہر ہے نہ کہ آنحضرت ﷺ کے درجۂ خاتمیت کے منافی۔

۵۰...... آیت " يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي " آیت بالا کی تفسیر میں لکھتے ہیں "یعنی اے نفس بحق آرام یافتہ اپنے رب کی طرف واپس چلا آ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پھر اس کے بعد میرے ان بندوں میں داخل ہو جا جو دنیا کو چھوڑ گئے ہیں اور میرے بہشت کے اندر آ۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ انسان جب تک فوت نہ ہو جائے گزشتہ لوگوں کی جماعت میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتا لیکن معراج کی حدیث سے جس کو بخاری نے بھی مبسوط طور پر اپنی صحیح میں لکھا ہے ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت شدہ نبیوں کی جماعت میں داخل ہے لہٰذا حسبِ دلالتِ صریحہ اس نص کے مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا ضروری طور پر ماننا پڑا"۔ (۱۸۱)

اس آیت کا تعلق قیامت برپا ہو جانے کے بعد سے ہے جو لوگ میزانِ اعمال سے گزر کر کامیابی حاصل کر لیں گے ان کے حق میں یہ آیت ہے۔ مرزا غلام احمد

نے اس آیت میں بھی اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے قرآنی ترجمہ میں تحریف کی ہے مثلاً جو دنیا کو چھوڑ گئے ہیں۔ اس آیت میں یہ کسی لفظ کا بھی ترجمہ نہیں۔ اسی طرح انسان جب تک فوت نہ ہو جائے گزشتہ لوگوں کی جماعت میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتا۔ یہ پورا مفہوم قرآن کی کس آیت یا احادیث کے ذخیرہ میں کس حدیث سے اخذ کیا گیا ہے معلوم نہیں۔ معراج والی حدیث کا حوالہ دے کر مرزا غلام احمد نے بہت بڑی غلطی کی ہے اس لئے کہ اگر مسیح علیہ السلام باقی فوت شدہ انبیاء علیہم السلام میں دیکھے گئے اس لئے ان کو فوت شدہ مانا جائے تو پھر کیا خیال ہے خود حضور ﷺ ان میں دیکھے گئے، کیا وہ بھی فوت شدہ تھے؟ اور مرزا غلام احمد کا یہ کہنا کہ انسان جب تک فوت نہ ہو جائے گزشتہ لوگوں کی جماعت میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتا کیا حضور ﷺ فوت شدہ تھے؟ کہ وہ فوت شدہ نبیوں میں دیکھے گئے۔

۵۱...... آیت ’’ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ‘‘ اس آیت کی وضاحت میں لکھتے ہیں ’’اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنا قانونِ قدرت یہ بتلایا ہے کہ انسان کی زندگی میں صرف چار واقعات ہیں پہلے وہ پیدا کیا جاتا ہے پھر تکمیل اور تربیت کے لئے روحانی اور جسمانی طور پر رزق مقسوم اسے ملتا ہے پھر اس پر موت وارد ہوتی ہے پھر وہ زندہ کیا جاتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ان آیات میں کوئی ایسا کلمہ استثنائی نہیں جس کے رو سے مسیح کے واقعات خاصہ باہر رکھے گئے ہوں حالانکہ قرآن کریم اول سے آخر تک یہ التزام رکھتا ہے کہ اگر کسی واقعہ کے ذکر کرنے کے وقت کوئی فرد بشر باہر نکالنے کے لائق ہو تو فی الفور اس قاعدہ کلیہ سے اس کو باہر نکال لیتا ہے یا اس کے واقعاتِ خاصہ بیان کر دیتا ہے‘‘۔ (۱۸۲)

مرزا غلام احمد اس آیت کو قانونِ کلی کے طور پر پیش کر رہے ہیں حالانکہ یہ آیت قانونِ کلی نہیں ہے بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان پیدا ہوتے ہی رزق حاصل کئے بغیر فوت ہو جاتا ہے نیز ’’ ثم یحییکم ‘‘ میں حیات کی کسی خاص مقدار کو نہیں مقرر کیا گیا کہ کوئی کتنا زندہ رہے گا۔ دوسرا کلیہ بھی مرزا غلام احمد نے غلط بیان کیا ہے اس لئے کہ قرآن میں ہے ’’ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ‘‘ (۱۸۳) اس قاعدہ میں حضرت آدم وحواء، حضرت مسیح علیہ السلام شامل

نہیں۔ اسی طرح مرزا غلام احمد کے پیش کردہ آیت سے وفاتِ مسیح ثابت نہیں ہوسکتی لیکن ہم حضرت مسیح علیہ السلام سے متعلق ان چاروں مراحل کا اعتراف کرتے ہیں۔

۵۲...... آیت "كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں "یعنی ہر ایک چیز جو زمین میں موجود ہے اور زمین سے نکلتی ہے وہ معرضِ فنا میں ہے۔ یعنی دم بدم فنا کی طرف میل کر رہی ہے۔ مطلب یہ کہ ہر ایک جسمِ خاکی کو نابود ہونے کی ایک حرکت ہے اور کوئی وقت اس حرکت سے خالی نہیں، وہی حرکت بچہ کو جوان کر دیتی ہے اور جوان کو بڈھا، اور بڈھے کو قبر میں ڈال دیتی ہے اور اس قانونِ قدرت سے کوئی باہر نہیں۔ خدا تعالیٰ نے فانٍ کا لفظ اختیار کیا ہے یفنٰی نہیں کہا تا کہ معلوم ہو کہ فنا ایسی چیز نہیں کہ کسی آئندہ زمانہ میں یک دفعہ واقع ہوگی بلکہ سلسلۂ فنا کا ساتھ ساتھ جاری ہے لیکن ہمارے مولوی یہ گمان کر رہے ہیں کہ مسیح ابن مریم اسی فانی جسم کے ساتھ جس میں بموجب نص صریح کے ہر دم فنا کام کر رہی ہے بلا تغیر وتبدل آسمان پر بیٹھا ہے اور زمانہ اس پر اثر نہیں کرتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی مسیح کو کائنات الارض میں سے مستثنٰی قرار نہیں دیا"۔ (۱۸۴)

اس میں کوئی شک نہیں کہ ساری مخلوق فنا ہونے والی ہے مگر کب؟ یہ کسی کو معلوم نہیں۔ فنا دو قسم پر ہے (۱) فنا بالفعل (۲) فنا بالقوہ۔ اس آیت میں فنا بالفعل کا سرے سے تذکرہ ہی نہیں ہے فنا بالقوہ کا تذکرہ ہے کہ یقیناً ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور ہم بھی اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح علیہ السلام فنا میں آنے والے ہیں۔

۵۳...... آیت "إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں "یعنی متقی لوگ جو خدا تعالیٰ سے ڈر کر ہر ایک قسم کی سرکشی کو چھوڑ دیتے ہیں وہ فوت ہونے کے بعد جنات اور نہر میں ہیں، صدق کی نشست گاہ میں با اقتدار بادشاہ کے پاس۔ اب ان آیات کی رو سے صاف ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے دخولِ جنت اور مقعدِ صدق میں تلازم رکھا ہے یعنی خدا تعالیٰ کے پاس پہنچنا اور جنت میں داخل ہونا ایک دوسرے کا لازم ٹھہرایا گیا ہے سو اگر "رافعک الی" کے یہی معنٰی ہیں جو مسیح خدا تعالیٰ کی طرف اٹھایا گیا تو بلاشبہ وہ جنت میں بھی داخل ہوگیا جیسا کہ دوسری آیت یعنی "ارجعی الی ربک" جو "رافعک

الی '' کے ہم معنی ہے بصراحت اسی پر دلالت کر رہی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھایا جانا اور گزشتہ مقربوں کی جماعت میں شامل ہو جانا اور بہشت میں داخل ہو جانا یہ تینوں مفہوم ایک ہی آن میں پورے ہو جاتے ہیں پس اس آیت سے بھی مسیح ابن مریم کا فوت ہونا ہی ثابت ہوا''۔(۱۸۵)

آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے وہ فوت ہونے کے بعد۔ یہ مرزا غلام احمد نے اپنی طرف سے بنایا ہے اور اس آیت میں قیامت کے بعد متقیوں کا جنت میں داخلے کا ذکر ہے نہ کہ مرنے کے ساتھ ہی جنت میں داخلے کا ذکر ہے۔ اسی طرح اگر مقربین میں داخل ہونا وفات کی دلیل ہے تو پھر معراج کی رات حضور ﷺ مقربین میں داخل ہوئے۔ بوجہ مقربین میں داخل ہونے کے آپ پر بھی موت کا آ جانا لازمی ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

۵۴...... آیت ''إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ '' کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''یعنی جو لوگ جنتی ہیں اور ان کا جنتی ہونا ہماری طرف سے قرار پا چکا ہے وہ دوزخ سے دور کئے گئے ہیں اور وہ بہشت کی دائمی لذات میں ہیں۔ اس آیت سے مراد حضرت عزیرؑ اور حضرت مسیحؑ ہیں اور ان کا بہشت میں داخل ہو جانا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی موت بھی پایہ ثبوت پہنچی''۔(۱۸۶)

اس آیت کا تعلق قیامت برپا ہونے کے بعد سے ہے اور مرزا غلام احمد کا یہ کہنا کہ وہ بہشت کی دائمی لذات میں ہیں تو کیا بہشت زمین پر ہے یا آسمان پر؟ اگر زمین پر ہے تو بالکل باطل ہے اور اگر کہا جائے کہ بہشت آسمان پر ہے تو پھر انسان کا جسدِ عنصری آسمان پر جانا ثابت ہو گیا۔

۵۵...... آیت ''أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ '' کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''یعنی جس جگہ تم ہو اسی جگہ موت تمہیں پکڑے گی اگرچہ تم بڑے مرتفع برجوں میں بود و باش اختیار کرو۔ اس آیت سے بھی صریح ثابت ہوتا ہے کہ موت اور لوازم موت ہر ایک جسم خاکی پر وارد ہو جاتے ہیں یہی سنۃ اللہ ہے اور اس جگہ بھی استثنیٰ کے طور پر کوئی ایسی عبارت بلکہ ایک ایسا کلمہ بھی نہیں لکھا گیا ہے

جس سے مسیح باہر رہ جاتا ہیں بلا شبہ یہ اشارۃ النص بھی مسیح ابن مریم کی موت پر دلالت کر رہے ہیں۔ موت کے تعاقب سے مراد زمانہ کا اثر ہے جو ضعف اور پیری یا امراض و آفات الی الموت تک پہنچاتا ہے۔ اس سے کوئی نفس مخلوق خالی نہیں"۔(۱۸۷)

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ آپ ﷺ ہجرت کر کے جب مدینہ تشریف لے گئے تو کفار مکہ نے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا جس کا پتہ چلنے پر کفار کے ساتھ مقابلے کے لئے تیاری کا حکم فرمایا تو بعض کمزور طبع حضرات نے مقابلہ سے جی چرایا جس پر تنبیہا کئی آیات نازل ہوئیں ان میں ایک آیت یہ بھی ہے جس میں ہے کہ مقابلہ کرنے سے جی چرا رہے ہو کہ موت نہ آ جائے، موت تو کہیں بھی آ سکتی ہے اگرچہ بلند و بالا برجوں میں ہی کیوں نہ ہو۔ باقی رہا مرزا غلام احمد کا یہ کہنا کہ زمانہ سے جسم پر لوازم موت وارد ہوتے ہیں یہ کفار کا نظریہ ہے اسلام کا سکھایا ہوا عقیدہ نہیں۔

اسی طرح مرزا غلام احمد اور جماعت قادیان کی طرف سے ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اکابرین میں سے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام ابن قیم رحمہ اللہ کا بھی یہی عقیدہ تھا یعنی یہ حضرات بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل تھے۔

یاد رہے کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام ابن قیم رحمہ اللہ پر یہ سراسر تہمت لگائی گئی ہے۔ حالانکہ ان حضرات کا یہ عقیدہ نہیں تھا جیسا کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح" اور "زیارۃ القبور" لکھ کر قادیانیوں کی طرف سے اس الزام کی تردید کی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔ اسی طرح امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "ہدایۃ الحیاری" اور "قصیدہ نونیہ" میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو ثابت کیا ہے۔ ان میں سے چند ایک دلائل درج ذیل ہیں۔

"والمسلمون واهل الكتاب متفقون على اثبات مسيحين مسيح هدى من ولد داؤد و مسيح ضلال يقول اهل الكتاب انه من ولد يوسف و متفقون على ان مسيح الهدى سوف ياتى كما ياتى مسيح الضلالة لكن المسلمون و النصارى يقولون مسيح الهدى هو عيسىٰ بن مريم و ان الله ارسله ثم ياتى مرة ثانية لكن المسلمون

یقولون انہ ینزل قبل یوم القیامة فیقتل مسیح الضلالة و یکسر الصیب ویقتل الخنزیر و لا یبقی دیناً الا دین الاسلام و یومن بہ اھل الکتاب الیھود والنصاریٰ کما قال تعالی و ان من اھل الکتاب الا لیئومنن بہ قبل موتہ والقول الصحیح الذی علیہ الجمھور قبل موت المسیح و قال تعالی و انہ لعلم للساع۔"(۱۸۸)

اسی طرح مزید حیات عیسیٰ علیہ السلام پر روشنی ڈالتے ہوئے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ "ثم قال و ان من اھل الکتاب الا لیئومنن بہ قبل موتہ و ھذا الا اکثر العلماء معناہ قبل موت المسیح وقد قیل قبل موت الیھودی و ھو ضعیف کما قیل انہ قبل موت محمد ﷺ و ھو ا ضعف فانہ لو امن بہ قبل الموت لنفعہ ایمانہ بہ فان یقبل توبة العبد مالم یغرر و ان قبل المراد بہ الایمان الذی یکون بعد الغرغرہ لم یکن فی ھذا فائدة فان کل احد بعد موتہ یومن بالغیب الذی کان یحجدہ فلا اختصاص للمسیح بہ و لانہ قال قبل موتہ و لم یقل بعد موتہ و لانہ لا فرق بین ایمانہ بالمسیح بعد و بمحد صلوات اللہ علیھما و سلامہ والیھود الذی یموت یموت علی الیھویة فیموت کافراً بمحد والمسیح علیھما الصلواة والسلام ولانہ قال و ان من اھل الکتاب الا لیئومنن بہ قبل موتہ و قولہ لیئومنن بہ فعل مقسم علیہ وھذا انما یکون فی المستقبل لدل ذالک علی ان ھذا الایمان بعد اخبار اللہ بھذا و لو ارید قبل موت الکتابی لقال وان من اھل الکتاب الا من یئومن بہ لم یقل لیئومنن بہ وایضافانہ قال وان من اھل الکتاب وھذا یعم الیھود والنصاریٰ فدل ذالک علیٰ ان جمیع اھل الکتاب الیھود والنصاری یئومن المسیح قبل موت المسیح و ذالک اذا نزل آمنت الیھود والنصاری بانہ رسول اللہ لیس کاذبا کمایقول الیھود ولا ھو اللہ کما تقولہ النصاری۔"(۱۸۹)

ایک جگہ پر لکھتے ہیں کہ "واما المسلمون فامنوا بما اخبرت بہ

الانبياء على وجهه و هو موافق لما اخبربه خاتم الرسل حيث قال في الحديث الصحيح يوشك ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا واماما مقسطا فيكسر الصليب و يقتل الخنزير و يضع الجزية واخبر في الحديث الصحيح انه اذا اخرج مسيح الضلالة الاعور الكذاب نزل عيسىٰ بن مريم على المنارة البيضا شرقي دمشق بين مهروذتين واضعا يديه على منكبي ملكين فاذا راه الدجال انماع كما ينماع الملح في الماء فيدركه فيقتله بالحربة عند باب لدا لشرقي على بضع عشرة خطوة منه وهذا تفسير قوله تعالى (و ان من اهل الكتاب الا ليئومنن به قبل موته)اى يئومن بالمسيح قبل ان يموت حين نزوله الى الارض حينئذ لا يبقي يهودى ولا نصرانى ولا يبقى دين الا دين الاسلام۔''(۱۹۰)

یہ میں نے مختصراً اقوال امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے پیش کئے ہیں اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اقوال ہیں جو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس عقیدے کی وضاحت کر رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق امام ابن تیمیہ کا کیا عقیدہ تھا۔ان دلائل کے بعد امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی طرف یہ نسبت کرنا کہ آپ وفات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ رکھتے تھے یہ سراسر زیادتی اور تہمت ہے۔اور کسی سچے انسان کو ایسا زیب نہیں دیتا۔

حکیم نورالدین بھیروی

قادیانی مذہب میں جو مقام و مرتبہ مرزا غلام احمد کو حاصل ہے وہی مقام و مرتبہ حکیم نورالدین بھیروی کو حاصل ہے۔بلکہ بعض اہل نظر کے مطابق حکیم نورالدین قادیانی سلسلہ میں دماغ کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس تحریک کا احیاء ان ہی کے سر ہے۔اور جب مرزا غلام احمد نے بیعت کا سلسلہ شروع کیا تو سب سے پہلے حکیم نورالدین سے بیعت لی۔جس سے ان دونوں کے گہرے تعلقات اور زیادہ ظاہر ہوتے ہیں۔

حکیم نورالدین ۱۸۴۱ء میں بھیرہ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد غلام رسول ایک مسجد کے امام تھے۔اور بتایا گیا ہے کہ وہ نسباً فاروقی تھے۔(۱۹۱)

حکیم نورالدین نے گھر پر ابتدائی تعلیم حاصل کی پھر لاہور میں آئے اور خوشخطی سیکھی پھر واپس آ کر عربی کی تعلیم حاصل کی اور قرآن کے ترجمہ کا شوق ہوا بعد ازاں لاہور میں جا کر علم طب کی تحصیل کی پھر سکول میں فارسی پڑھانے لگے لیکن چار سال کے عرصہ کے بعد مکمل طور پر حصول تعلیم میں لگ گئے آپ نے مشکوۃ، اصول الشاشی اور متنبی کا دیوان پڑھا رام پور میں عربی کی تعلیم مکمل کی پھر بھوپال آئے اور جمال الدین خان صاحب کی سر پرستی میں رہے پھر وہاں بخاری و ہدایہ کا درس لیا اور حرمین شریفین کا قصد کیا پھر صحیح مسلم پڑھی اور فہم و فراست میں بڑھتے گئے طبی مہارت میں بڑا اثر و رسوخ پیدا کر لیا۔

۱۸۷۶ء میں کشمیر کے اندر مہاراجہ رگھبیر سنگھ کے دربار میں ریاست کے ایک ہندو پولیس افسر لالہ مہتا داس اور کشمیر کے نامور مؤرخ دیوان کرپارام کی مدد سے شاہی حکیم کے طور پر نوکری حاصل کر لی۔ ۱۸۷۷ء میں حکیم نورالدین نے دہلی دربار کی تقریب میں شرکت کی جہاں ملکہ وکٹوری کو باقاعدہ ہندوستان کی ملکہ ہونے کا اعلان کیا گیا۔

حکیم نورالدین کو کشمیر میں انگریز کی وفاداری کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اور مہاراجہ کشمیر کی جاسوسی پر مامور کیا گیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حکیم نورالدین انگریزی تسلط کی نگہداشت کا فریضہ انجام دیتا رہا۔ حکیم نورالدین کی اس جاسوسی کے متعلق ''نقیب ختم نبوت'' میں ہے کہ ''حکیم نورالدین راجہ امر سنگھ کے ساتھ خصوصی تعلقات قائم کر کے اسے اپنے دام فریب میں پھنسا لینے میں حکیم نورالدین پوری طرح کامیاب ہو گیا اور اسے آمادہ کر لیا کہ وہ انگریزوں کی مدد سے اپنے بڑے بھائی مہاراجہ پرتاب سنگھ کے مقابلے میں اختیارات کو اپنے ہاتھ میں لے کر ریاست کے نظام پر کنٹرول حاصل کر کے کشمیر کے اندر انگریزی مفادات کی مکمل نگہداشت کا فریضہ اپنے ذمے لے لے۔ اس سازش میں حکیم صاحب کو کسی حد تک کامیابی بھی حاصل ہوئی کہ انگریزوں نے ریاستی امور کو سرانجام دینے کے لئے ایک انتظامی کونسل کے لئے مہاراجہ پرتاب سنگھ کو آمادہ کر لیا۔ جس کی صدارت اگرچہ مہاراجہ پرتاب سنگھ کے ہاتھ میں تھی تاہم اختیارات رفتہ رفتہ راجہ امر سنگھ کے ہاتھ میں منتقل ہوتے گئے جو انتظامی کونسل کے ایک

اہم رکن تھے۔ بالآخر مہاراجہ پرتاب سنگھ پر جب سازش کھلی تو انہوں نے حکیم نور الدین کو چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر ریاست سے نکل جانے کا حکم دیا اور یوں حکیم نور الدین کو کشمیر سے نکلنا پڑا۔" (۱۹۲)

مرزا غلام احمد سے ملاقات

مختلف حوالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حکیم نور الدین کی مرزا غلام احمد سے پہلی ملاقات ۱۸۶۵ء کو بمقام جموں میں ہوئی اور ملتے ہی حکیم نور الدین مرزا غلام احمد پر فدا ہو گیا۔ حکیم نور الدین جب بھی بھیرہ آتے جاتے سیالکوٹ سے گزرتا تو مرزا غلام احمد سے بھی اکثر اوقات ملاقات کر کے جاتا۔ مرزا غلام احمد ان دنوں عیسائیوں سے مناظرے بھی کرتا جس کی وجہ سے کچھ لوگ اس کی طرف بھی متوجہ ہوئے (یاد رہے کہ مرزا غلام احمد پادریوں سے خوب جوش سے مناظرے کرتا تھا لیکن تنہائیوں میں مرزا غلام احمد کی پادریوں سے ملاقاتیں بھی بہت شہرت رکھتی ہیں) خود حکیم نور الدین بھی غیر مذاہب کے مطالعہ اور مناظروں کا طبعاً شوقین تھا۔ اس لئے اس کے لئے مرزا غلام احمد کی شخصیت میں ایک خاص قسم کی کشش موجود تھی۔ رفتہ رفتہ یہ ملاقاتیں ان دونوں کو جلد ایک دوسرے کے قریب لے آئیں۔ شناسائی کی حدود سے بہت جلد دوستی اور پھر پیری مریدی کے تعلقات میں ڈھلتے گئے اور دونوں ایک دوسرے کے ہم راز بن گئے۔

حکیم نور الدین کا منصب خلافت پر فائز ہونا

مئی ۱۹۰۸ء کو بانی جماعت احمدیہ کی موت کے بعد حکیم نور الدین کو ان کی خدمات کے بدولت جماعت کا خلیفہ اول منتخب کیا گیا۔ اور جب ان کے دور میں لوگوں نے حکیم نور الدین کے کردار پر اعتراضات کیے تو حکیم نور الدین نے اپنی خلافت کو خدا کی طرف سے مقرر ہے مقرر کردہ خلیفہ کہ کر اپنے مخالفین کا منہ بند کرایا اور کہا کہ "ہزار نالائقیاں مجھ پر تھوپو مجھ پر نہیں خدا پر لگیں گی جس نے مجھے خلیفہ بنایا۔" (۱۹۳)

حکیم نور الدین بطور مصنف

حکیم نور الدین دینی علوم کو اچھا خاصی جانتا تھا۔ اور قادیانیوں میں اس وجہ

سے قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔حتی کہ بعض مؤرخین نے یہاں تک لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد کی طرف اکثر کتابیں حکیم نورالدین نے ہی لکھی ہیں۔حکیم نورالدین کی طرف بھی بہت سی کتابیں منسوب ہیں۔

حکیم نورالدین کی وفات

مارچ ۱۹۱۴ء کو حکیم نورالدین نے وفات پائی۔الفضل میں ہے کہ ''حکیم صاحب چھ سال تک منصب خلافت پر فائز رہے وہ گھوڑے سے گر کر زخمی ہوئے اور صاحب فراش ہو گئے اور اسی صدمہ سے ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو انتقال کیا انتقال سے چند روز قبل ان کی زبان بند ہو گئی تھی۔'' (۱۹۴)

حکیم نورالدین کی مطالعہ قرآن سے دلچسپی اور مقام و مرتبہ

بقول حکیم نورالدین بھیروی ''مجھے قرآن مجید سے بڑھ کر کوئی چیز پیاری نہیں لگتی۔ہزاروں کتابیں پڑھی ہیں ان سب میں مجھے خدا کی ہی کتاب پسند آئی۔'' (۱۹۵)

قرآن میری غذا، میری تسلی اور اطمینان کا سچا ذریعہ ہے اور میں جب تک اس کو کئی بار مختلف رنگ میں پڑھ نہیں لیتا مجھے آرام اور چین نہیں آتا۔'' (۱۹۶)

بانی سلسلہ احمدیہ نے حکیم نورالدین کے ذمے یہ اہم کام سونپا تھا کہ وہ ہر آنے والے افراد کو قرآن فہمی میں مہارت سکھائیں اور روزانہ قرآن کا درس دیا کریں۔مرزا غلام احمد حکیم نور الدین کی قرآن سے محبت کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''ما انست فی قلب احد محبة القرآن کما اریٰ قلبه مملوداً بمودة القرآن.'' (۱۹۷) میں نے کسی کے دل میں اس طرح قرآن کی محبت نہیں پائی جس طرح آپ کا دل فرقان حمید کی محبت سے لبریز ہے۔

قادیانی جماعت میں حکیم نورالدین کی قرآن دانی کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔قادیانی جماعت کو اگر تقویت ملی ہے تو وہ حکیم نورالدین ہی کی وجہ سے ملی ہے۔اور اسی طرح حکیم نورالدین بھیروی کی تفسیر کو آسمانی تفسیر قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ بانی جماعت احمدیہ حکیم نورالدین کی قرآن دانی کے متعلق پیر سراج الحق نعمانی کو کہا تھا کہ ''حضرت مولوی نورالدین صاحب کی تفسیرِ قرآن آسمانی تفسیر ہے۔صاحب

زادہ صاحب ان سے قرآن پڑھا کرو اور ان کے درس قرآن میں بہت بیٹھا کرو اور سنا کرو۔ اگر تم نے دو تین سیپارے بھی حضرت مولوی صاحب سے سنے یا پڑھے تو تم کو قرآن شریف سمجھنے کا مادہ اور تفسیر کرنے کا ملکہ ہو جائے گا۔'' (۱۹۸)

حکیم نورالدین روزانہ قرآن کا درس بھی دیا کرتے تھے اور ہر نئے آنے والے قادیانی کو قرآن سمجھایا بھی کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قادیانی جماعت میں مولوی محمد علی اور مرزا بشیر الدین محمود احمد جیسی شخصیات نے آپ سے استفادہ کیا تھا۔ اور اس کے علاوہ قادیانیوں کے جتنے بھی مفسرین ہیں وہ سب انہی کے اقوال کا حوالہ دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ گویا قرآنی منہج کے لحاظ سے قادیانی مدرسہ کی بنیاد حکیم نورالدین کی مرہون منت ہے۔ مرزا غلام احمد حکیم نورالدین کی قرآن دانی کے متعلق یوں لکھتے ہیں ''وبفطرية مناسبة تامة بكلام الرب الجليل وكم من خزائن فيه اودعت لهٰذا الفتى النبيل.'' (۱۹۹) آپ کی فطرت رب جلیل کے کلام سے کمال مناسبت ہے۔ قرآن کریم کے بے شمار خزائن اس شریف نوجوان کو ودیعت کیے گئے ہیں۔ مزید اسی اہمیت کے متعلق لکھتا ہے ''من اراد حل غوامض التنزيل واستعلام اسرار كتاب الرب الجليل فعليه باشتغال هذه الكتب.'' (۲۰۰) جو شخص قرآن کریم کے عمیق مطالب کو حل کرنے اور رب جلیل کی کتاب کے اسرار جاننے کا ارادہ رکھتا ہے اسے چاہیے کہ آپ کی کتب کا مطالعہ کرے۔

انہی اقوال کے پیش نظر حکیم نورالدین کو قادیانی جماعت میں قرآن دانی میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ لیکن افسوس کہ حکیم نورالدین خود کوئی تفسیر نہ لکھ سکے بعد میں جماعت نے ان کے اقوال کو اکٹھا کر کے ان کے نام پر ایک تفسیر مرتب کی ہے۔ اور اس تفسیر میں ہمیں کوئی ایسی خوبی نظر نہیں آتی کہ جس کی وجہ سے کوئی بھی محقق اس تفسیر کی تعریف کر سکے۔

تفسیر ''حقائق الفرقان'' کا تعارف

یہ تفسیر چار جلدوں میں ہے۔ اور اس میں حکیم نورالدین بھیروی کے مختلف اقوال کو اکٹھا کیا گیا ہے۔ اس میں بھی ربط مضامین کا بہت زیادہ فقدان پایا جاتا

ہے۔اور ہر جلد کے آخر میں مضامین، اسماء اور مقامات کو حروف تہجی کی ترتیب سے بیان کرتے ہیں اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ جہاں انہوں نے لغوی وضاحت کی ہے جلد کے آخر میں ان الفاظ کو بھی حروف تہجی کے اعتبار سے بیان کر دیا ہے تا کہ تلاش کرنے میں آسانی ہو۔اور جلد اول کے شروع میں تفسیر قرآن کی بحث بھی کی گئی ہے۔

جلد اول	سورہ فاتحہ تا سورہ آل عمران	۵۸۴ صفحات
جلد دوم	سورہ نساء تا سورہ بنی اسرائیل	۶۰۸ صفحات
جلد سوم	سورہ کہف تا سورہ فتح	۶۳۲ صفحات
جلد چہارم	سورہ حجرات تا سورہ ناس	۶۵۴ صفحات

''حقائق الفرقان'' کا منہج

اس تفسیر میں سورت کا خلاصہ بیان کیا ہے اس کے بعد بعض آیات کا تو ترجمہ کیا ہے اور بعض کا ترجمہ کیے بغیر ہی تشریح کر دیتے ہیں اور تشریح میں زیادہ تر اپنی رائے اور مشاہدات کو بیان کیا گیا ہے۔

''حقائق الفرقان'' میں مصادر و مراجع

اس تفسیر میں مرزا غلام احمد کے اقوال و الہامات کو کثرت سے پیش کیا گیا ہے اسی طرح حکیم نور الدین کے الہامات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔اور اکثر جگہ حکیم نور الدین یہ کہتے ہیں کہ مجھے خدا نے اس کا مفہوم یہ بتایا ہے۔حکیم نور الدین نے سلف و صالحین کی تفاسیر سے بالکل استفادہ نہیں کیا۔

''حقائق الفرقان'' کا اصول تفسیر کی روشنی میں جائزہ

حقائق الفرقان'' قادیانی مفسرین میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔بعد کے تمام مفسرین اسی تفسیر سے استفادہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔حکیم نور الدین بھیروی نے مرزا غلام احمد سے اپنی محبت اور وفاء کا ثبوت اپنی اس تفسیری اقوال میں بھی دیا ہے۔اور بہت سی آیات کا مصداق مرزا غلام احمد کو قرار دیتے ہوئے خود کو گواہ کے طور پر پیش کیا ہے۔اور حکیم نور الدین نے سلف و صالحین کے طریقوں سے ہٹ کر مرزا غلام

احمد اور اپنے اقوال والہامات کو قرآنی تفسیر میں دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

۱...... سورہ فاتحہ کی آخری آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''اس امت میں ''انعمت علیھم، مغضوب'' اور ضال تینوں قسم کے لوگ موجود ہیں پس وہ مسیح موعود علیہ السلام بھی موجود ہے جس نے ہم میں نازل ہونا تھا وہ مہدی موعود اس وقت کا امام بھی ہے اور انہی میں موجود ہے۔وہ اختلافوں میں حکم۔ہم نے اس کی آیات بینات کو دیکھا اور ہم گواہی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر، جزا سزا، حشر اجساد، جنت ونار، اپنی بے ثبات زندگی کو نصب العین رکھ کر اس کو امام مان لیا ہے۔'' (۲۰۱)

۲...... فی زمانہ انفاق کا بڑا محل: سورہ البقرہ کے شروع میں لفظ ''ینفقون'' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''فی زمانہ حال انفاق کا بڑا محل یہ ہے کہ اپنے حوصلوں کو وسیع کر کے اس الٰہی سلسلہ احمدیہ کی اشاعت کے واسطے مال و زر دیا جائے۔'' (۲۰۲)

۳...... سورہ بقرہ کی تفسیر میں ''واذ قتلتم نفسا'' کی تشریح میں مفسرین جو مشہور واقعہ پیش کرتے ہیں حکیم نور الدین اس قتل کی عجیب تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''ایک یہودی عورت نے ایک مسلم عورت کو مار دیا۔قریب المرگ حالت میں بتا گئی میرا قاتل کون ہے پس حکم ہوا اس کو مار دو۔'' (۲۰۳)

حکیم نور الدین نے یہاں دو باتوں کا انکار کیا ہے۔ایک تو یہ کہ قتل مرد ہوا تھا عورت نہیں۔دوسرا یہ کہ خدا کے حکم سے گائے کے گوشت کو اس لاش کے ساتھ لگایا گیا تو اس نے اپنا قاتل خود ہی بتا دیا۔چنانچہ علامہ ابن کثیر نے اس واقعہ کو مکمل بیان کیا ہے کہ ''حدثنا الحسن بن محمد بن الصباح، حدثنا یزید بن ھارون أنبانا ھشام بن حسان، عن محمد بن سیرین، عن عبدۃ السلمانی، قال: کان رجل من بنی اسرائیل عقیماً لا یولد له، وکان له مال کثیر، وکان ابن اخیه وارثه، فقتله لیحمله لیلا فوضعه علی باب رجل منھم، ثم أصبح یدعیه علیھم حتی تسلحوا، ورکب بعضھم الی بعض، فقال ذوالرای منھم والنھی: علام یقتل بعضکم بعضاً و ھذا رسول الله فیکم؟ فاتوا موسیعلیه السلام، فذکروا ذلک له، فقال: [ان الله یأمرکم ان تذبحوا بقرۃ قالوا أتتخذنا ھزواً قال اعوذ بالله ان اکون من

الجاهلين]قال:فلو لم يعترضوا[البقر]لأجرأت عنهم أدنى بقرة،ولكنهم شددوا فشدد عليهم،حتى انتهوا الى البقرة التى امروا يذبحهافوجدوهاعند رجل ليس له بقرة غيرها،فقال:والله لا انقضها من ملء جلدها ذهبا،فأخذوها بملء جلدها ذهبا فذبحوها،فضربوه ببعضها فقام فقالوا:من قتلك؟فقال هذا لأبن اخيه،ثم مال ميتاً،فلم يعط من ماله سيا،فلم يورث قاتل بعد۔''(۲۰۴)

۴...... مرزا غلام احمد کو شہید قرار دیتے ہوئے اپنی تفسیر میں حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''المبطون شهيد' وہ جو دستوں کی مرض سے وفات پاوے وہ شہید ہوتا ہے۔مطون کہتے ہیں جس کا پیٹ چلتا ہو یعنی دست جاری ہو جاویں۔اب جائے غور کہ آپ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کی وفات اسی مرض دستوں ہی سے واقع ہوئی۔''(۲۰۵)

۵...... سورہ بقرہ کی آیت ''ربی الذی یحیی ویمیت '' کی تشریح میں معجزات کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''یہاں احیاء واماتت کا معنی زندہ کرنا اور مارنے کے لینا غلطی ہے۔''(۲۰۶)

امام رازی رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''الاظهر انه علم ذلك اللبث كان بسبب الموت وذلك لان الغرض الاصلى فى اماتته ثم احيائه بعد مائةعام ان يشاهد الاحياء بعد الاماتة وذلك لا يحصل الا اذا عرف ان ذلك اللبث كان بسبب الموت وهو ايضا قد شاهد اما فى نفسه او فى حماره احوالا دالةعلى ان ذلك اللبث كان بسبب الموت۔''(۲۰۷)

۶...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''ويكلم الناس فى المهد و كهلاً '' کہ اللہ تعالیٰ پیشگوئی میں مریم کو تسلی دیتا ہے کہ وہ گونگا نہیں ہوگا بلکہ کلام کرنے والا ہوگا۔اس وقت جبکہ بچے بولنا سیکھ لیتے ہیں جیسا کہ بڑا سمجھ دار ہوکر کلام کرے گا۔''(۲۰۸)مزید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''یکون طیراً'' کا معنی ہے جناب الٰہی میں

اڑنے والا ہو جاوے گا۔ ''فانفخ فیہ'' میں اس میں کلام کی ایسی روح پھونکوں گا کہ وہ مادہ پرستی سے نکل کر بلند پرواز انسان ہو جائے گا۔'' (۲۰۹) خلق اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ روحانی مردوں کو زندہ کرتے تھے۔'' (۲۱۰)

حکیم نور الدین نے مرزا غلام احمد کی اتباع کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کیا ہے اور یہ صرف حکیم نور الدین نے نہیں بلکہ جتنے بھی قادیانی مفسرین ہیں سب نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ حالانکہ قرآن اور احادیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو بیان کرتیں ہیں۔ چنانچہ سورہ آل عمران میں ہے ''وَرَسُولاً إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْراً بِإِذْنِ اللّهِ وَأُبْرِىءُ الأكْمَهَ والأَبْرَصَ وَأُحْيِـي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللّهِ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ۔'' (۲۱۱) اسی طرح سورہ مائدہ میں ہے ''إِذْ قَالَ اللّهُ يَا عِيسى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَى وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلاً وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالإِنجِيلَ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْراً بِإِذْنِي وَتُبْرِىءُ الأَكْمَهَ وَالأَبْرَصَ بِإِذْنِي وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوتَى بِإِذْنِي وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنكَ إِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِنْهُمْ إِنْ هَـذَا إِلاَّ سِحْرٌ مُّبِينٌ۔'' (۲۱۲) اور تفسیر ابن جریر کی جلد سوم صفحہ ۱۷۳، تفسیر ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۱۴۳، روح المعانی کی جلد سوم صفحہ ۱۴۹ پر لکھا ہے کہ ''اکمہ مادر زاد'' اندھے کو کہتے ہیں۔ اسی طرح قرآن کی جتنی بھی تفاسیر ہیں ان میں ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو لکھا گیا ہے۔ اور تسلیم کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اچھا کرتے تھے اور باذن الٰہی مردہ کو زندہ کرتے تھے۔ اسی طرح حدیث رسول ﷺ ہے ''وکان الغلام یبرء الاکمہ والابرص و یداوی الناس سائر الادواء۔'' (۲۱۳) اسی طرح قادیانی آج تک یہ ثابت

نہیں کر سکے کہ قرآنی آیت کا یہ مفہوم جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کیا گیا ہے کہاں سے لیا ہے۔

۷...... حکیم نورالدین مرزا غلام احمد کی وحی کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "وحی خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہم کو بھی ایک عرصہ سے ہو چکی ہے اور براہین احمدیہ میں موجود ہے اور وہ یہ ہے "إِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ." (۲۱۴) مزید اس کے متعلق لکھتا ہے کہ "جو وعدہ تطہیر اور رفع اور توفی اور فوق کا حضرت مسیح کو دیا گیا تھا وہی ہمارے آقا حضرت مسیح موعود کو دیا گیا ہے۔" (۲۱۵)

یہاں مرزا غلام احمد کی شان کو بڑھا کر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کر رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قادیانی جماعت یہودیوں کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی ہی تسلیم نہیں کرتی اس لئے ہر قادیانی مفسر نے ان پر زیادہ ہی قلم اٹھایا ہے۔

۸...... "اسریٰ بعبدہ" "معراج جسمانی کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "اس میں اشارہ ہے ہجرت کی طرف کہ کس طرح خانہ کعبہ سے مدینہ کی مسجد میں پہنچے۔" (۲۱۶)

حکیم نورالدین نے یہ غلط تشریح محض اس لئے کی ہے تاکہ معراج جسمانی کا انکار ہو جائے۔

۹...... سورہ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں مچھلی کے متعلق لکھتا ہے کہ "بھونی مچھلی کا ذکر قرآن میں نہیں۔ اور نہ احادیث صحیحہ میں اور نہ ہمارا عقیدہ ہے کہ بھونی مچھلی زندہ ہو جاوے۔" (۲۱۷)

حکیم نورالدین کا یہ کہنا کہ کسی حدیث میں ایسا ذکر نہیں یہ حکیم نورالدین کا حقائق سے روگردانی کرنا ہے۔ بہت سی احادیث کی کتابوں میں اس کا ذکر آتا ہے جیسا کہ مسند احمد میں ہے "واوحی اللہ الیہ. ان فی الارض من ھو أعلم منک و آیۃ ذلک ان تزود حوتا مالحا فاذا فقدتہ، فھو حیث تفقد، فتزود حوتا مالحا ۔۔۔۔۔" (۲۱۸) اسی طرح الجامع المسلم میں بھی "حوتا مالحا" کے الفاظ

آتے ہیں۔اور مفسرین بھی اس بات پر متفق ہیں کہ یہ مچھلی بھونی ہوئی تھی۔صفوۃ التفاسیر میں ہے"قال المفسرون: کان الحوت مشویا۔"(۲۱۹)

۱۰....... ذوالقرنین نے جو یاجوج ماجوج کو قید کیا تھا اس کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ"یہ ایسا جھوٹ ہے جس میں حق و حقیقت اور روحانی تعلیم کا نام و نشان نہیں۔"(۲۲۰)

۱۱....... انگلینڈ میں موجود دو بڑے ہیکل مجسم کو یاجوج ماجوج کہتا ہے۔اور لکھا ہے کہ شہر لنڈن کی بنیاد انہیں حملہ آور یاجوج ماجوج نے ڈالی تھی۔"(۲۲۱)

۱۲....... دجال کی حقیقت کا انکار کرتے ہوئے اور مرزا غلام احمد کا دعویٰ کہ دجال کسی ایک شخص کا نام نہیں کو تقویت دیتے ہوئے لکھتا ہے"دجال ایک کاریگروں کی قوم کا نام ہے۔"(۲۲۲)

۱۳....... سورہ مومنون میں"وآوینٰھما الیٰ ربوۃ"سے مراد کشمیر ہے۔(۲۲۳)

۱۴....... ربوۃ سے کسی مفسر نے کشمیر مراد نہیں لیا۔حکیم نورالدین کشمیر ثابت کر کے اپنے عقیدے کو تقویت دے رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کشمیر میں ہے۔تفسیر جلالین میں ہے کہ"مکان مرتفع وھو بیت المقدس أو دمشق أو فلسطین۔"(۲۲۴)

۱۵....... سورہ نمل میں وادی نمل کے متعلق لکھتے ہیں"طائف کے پاس سونے کے ذرات نکلنے کا ایک نالہ تھا۔ان کو چننے والوں کا نام نملہ ہے۔"(۲۲۵)

لغت میں نمل"چیونٹی"کو کہتے ہیں لیکن حکیم نورالدین نے اس کے معنی کو ہی تبدیل کر کے تحریف کی ہے۔اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس معجزے کا انکار کیا ہے۔خود قرآن بھی اس پر شاہد ہے کہ یہاں نملہ کا معنی چیونٹی ہے ورنہ تعجب کی کوئی بات نہ تھی۔اور تفسیر بیضاوی میں ہے کہ"واد النمل: واد بالشام کثیر النمل۔"(۲۲۶)

۱۶....... سورہ نمل ہی میں ہدہد کے متعلق لکھتا ہے"حضرت سلیمان کی فوج کا ایک آدمی کا نام تھا۔"(۲۲۷)

یہاں بھی ہدہد کا معنی تبدیل کر کے تحریف کی ہے۔اس لئے کہ ہدہد ایک پرندہ

تھا نہ کہ کسی انسان کا نام۔لیکن حکیم نورالدین نے یہاں ایک آدمی کا نام مراد لیا ہے۔

۱۷...... جماعت احمدیہ کو قرآنی آیت کا مصداق قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ "يَـا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ "یعنی اے مومنو جب تم نماز کے لئے جمعہ کے دن پکارے جاؤ تو اللہ کے ذکر کی طرف چلے آؤ "ذلکم خیر لکم" یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔میں نے ابھی کہا ہے کہ یہ آیت "آخرین منھم" کے نیچے ہے۔اور یہ بالا تفاق مانا گیا ہے۔کہ وہ مسیح موعود و مہدی مسعود کا زمانہ ہے۔کھلے الفاظ میں یوں کہتا ہوں کہ یہ قوم ہماری قوم احمدی قوم ہے اور تم کو اللہ تعالیٰ مخاطب کر کے فرماتا ہے۔اور مسیح موعود کا زمانہ بھی حقیقت میں ایک جمعہ ہے"(۲۲۸)

۱۸...... آنحضرت ﷺ پر نازل ہونے والی وحی "اذا جاء" سے مرزا غلام احمد کی وحی کو تشبیہ دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ "مرزا غلام احمد مسیح موعود پر بھی اسی طرح کی وحی "زلزلہ آیا زلزلہ آیا" نازل ہوئی تھی۔"(۲۲۹)

"حقائق الفرقان" میں مذکور امتیازی مسائل کا جائزہ

حکیم نورالدین بھیروی نے مرزا غلام احمد سے محبت اور وفاء کا ثبوت اپنی تفسیر میں بھی کیا ہے۔اور مرزا غلام احمد کو نبی ثابت کرنے کے ساتھ بہت سی آیات کا مصداق بھی اس کو قرار دیتا چلا جاتا ہے۔

۱۹...... سورہ جمعہ میں "وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ" کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ "اب ایک نادان اور خدا کی سنت سے ناواقف کہہ سکتا تھا کہ آپ کی قدرت قدسی معاذ اللہ ایسی کمزور تھی کہ تیرہ صدیوں سے آگے مؤثر نہ رہی۔اس لئے اللہ نے ایسے کور باطن کے جواب کے لئے فرمایا "وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ" آپ ﷺ کی قوت قدسی ایسی مؤثر اور نتیجہ خیز ہے کہ تیرہ سو سال کے بعد بھی ویسا ہی تزکیہ کر سکتی ہے۔چنانچہ "وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ" کا وعدہ فرمایا یعنی ایک اور قوم آخری زمانہ میں آنے والی ہے جو بلا واسطہ نبی کریم ﷺ سے فیض اور برکات حاصل کرے گی۔اور ایک بار اور ہم اس رسول کی بعثت بروزی کریں گے۔وہ بعثت بھی اسی کے ہم رنگ ہوگی جو "فی الامیین رسولا" کے وقت تھی۔"(۲۳۰) مزید آگے

حدیث مبارکہ سے غلط انداز میں استدلال کرتے ہوئے لکھتا ہے "حدیث میں ہے کہ امت کے اعمال آنحضرت ﷺ کو پہنچائے جاتے ہیں۔ جب آپ ﷺ کو بتایا گیا ہوگا کہ اس قسم کے حاشیے چڑھائے جاتے ہیں جن سے امر حق کو شناخت کرنا قریباً محال ہو گیا ہے اور وہ باتیں داخل اسلام کر لی گئی ہیں۔ جن کا اسلام سے کوئی تعلق اور واسطہ نہ تھا اس لئے اللہ نے وعدہ فرمایا کہ اس معلم کو دوبارہ بھیج دیں گے۔ "فی الامیین رسولا" کی بعثت کریں گے۔ اس کی توجہ ان پر ڈالیں گے جو "لما یلحقوا بھم" کے مصداق ہیں۔" (۲۳۱)

۲۰...... مزید سورہ جمعہ کے آخری رکوع میں لکھتے ہیں "آنحضرت ﷺ کا ایک نام ذکر بھی ہے۔ اور جیسے قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ ویسے ہی رسول ﷺ کی حفاظت کا بھی وعدہ فرمایا تھا "واللہ یعصمک من الناس" اور عجیب بات ہے کہ یہی وعدہ حضرت مسیح موعود سے بھی ہوا ہے۔ ان ساری آیتوں پر غور کرنے سے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ یہ صحیح ہے کہ ذکر سے مراد اس آیت میں جمعہ کی رسول ﷺ کی آخری بعثت ہے جو بروزی رنگ میں مسیح موعود کی صورت میں ہوئی۔" (۲۳۲)

عقیدہ حیات عیسیٰ علیہ السلام

حکیم نورالدین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق وہی عقیدہ رکھتے تھے جو مرزا غلام احمد کا تھا۔ لیکن حکیم نورالدین اپنی تفسیر میں اس پر بحث نہیں کرتے بس اتنا کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے حضرت نے اس پر بہت بحث کر لی ہے اسی کو لے لیا جائے۔

مولوی میر محمد سعید

یہ قادیانیوں کے ابتدائی بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ موجودہ دور کے قادیانی جماعت انہیں بالکل نہیں جانتی سوائے کچھ لوگوں کے مجھے بھی بہت زیادہ محنت کے بعد ان کے بارے میں اور ان کی تفسیر کے بارے میں معلوم ہو سکا۔ ان کے حالات مجھے خواجہ ایاز صاحب جو کہ جامعۃ المبشرین ربوہ میں تفسیر کے استاذ ہیں نے دیئے تھے جو کہ درج ذیل ہیں۔

میر محمد سعید قادری حنفی والد کا نام عبدالعزیز کشمیری ہے جو کہ علاقہ کے جید علماء میں شمار ہوتے تھے۔ محمد سعید ۱۲۷۳ھ کو کشمیر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ڈوگرہ راج کی وجہ سے آپ کو کشمیر سے بھوپال لے آئے اور یہیں آپ تعلیم حاصل کرتے رہے۔ مزید تعلیم کے لئے آپ بھوپال سے حیدر آباد دکن آ گئے۔ آپ ہندوستان کی مختلف درسگاہوں سے خصوصاً شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ رحیمیہ سے علم حاصل کیا۔ یہ بادشاہ محبوب علی خاں کی حکومت کا زمانہ تھا۔ بادشاہ نے آپ کو قطب زماں کا خطاب دیا۔

عقیدہ

مولوی میر محمد سعید کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات پا گئے ہیں اور اسی طرح مرزا غلام احمد اللہ کا نبی ہے اور آنحضرت ﷺ کا نزول ثانی مرزا غلام احمد کی صورت میں ہوا ہے۔ اس بات کو مولوی میر محمد سعید اپنی تفسیر میں بھی بیان کرتا ہے۔

وفات

مولوی میر محمد سعید کی وفات کے بارے میں مرزا خلیل قمر صاحب نے مجھے بتایا وہ ۱۹۱۳ء ہے۔ لیکن مولوی میر محمد سعید اپنی تفسیر میں جماعت کے خلیفہ ثانی مرزا بشیر الدین محمود احمد کا تذکرہ خلیفہ ثانی کے نام سے کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی میر محمد سعید نے جماعت کے خلیفہ ثانی کا زمانہ بھی پایا ہے۔ اس لئے ان کی وفات کا صحیح طور پر مجھے علم نہ ہو سکا۔

مولوی میر محمد سعید بطور مصنف

مولوی میر محمد سعید کی تصانیف میں سے مجھے صرف ان کی تفسیر ہی مل پائی ہے، جو کہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ باقی ان کی معلومات بہت زیادہ تحقیق کرنے کے باوجود بھی مجھے کہیں سے نہیں مل سکیں۔

تفسیر ''اوضح القرآن مسمیٰ بہ تفسیر احمدی'' کا تعارف

اس تفسیر کے دو حصے ہیں۔ حصہ اوّل ترجمہ قرآن پر مشتمل ہے اور ساتھ کہیں

کہیں بعض الفاظ کی تشریح بھی موجود ہے اور حصہ دوم میں آیات کے جملوں کی تشریح اس انداز میں کی گئی ہے۔ ہر سورۃ میں لفظِ ''ت'' کے بعد مضمون نمبر لکھ کر قرآنی آیت کی تشریح کرتے ہیں۔ یہ تفسیر ۱۹۱۵ء کو مکتبہ مرتضائی آگرہ سے شائع ہوئی۔ حصہ اوّل کے ۲۶۳ صفحات ہیں اور حصہ دوم کے ۱۹۶ صفحات ہیں۔ ''اوضح القرآن مسمیٰ بہ تفسیر احمدی'' میں پورے قرآن کے ۲۶۰۶ جملوں کی تفسیر کی ہے۔ اس تفسیر میں ''ت'' سے تفسیری حوالہ نمبر دے کر اس حوالے کی تشریح کرتے ہیں۔ یہ تفسیر اب بالکل نایاب ہو چکی ہے۔ پاکستان میں صرف خلافت لائبریری ربوہ میں موجود ہے۔ انتہائی ناساز گار حالت میں۔

مولوی میر محمد سعید کا تفسیری منہج

مولوی میر محمد سعید نے اپنی اس تفسیر میں قرآنی آیات کے اہم جملوں کی وضاحت اپنی اس تفسیر میں کی ہے۔ اس کا انداز یہ اپنایا ہے کہ سب سے پہلے تمہید میں سورت کا تعارف کراتے ہیں۔ پھر اس کے بعد آیت کا وہ جملہ لکھ کر اس کی مختصر سی وضاحت کرتے ہیں۔ اس میں لفظ ''ت'' لکھ کر مضمون نمبر اور آگے آیت قرآنی کا حصہ لکھ کر اپنے انداز میں چند لائنوں کی تشریح کرتے ہیں۔ جس میں لغات، اشعار اور مرزا غلام احمد قادیانی جماعت کے خلیفہ اوّل حکیم نور الدین بھیروی کا کثرت سے حوالہ دیتے ہیں۔ مولوی میر محمد سعید اپنی تفسیر میں حنفی المسلک کو ترجیح دیتے ہیں اور شیعہ حضرات کا کثرت سے رد کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

تفسیر ''اوضح القرآن مسمیٰ بہ تفسیر احمدی'' کے مصادر و مراجع

مولوی میر محمد سعید لغات میں سے مفردات القرآن ولسان العرب اور مرزا غلام احمد قادیانی، حکیم نور الدین بھیروی اور اردو اشعار سے استدلال کرتے ہیں۔

تفسیر ''اوضح القرآن مسمیٰ بہ تفسیر احمدی'' کا اصولِ تفسیر کی روشنی میں جائزہ

مولوی میر محمد سعید اپنی تفسیر میں تفسیر بالرائے کی سخت مخالفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''یہود میں یہ عادت تھی کہ تورات کو اس کے حقیقی مطلب کے خلاف لوگوں

کے بہکانے کے لئے اپنی رائے کے تابع کرتے اور ایسی کوشش کرتے کہ اس مدعائے باطل کو الفاظِ کتاب سے ثابت کرتے۔ تفسیر بیان کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایسی تفسیر بیان کی جائے جو کہ قرآن کی کسی آیت کے خلاف نہ ہو کسی حدیثِ صحیح کے خلاف ہو نہ قواعدِ عربیہ اور لغت کے خلاف ہو، جو اس کے خلاف پر جرأت کرے گا، اس نے تفسیر بالرائے کی گویا تقول علی اللہ کیا۔ ایسے لوگ ایک مطلب پہلے اپنے دل میں بنا لیتے ہیں۔ پھر اس کو قرآن کی کسی آیت سے ثابت کرنا چاہتے پھر قرآن کو موڑ توڑ کر اس مطلب میں ڈھال لاتے ہیں۔" (۲۳۳)

مولوی میر محمد سعید نے تفسیر بالرائے کی مذمت کرنے کے باوجود بھی خود اس سے نہ بچ سکے اور اپنی تفسیر میں بہت سے معجزات کا انکار کرنے کے ساتھ آیتِ قرآنی کے مفہوم کو بھی تبدیل کر دیا ہے، جس کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱ ...... "ثُمَّ بَعَثْنَاكُم مِّن بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ" (۲۳۴)

"پھر زندہ کیا ہم نے تم کو تمہاری موت کے بعد تاکہ تم شکر گزار بنو۔"

تفسیر احمدی کا ترجمہ

"پھر اس موت کی حالت سے تم کو ہم نے اٹھا کھڑا کیا تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔" (۲۳۵) حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ صاعقہ سے غشی ہوگئی تھی۔ حالت موت کو پہنچ گئے تھے۔ دوبارہ زندگی ہوئی۔

تفسیر ابن عباس میں ہے کہ: "[فأخذتكم الصاعقة]فاحرقتكم النار[ثم بعثناكم]أحييناكم[من بعد موتكم]حرقكم[لعلكم تشكرون]لكي تشكروا احيائي" (۲۳۶)

اس آیت میں مولوی میر محمد سعید بنی اسرائیل کی موت کا انکار کر بیٹھے۔

۲ ...... "فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا" (۲۳۷)

"لہٰذا ہم نے کہا ضرب لگاؤ مقتول کو اس گائے کے کسی ٹکڑے سے۔"

تفسیر احمد کا ترجمہ

"پس ہم نے حکم دیا ہے کہ بعض کو بعض کے ساتھ مارو قاتل کو قتل کرو۔" (۲۳۸)

مولوی میر محمد سعید نے جو یہ ترجمہ کیا ہے کہ قاتل کو قتل کرو یہ کس لفظ کا کیا ہے۔قرآنی آیت کا تو یہ ترجمہ کسی نے نہیں کیا۔تفسیر ابن کثیر میں ہے"هذا لبعض ای شیء کان من اعضاء هذه البقرة فالمعجزة حاصلة"(۲۳۹)

۳...... "فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ"(۲۴۰)

"پھر جب چلا طالوت لشکر لے کر تو اس نے کہا بے شک اللہ آزمائش کرے گا تمہاری ایک دریا سے۔"

تفسیر احمدی کا ترجمہ

"پھر جب روانہ ہوا قدآور بادشاہ فوجوں کے ساتھ تو نبی نے کہا کہ اللہ آزمائے گا تم کو ایک نہر سے۔"(۲۴۱)

اس آیتِ مبارکہ میں طالوت نے اپنے لشکر کو کہا،لیکن مولوی میر محمد سعید نے اس کا مصداق نبی کو قرار دیا اور طالوت نبی نہیں تھے۔اس آیت کے ترجمہ میں دو تحریفات کی ہیں ایک تو یہ کہ طالوت سے قدآور بادشاہ مراد لیا ہے،تاکہ اگلی بات کہنا آسان ہوسکے۔دوسرا یہ کہ قدآور کو نبی کہا ہے۔حالانکہ قرآنی آیت خود بتاتی ہے کہ یہ دونوں شخص الگ ہیں ایک نہیں۔جب قوم نے اپنے درمیان امیر بنانے کا نبی سے کہا تو نبی نے جواب دیا۔"وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا" تو یہ آیت خود دلالت کر رہی ہے کہ یہ دونوں شخصیات الگ تھیں نہ کہ ایک۔

۴...... "إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا"(۲۴۲)

"جب کہا اللہ نے اے عیسیٰ بے شک میں واپس لے لوں گا تمہیں اور اٹھا لوں گا تم کو اپنی طرف اور پاک کردوں گا تم کو ان لوگوں کے (گندے ماحول) سے جو کافر ہیں۔"

تفسیر احمدی کا ترجمہ

"اور جس وقت فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں۔

تیری روح قبض کرنے والا ہوں۔ پھر تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور منکروں سے تجھے پاک کرنے والا ہوں۔'' (۲۴۳)

۵ ...... ''وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ'' (۲۴۴)

''اور نہیں ہیں محمد ﷺ مگر ایک رسول بے شک ہو گزرے ہیں اس سے پہلے بھی بہت سے رسول۔''

تفسیر احمدی کا ترجمہ

''اور نہیں ہے محمد ﷺ مگر ایک رسول اس کے پہلے سب رسول مر چکے۔'' (۲۴۵)

مذکورہ آیت میں لفظ ''خلت'' کا معنی ''مر چکے'' کیا ہے جو کہ کسی لغت سے ثابت نہیں اور نہ ہی آج تک کسی مفسر نے اس آیت سے یہ معنی مراد لیا ہے۔ اگر ''خلت'' کا معنی موت لیتے ہیں تو درج ذیل آیات میں بھی یہی معنی کرنا ہوں گے۔

''وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ''

''وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ''

''قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُمْ سُنَنٌ''

قرآن مجید کی ان آیات مبارکہ میں لفظ ''خلت'' آیا ہے، لیکن قادیانی جماعت بھی ان کا معنی موت نہیں کرتی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ''خلت'' کا معنی موت نہیں۔ یہ محض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو ثابت کرنے کے لئے غلط ترجمہ کیا گیا ہے۔

۶ ...... ''سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى'' (۲۴۶)

''پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔''

تفسیر احمدی کا ترجمہ

''وہ پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے پیارے محمد ﷺ کو راتوں رات مسجد حرام سے اس اخیر مسجد تک۔'' (۲۴۷) اخیر مسجد سے حاشیہ میں مولوی میر محمد سعید لکھتا ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس یا مسجد نبوی یا مسیح موعود کی مسجد ہے۔

جبکہ قرآن میں بالکل واضح ہے کہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر کیا۔ اس میں کسی قسم کا کوئی ابہام نہیں، لیکن مولوی میر محمد سعید نے قرآنی آیت کے مفہوم کو ہی تبدیل کر دیا ہے، تا کہ مرزا غلام احمد کی نبوت ثابت ہو سکے۔

۷...... ''وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْراً حَسَناً''(۲۴۸)

''اور خوشخبری دے مؤمنوں کو جو کرتے ہیں نیک عمل کہ یقیناً ان کے لئے ہے اجر بہت اچھا۔''

تفسیر احمدی کا ترجمہ

''اور خوشخبری ان ایمانداروں کو دے جو بھلے کام کریں یہ کہ ان کے لئے اچھا اجر ہے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''(۲۴۹) حاشیہ میں لکھتے ہیں یہ پیش گوئی مسیح موعود کی جماعت کے لئے ہے۔

۸...... ''وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ''(۲۵۰)

''اور جس دن چلائیں گے ہم پہاڑوں کو۔''

تفسیر احمدی کا ترجمہ

''اور جس دن ہم بڑے بڑے پہاڑوں کو چلا دیں گے۔''(۲۵۱) حاشیہ میں لکھتے ہیں یعنی بڑے بڑے آدمیوں کو مار ڈالیں گے۔ پہاڑوں سے بڑے آدمی بھی مراد ہیں۔

جبال کا یہ معنی کس لغت میں کیا گیا ہے اور آج تک کس مفسر قرآن نے اس کا یہ معنی کیا ہے جو مولوی میر محمد سعید کر رہے ہیں۔

یہاں پر مولوی میر محمد سعید نے قرآنی آیت کے مفہوم کو ہی تبدیل کر دیا ہے۔

۹...... ''حَتَّى إِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ''(۲۵۲)

''یہاں تک کہ جب پہنچا وہ طلوع آفتاب کے مقام تک۔''

تفسیر احمدی کا ترجمہ

''یہاں تک کہ جب وہ آفتاب نکلنے کی جگہ پہنچا۔''(۲۵۳) حاشیہ میں لکھتے

ہیں کہ اس سے مراد شرقی طرف بلوچی قوم جہاں ہے مشرقی حدود سلطنت بلوچستان۔

۱۰ ...... ''یَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ'' (۲۵۴)

''(اور حکم دیا تھا کہ) اے پہاڑو تسبیح ومناجات میں ساتھ دو اس کا اور (یہی حکم دیا تھا) پرندوں کو بھی۔''

تفسیر احمدی کا ترجمہ

''اے پہاڑ والے بڑے آدمیو! اے سوار والے پرندو! تم بھی داؤد کے ساتھ تسبیح کرو۔'' (۲۵۵) حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ پرندوں سے مراد سلیمانی جہاز خوش اقبال موافقت سے بڑے تیز چلتے تھے۔

یہ قرآن میں کتنی بڑی تحریف ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزات کا انکار کیا ہے۔

۱۱ ...... ''وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ'' (۲۵۶)

''اور (اس رسول کی بعثت) ان دوسروں لوگوں کے لئے بھی ہے جو انہی میں سے ہیں اور ابھی نہیں ملے آ کر ان کے ساتھ۔''

تفسیر احمدی کا ترجمہ

''اور ان میں سے پچھلوں کو جو ابھی ان سے ملے نہیں۔'' (۲۵۷) حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد مسیح موعود کی جماعت ہے۔

اس کے علاوہ مولوی میر محمد سعید نے حصہ دوم میں بھی بہت سی تفسیری غلطیاں کی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

۱۲...... لفظِ الٓمٓ میں حروفِ مقطعات کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ الٓمٓ یعنی ''انا اللہ اعلم'' حضرت علی و ابن عباس و ابی ابن کعب و حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے یہی معنی کئے ہیں اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود نے بھی مجھے یقین ہے کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ و ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تقلید سے یہ معنی نہیں کئے، بلکہ اپنے ذوق و تحقیق سے بیان کئے۔ معنی یہ ہیں میں اللہ بہت جاننے والا۔ (۲۵۸)

یہاں مولوی میر محمد سعید نے مرزا غلام احمد کی فضیلت کو بیان کر دیا ہے۔

۱۳...... مولوی میر محمد سعید "وَبِالآخِرَةِ هُمْ یُوقِنُون" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "وہ پچھلی آنے والی پر بھی یقین رکھتے ہیں، جو فیض محمد سے مالا مال ہیں۔ بسلسلۂ کلام نزول وحی میں ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ پہلوں وحیوں اور الہاموں پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور جو خاتم النبیین پر اتری اس پر بھی اور جو اس کے کامل متبعین و خداموں پر آئی اور تا قیام قیامت آتی رہے گی۔ اس پر بھی یقین رکھتے ہیں اور وہ غیر مقلد یا وہابی یا برہموں وآریہ نہیں ہیں۔ (۲۵۹)

۱۴...... ت (۳۴) "بعوضة" مچھر کی مثال قرآن شریف میں کہیں نہیں آئی ہے۔ (۲۶۰)

مولوی میر محمد سعید نے لغات کا انکار کیا ہے۔ اس لئے کہ لغت میں بعوضہ مچھر کو کہتے ہیں۔

۱۵...... ت (۴۹) "یقتلون النبیین" یقتلون کے ساتھ قتلا نہیں ہے، جس سے وقوع فعل قتل ثابت نہیں۔ (۲۶۱)

۱۶...... ت (۵۰) "قردة خاسئین" اس میں ان کی تبدیلی روحانیت اور ان کی ذلت کی طرف اشارہ ہے۔ (۲۶۲)

۱۷...... ت (۵۱) "تذبحوا بقرة" اس کی تفسیر میں مشہور قصے کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "گائے کی پرستش ہورہی تھی فرعون وغیرہ گائے کی پوجا کررہے تھے۔ اس لئے ایک خاص گائے کے ذبح کرنے کا حکم ہوا بطور اعلاء کلمۃ اللہ کے۔" (۲۶۳)

۱۸...... ت (۵۲) "و اذ قتلتم نفسا" اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "ایک یہودی نے ایک مسلم عورت کو مار دیا وہ قریب الموت حالت میں بتا گئی کہ اس کا قاتل کون تھا۔ پس حکم ہوا اس کو مار دو۔" (۲۶۴)

۱۹...... ت (۱۴۳) "باذن اللہ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "اس پر وقف ہے یعنی پچھلا قصہ ختم ہو گیا۔ کسی دوسرے موقع پر حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی ایک جالوت کو قتل کیا تھا۔" (۲۶۵)

مولوی میر محمد سعید نے اس آیت کی تفسیر میں اصل حقیقت کو چھپانے کے لئے یہی حیلہ اختیار کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جس جالوت کو قتل

کیا تھا۔ یہ وہی جالوت تھے، جس کے مقابلے میں حضرت طالوت آئے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام بھی حضرت طالوت کے زمانے کے ہی ہیں۔

۲۰...... ت (۶۴۷) ''کھیئۃ الطیر'' طیر سے مراد سالک بلند پرواز مراد ہے جیسے جعفر طیار۔(۲۶۶)

۲۱...... ت (۱۴۳۵) ''فلعلک'' مولوی میر محمد سعید قرآنی آیت کا مصداق آنحضرت ﷺ کی طرح مرزا غلام احمد کو قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''فلعلک'' بعد رسول ﷺ کے اس آیتِ شریف میں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی تسلی دی جاتی ہے اور زیادہ فکر سے روکا جاتا ہے۔'' (۲۶۷)

۲۲...... ت (۱۷۹۳) ''دابۃ الأرض'' اس جانور کی شکل اور مقامِ خروج اور وقتِ خروج میں بڑا اختلاف ہے۔ اس کے اندر مولوی میر محمد سعید نے مختلف اقوال بیان کرنے کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''سب باتوں کا فیصلہ جو کہ حضرت امام ہمام المسیح موعود نے فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ دابۃ الأرض سے مراد طاعون ہے۔ وہ اہل اللہ کو مختلف اشکال میں دکھائی دیتے ہیں، جیسا کہ حضرت کو ہاتھی کی شکل میں جس کا چہرہ انسان کا ہے طاعون دکھائی دی۔'' (۲۶۸)

مزید ''دابۃ الأرض'' کی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ ''دابۃ الأرض'' سے مراد حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیٹا ہے، جس کا نام رحعام ہے۔ یہ بدبخت نالائق و بدچلن تھا۔ جس کے سبب سے سلطنت میں زوال پیدا ہوگیا۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے دس قبیلے باغی ہوگئے۔'' (۲۶۹)

۲۳...... مولوی میر محمد سعید یاجوج ماجوج کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''یاجوج ماجوج دو آدمیوں کا نام ہے جو کہ انگریزوں اور روسیوں کے مورث اعلیٰ تھے۔ چونکہ عرب میں قوموں کا نام ان کے مورثِ اعلیٰ سے لیا جاتا ہے۔ اس لئے ان قوموں کا نام یاجوج ماجوج رکھا گیا۔'' (۲۷۰)

۲۴...... ت (۱۷۷۷) ''اَلْھُدْھُدْ'' اس کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ ''یہ بلقیس کے چچے کا نام ہے، جو اس کا دشمن بھی تھا۔'' (۲۷۱)

۲۵....... ت (۲۰۱۹) ''الاقصی المدینۃ'' موسیٰ کی طرف ایک شخص آیا تھا اور عیسیٰ کی طرف سے آریناء سے اور ہمارے حضرت و آقا کی طرف صحابہ میں سے ایک شخص یعنی ابوبکر وغیرہ اور مسیح موعود کی طرف اطراف خوست کابل سے صاجزادہ عبداللطیف شہید۔ (۲۷۲)

۲۶....... مولوی میر محمد سعید قرآن مجید کی آیت مرزا غلام احمد قادیانی پر چسپاں کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''فتمنو الموت'' یہی مباہلہ مسیح موعود و مہدی مسعود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے تمام علماء مخالف علماء و مشائخ کے مقابلے میں شائع فرمایا کہ جس کے لئے کوئی نہیں کیونکہ آئندہ آیت میں خدا نے پیش گوئی فرمادی ''فاسعوا الیٰ ذکر اللہ'' (۲۷۳)

۲۷....... مولوی میر محمد سعید ''جن'' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''نصیبین'' یمن کا ایک بڑا شہر تھا وہاں کے یہود ''جن'' کہلاتے تھے۔ (۲۷۴)

۲۸....... مولوی میر محمد سعید سورۂ انفطار کی غلط تشریح کرتے ہوئے اور اپنے عقیدے یعنی ''حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سرینگر کشمیر میں دفن ہیں'' کو ثابت کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''آج کل بھی قبروں سے مردے نکال کر دوسری جگہ گاڑھے جاتے ہیں۔ کیا تعجب ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر بھی محلہ خان یار سرینگر کشمیر سے تحقیق کے لئے اکھیڑی جائے اور پھر مع حواریوں کی قبروں کے تبرکا یورپ میں لے جاویں۔ ''اذا بعثر ما فی القبور و حصل ما فی الصدور'' سے بھی کچھ استعارات ملتے ہیں۔'' (۲۷۵)

''اوضح القرآن مسمیٰ بہ تفسیر احمدی'' میں مذکور امتیازی مسائل کا جائزہ

مولوی میر محمد سعید قیامت تک انبیاء کے سلسلے کے آنے کے بھی قائل ہیں۔

۲۹....... اس بات کو اپنی تفسیر میں یوں لکھتے ہیں کہ ''ابوالانبیاء'' جس کا مثل فضیلت تامہ میں کبھی ہوا ہے نہ ہوگا۔ صلی اللہ علیہ و علیٰ الہ و خلفاء اجمعین! اب آپ کی مہر کے بغیر کوئی حکم شرعی نافذ نہیں ہوسکتا۔ یہی معنی ہیں ختم نبوت کے نہ کہ فیضان نبوت کا بند ہوجانا۔'' (۲۷۶) مزید ایک جگہ پر مرزا غلام احمد کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

’’تعجب ہے کہ آج کل کے مسلمان پر کہ وہ اس زمانے میں کسی بشیر و نذیر کی ضرورت نہیں مانتے۔ حالانکہ اہل کتاب کی تقریباً چھ سوسالہ فطرت کو ان کے لئے یہ کہہ دینے کو جائز قرار دیتی ہے کہ ہمارے پاس کوئی بشیر و نذیر نہیں آیا اور یہ مسلمان تیرہ سو سال بعد بھی اس نذیر کو نہیں مانتے۔ جس کی سچائی اللہ تعالیٰ نے زور آور حملوں سے ظاہر کی ہے اور مسیح موعود نبی اللہ ہوگا اور وہ مع اپنے کمالات کے ظاہر ہوگا۔‘‘(۲۷۷)

یہاں بھی مولوی میر محمد سعید نے مرزا غلام احمد کو حضور ﷺ کی طرح بشیر و نذیر قرار دیا ہے۔ اسی طرح مولوی میر محمد سعید نے اپنی تفسیر میں نبی کی تین اقسام بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک میں مرزا غلام احمد کو بھی شامل کرتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ:

’’نبیوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک شریعت لانے والے اور ایک شریعت کے مؤید اور تیسرا ایک نبی ہے جو امتی نبی کہلاتا ہے اور وہ آنحضرت ﷺ کا کامل بروز ہے۔ اس میں حضور ﷺ کی بعثت ثانیہ کا ذکر ہے۔‘‘(۲۷۸)

۳۰...... ت (۲۰۱۲) ’’نفوراً‘‘ اس میں آنحضرت ﷺ کی بعثتِ اولیٰ کا حال اور بعثت ثانی کے منکرین کی حالت کی طرف بھی بطور پیش گوئی بھی اشارہ ہے۔(۲۷۹)

۳۱...... مزید مرزا غلام احمد کو نبی ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ’’شاھد منه‘‘ اس میں نبی کریم ﷺ کی سچائی کا بیان ہے کہ آپ کی سچائی زمانہ ماضی، حال، مستقبل میں ثابت ہے۔ ماضی میں تو موسیٰ کی کتابِ امام ہے۔ حال میں آپ کی سچائی کا ثبوت قرآن کریم اور وہ آیات ہیں۔ جن کا ظہور آپ ﷺ کے ہاتھ پر ہوا۔ مستقبل میں ایک شاہد ہوگا، جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کیا جائے گا اور وہ دنیا میں آپ کی سچائی کا ثبوت ہوگا اور وہ مسیح موعود ہے، جو دنیا میں اس لئے مبعوث کیا گیا کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت اور فیضان کا گواہ ہے۔(۲۸۰)

۳۲...... مولوی میر محمد سعید مرزا غلام احمد کو قرآنی آیت ’’اسمهٗ احمد‘‘ کا مصداق قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ: ’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی کریم ﷺ بھی آئے اور مسیح موعود بھی آئے۔ ’’احمد‘‘ آپ بھی تھے اس لحاظ سے کہ آپ اللہ کی بڑی تعریف کرنے والے تھے۔ مگر آپ ’’محمد‘‘ بھی تھے اور مسیح موعود بھی چادر احمد اوڑھ کر

اسمِ احمد سے مشرف ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''احمد'' سے خطاب کیا ہے بذریعہ وحی والہام اور آپ کا علم عند اللہ ''احمد'' ہے۔'' (۲۸۱) مزید مرزا غلام احمد کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''علی الدین کلہ '' یہ پیش گوئی رسول مقبول ﷺ کے زمانے میں پوری تو ہوچکی، مگر بعض دین مخفی اور بعض قومیں نامعلوم تھیں۔ اس لئے ان پر حجت پوری کرنے کو بہت سے صدیق اور ولی بھیجے گئے، جو فیوضِ نبوت سے حسب استعداد خود مالا مال تھے، تا آنکہ مسیح موعود کا زمانہ بھی مقرر ہوا۔ جیسا کہ تفسیروں میں ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے فرمایا کہ سرکار دو جہاں ﷺ سے دو امر متعلق تھے۔ ایک تکمیلِ ہدایت دوسرے تکمیلِ اشاعتِ ہدایت۔ تکمیلِ ہدایت تو قرآن شریف اور اعمالِ نبوی نے پوری کردی اور بقیہ تکمیلِ ہدایت وخدمتِ دین سید المرسلین کے لئے حضرت مسیح موعود کا زمانہ مقرر ہوا۔ آنحضرت ﷺ کا جلالی نام ''محمد'' تھا، جس کا ظہور تلوار اور دوسری جلالی پیش گوئیوں سے ظاہر ہوچکا ہے اور دوسرا اسم شریف جمالی ''احمد'' تھا، جو اشاعتِ ہدایت کے لئے اخیر زمانہ میں بارنگ مسیح موعود ظاہر ہوا صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۲۸۲)

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق عقیدہ

۳۳...... مولوی میر محمد سعید دوسرے قادیانیوں کی طرح یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات پاگئے ہیں اور ان کی قبر سری نگر کشمیر میں ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق مرزا غلام احمد کی تقلید کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''متوفیک، ممیتک'' ابن عباس، بخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ مائدہ۔ جب لفظ ''توفی'' باب تفعل سے ہو اور اللہ تعالیٰ اس کا فاعل ہو انسان کا اس کا مفعول ہو تو سوا قبضِ روح کے اس کے اور کوئی معنی نہیں۔ (۲۸۳)

مولوی میر محمد سعید نے اس کے اندر وہی دلائل دئیے ہیں جو مرزا غلام احمد نے دیئے تھے اور اس کا جواب تفصیل سے گزر چکا ہے۔ اسی طرح قرآن میں جہاں بھی ''خلت'' کا لفظ آتا ہے وہاں پر اس کا معنی موت ہی کرتے ہیں اور پھر اس سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کو ثابت کرتے ہیں۔

مولوی غلام حسن نیازی

غلام حسن نیازی بن جہان خان لودھی خاندان کی ایک نیازی شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ خاندان اور قوم میں حسن خاں کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کی پیدائش تقریباً ۱۸۵۲ء میں ہوئی۔ (۲۸۴) غلام حسن نیازی نے ابتدائی تعلیم مسجد میں قرآن مجید اور ابتدائی کتب سے کی۔ اس کے بعد راولپنڈی نارمل سکول سے اپنی تعلیم کو مکمل کیا (۲۸۵) قرآن سے بہت زیادہ شغف تھا یہی وجہ ہے کہ آپ نے ملازمت کے دوران ہی قرآن کو حفظ کر لیا تھا۔

جماعت احمدیہ میں شمولیت

مرزا محمد اسماعیل (پشاور میں ڈسٹرکٹ انسپکٹر کے عہدے پر تھے) جو کہ وفات مسیح کے قائل تھے ان کے غلام حسن نیازی سے بہت زیادہ دوستانہ تعلقات تھے۔ چنانچہ جب مرزا غلام احمد نے براہین احمدیہ لکھی تو مرزا محمد اسمٰعیل نے اس کی ایک کاپی غلام حسن نیازی کو بھی دی اور اکثر مرزا غلام احمد کا تذکرہ خیر کثرت سے کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار انہوں نے غلام حسن سے کہا کہ ''مہدی ظاہر ہوگیا اور عنقریب اس کا دعویٰ کریگا'' (۲۸۶) چنانچہ مرزا محمد اسماعیل کی محنتوں کی بدولت غلام حسن نیازی بھی مرزا غلام احمد کے بہت زیادہ گرویدہ ہو گئے تھے۔ اس کے بعد غلام حسن نیازی کو مرزا غلام احمد سے ملاقات کا بہت شوق رہتا تھا اس پیاس کو بجھانے کے لئے آپ پہلی بار ۱۸۸۸ء میں لدھیانہ میں مرزا غلام احمد سے ملاقات کے لئے گئے اس کے بعد پشاور آ کر ۱۸۸۹ء میں مرزا غلام احمد سے تحریری بیعت لی اور جب مرزا غلام احمد نے وفات مسیح کا دعویٰ کیا تو مولوی غلام حسن نیازی ۱۸۹۱ء میں قادیان جا کر مرزا غلام احمد سے ملاقات کی اس کے بعد اکثر قادیان جایا کرتے تھے۔

ملازمت

ابتداء میں غلام حسن نیازی پشاور ہائی سکول میں ہیڈ مولوی کے فرائض انجام

دیتے رہے۔اس کے بعد شہزادہ محمد ابراہیم کی سفارش پر ڈپٹی کمشنر نے ان کو سب رجسٹرار بنا دیا اور اس عہدے پر غلام حسن نیازی ۴۰ سال تک رہے۔(۲۸۷)

مولوی غلام حسن نیازی کا عقیدہ

مولوی غلام حسن نیازی ابتداء میں مرزا غلام احمد کو نبی تسلیم کرتے تھے لیکن ۱۹۱۴ء میں جب جماعت احمدیہ میں خلافت پر شدید اختلاف ہوا تو مولوی غلام حسن نیازی مرزا بشیر الدین محمود احمد سے اختلاف کرتے ہوئے مولوی محمد علی لاہوری کے ساتھ لاہور چلے آئے۔اب مولوی غلام حسن کے نظریات بھی وہی تھے جو محمد علی لاہوری نے ۱۹۱۴ء میں لاہور آ کر بیان کیئے۔اسی دوران مولوی غلام حسن نے اپنی مشہور تفسیر بھی لکھی۔جس میں محمد علی لاہوری کے عقائد کو دلائل سے ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی اور مرزا بشیر الدین محمود احمد کے نظریات کی کھل کر مخالفت کی۔لیکن بعد میں مولوی غلام حسن نیازی کو مولوی محمد علی سے بھی شدید اختلاف ہو گئے تھے۔اس کے بارے میں قاضی محمد یوسف پشاوری نے الفضل میں مولوی غلام حسن پر ایک مضمون لکھا اس میں قاضی محمد یوسف مولوی غلام حسن کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "آپ نے عرصہ دراز تک محمد علی صاحب کو ان کے کاموں پر ملامت کی تھی۔اور ۱۹۳۶ء میں میرے کہنے پر قادیان آئے اور دوسری بار ۱۹۳۹ء میں قادیان آئے اور اسی قیام کے دوران میں جنوری ۱۹۴۰ء کو مرزا بشیر الدین محمود احمد کی بیعت کی۔اور پھر وفات تک وہی مقیم رہے۔"(۲۸۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی غلام حسن نیازی دوبارہ محمد علی کو چھوڑ کر مرزا بشیر الدین محمود احمد کے عقائد کو اختیار کر بیٹھے اور کافی عرصہ تک قادیان مقیم بھی رہے اور آپ کو قادیان میں ہی دفن کیا گیا تھا اور اسی طرح آج تک انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے اس بات کی تردید نہیں آ سکی۔لہٰذا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مولوی غلام حسن نیازی دوبارہ محمد علی لاہوری کی جماعت اور اس کے نظریات کو چھوڑ کر مرزا بشیر الدین محمود احمد کے ساتھ مل گئے تھے۔

غلام حسن نیازی بطور مصنف

مولوی غلام حسن نیازی کا زیادہ شغف قرآن ہی کی طرف تھا اس لئے انہوں نے قرآن کی ایک تفسیر بھی ''حسن بیان'' کے نام سے لکھی تھی۔

وفات

مولانا غلام حسن نیازی یکم رفروری ۱۹۴۳ء کو قادیان میں فوت ہوئے اور انہیں بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا تھا۔(۲۸۹)

غلام حسن نیازی کی مطالعہ قرآن سے دلچسپی

مولوی غلام حسن نیازی بچپن ہی سے تعلیم قرآن میں دلچسپی رکھتے تھے اور تقریبا پچاس سال تک اپنے گھر میں مغرب و عشاء کے درمیان درس قرآن و حدیث دیا کرتے تھے۔ان درسوں میں اپنا پیغام بھی لوگوں تک پہنچاتے تھے۔اس کے لئے انہیں بہت سی مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن غلام حسن نیازی اپنے قادیانی عقیدے سے کبھی نہیں ہٹے۔

تفسیر ''حسن بیان'' کا تعارف

ایک جلد میں مختصر انداز میں لکھی گئی پورے قرآن کی تفسیر ہے۔اس تفسیر کی وجہ تالیف کے متعلق مولوی غلام حسن لکھتے ہیں کہ: ''خواجہ کمال الدین (۱۸۷۰ء-۱۹۳۲ء) کی فرمائش پر میں نے ابتداء قرآن مجید کا ترجمہ لکھا تھا۔بعد میں میری خواہش تھی کہ اس کی تفسیر بھی خواجہ صاحب کی نگرانی میں کردوں لیکن خواجہ صاحب کی مصروفیات کی بناء پر یہ حسرت بھی پوری نہ ہوسکی۔لیکن خواجہ صاحب کی وفات کے بعد اللہ نے یہ بات میرے دل میں ڈالی کہ میں جدید انکشافات زمانہ کو مدنظر رکھ کر ایک مختصر تفسیر اللہ تعالیٰ کی اعانت سے لکھوں جس سے علماء اور غیر علماء اپنی اپنی حیثیت کے مطابق استفادہ کرسکیں اور جس میں خواجہ مرحوم کے بلند خیالات کا کچھ رنگ پایا جائے۔چنانچہ ان مقاصد کو مدنظر رکھ کر میں نے یہ تفسیر لکھی۔جس کا نام اردو زبان میں ترجمہ و مختصر مطالب قرآن موسوم بہ ''حسن بیان'' رکھا۔''(۲۹۰)

تفسیر ''حسن بیان'' کے شروع میں تمہید اس کے بعد ایک مختصر سی مطالب کی فہرست دی ہے۔ان مطالب کو نمبر نوٹوں کی مدد سے تفسیر ''حسن بیان'' میں آسانی کے ساتھ حوالوں کو تلاش کرنا آسان ہو جاتا ہے۔اس تفسیر کے کل صفحات ۶۵۴ ہیں۔

''حسن بیان'' میں تفسیری منہج

۱...... آسان انداز میں با محاورہ ترجمہ کیا ہے۔

۲...... ہر سورت کا مختصر انداز میں تعارف کراتے ہیں۔

۳...... اگر کہیں اختلاف ہو تو اس کو بیان کر کے اپنی رائے دے دیتے ہیں۔

۴...... جہاں آیت کی وضاحت کرنی ہو تو ترجمے کے اندر حوالہ دے کر نیچے اس کی تشریح کرتے ہیں۔

۵...... کہیں کہیں مشکل الفاظ کی تشریح بھی کرتے ہیں۔

تفسیر ''حسن بیان'' کے مصادر و مراجع

مولوی غلام حسن نیازی نے اپنی تفسیر کو بالکل مختصر انداز میں لکھا ہے اور اس میں مصادر و مراجع بالکل استعمال نہیں کئے اور قرآنی آیت کا حوالہ دینے کے لئے سورت اور آیت کا حوالہ دے دیتے ہیں یا کبھی کبھار متن آیت بھی لکھ دیتے ہیں اور ''حیات حسن'' کے مصنف نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ ''مولانا نے عام مفسرین کی طرح کسی لفظ کے معنی کرنے میں لسان العرب، قاموس، تاج العروس وغیرہ لغتوں کے حوالے نہیں دیئے ہیں اور نہ سابقہ مفسرین کی تفسیروں سے حوالہ جات دے کر اپنی تفسیر کے حجم کو زیادہ کیا ہے۔ بلکہ ان سب کے مطالعہ کے بعد اپنی تحقیقات کو آسان فہم اور با محاورہ ترجمہ اور تفسیر کی شکل دی ہے۔''(۲۹۱)

تفسیر ''حسن بیان'' کا اصول تفسیر کی روشنی میں جائزہ

مولوی غلام حسن نیازی کی تفسیر میں اصول تفسیر کو نظر انداز کر کے با محاورہ ترجمہ کرنے میں غلطی کرنے کے ساتھ ساتھ غلط تشریح بھی کی گئی ہے۔جس کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱...... ''اِذْ قَالَ اللّٰهُ یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ''(۲۹۲)
''جب کہا اللہ نے اے عیسٰی بے شک میں واپس لے لوں گا تمہیں اور اٹھا لوں گا تم کو اپنی طرف۔''

حسن بیان میں ترجمہ

''جب اللہ نے کہا اے عیسٰی میں تم کو وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔''(۲۹۳)

۲...... ''وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَیَوْمَ الْقِیَامَةِ یَکُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْداً''(۲۹۴)
''اور نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر ضرور ایمان لائے گا مسیح علیہ السلام پر اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا مسیح ان پر گواہ۔''

حسن بیان میں ترجمہ

''اور کوئی اہل کتاب نہیں مگر وہ اس کی صلیبی موت پر ایمان رکھے گا قبل اس کے کہ اس کی طبعی موت کو مان لے اور قیامت کے روز وہ ان پر گواہ ہوگا (اگر دنیا میں واپس آتا تو قیامت کی شہادت کی ضرورت نہ تھی)۔''(۲۹۵)

۳...... وَحُشِرَ لِسُلَیْمَانَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ۔(۲۹۶)
''(اور ایک مرتبہ) جمع کئے گئے سلیمان علیہ السلام کے جائزہ کے لئے اس کے تمام لشکر جو مشتمل تھے جنوں، انسانوں اور پرندوں پر پھر ان کی نظم وضبط کے ساتھ صف بندی کی گئی۔''

حسن بیان میں ترجمہ

''اور سلیمان کے ملاحظہ کے لئے اس کے لشکر غیر قوموں اور اپنی قوم اور گھڑ چڑھوں سے جمع کئے گئے پھر وہ گروہوں میں تقسیم کئے گئے۔''(۲۹۷)

۴...... ''حَتّٰى إِذَا أَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ''(۲۹۸)

''(اور چل پڑے) حتیٰ کہ جب پہنچے وہ چیونٹیوں کی وادی میں تو کہا ایک چیونٹی نے اے چیونٹیوں: گھس جاؤ اپنے بلوں میں۔''

حسن بیان میں ترجمہ

''یہاں تک کہ جب وادی نمل (نملہ قوم کا علاقہ ہے) میں پہنچے تو قوم نملہ کی ایک عورت نے کہا اے قوم نملہ اپنے گھروں میں گھس جاؤ۔''(۲۹۹)

۵...... ''وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ''(۳۰۰)

''اور جب آ پہنچے گا ہماری بات پورا ہونے کا وقت ان پر تو نکالیں گے ہم ان کے لئے ایک جانور زمین سے۔''

حسن بیان میں ترجمہ

''اور جب اللہ کی بات ان کے حق میں پوری ہو جاوے گی تو ہم زمین سے ان کے لئے ایک زمینی انسان مسلط کریں گے۔''(۳۰۱) یہاں غلام حسن نے ''دآبۃ'' کا معنیٰ ہی تبدیل کر دیا ہے۔

۶...... ''يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ''(۳۰۲)

''(اور حکم دیا تھا کہ) اے پہاڑو: تسبیح و مناجات میں ساتھ دو اس کا اور (یہی حکم دیا تھا) پرندوں کو بھی۔''

حسن بیان میں ترجمہ

''اے پہاڑوں کے رہنے والو اس کے ساتھ تم بھی اللہ کی طرف رجوع کرو اور قوم طیر کو بھی یہی حکم دیا۔''(۳۰۳) اس میں جس کو اللہ نے مخاطب کیا ہے اسے تبدیل کر کے ایک قوم کی طرف پھیر دیا گیا ہے۔

۷...... ''وَمِنَ الْجِنِّ مَن يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ''(۳۰۴)

''اور (تابع کر دیئے اس کے) کچھ جن جو کام کرتے تھے اس کے آگے اس کے حکم سے۔''

حسن بیان میں ترجمہ

''اور غیر قوم کا ایک معمار تھا جو اپنی بادشاہ کی اجازت سے اس کے آگے کام کرتا تھا۔'' (۳۰۵)

۸...... ''وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ'' (۳۰۶)

''اور بلاشبہ آزمائش میں ڈالا ہم نے سلیمان علیہ السلام کو بھی اور ڈال دیا اس کی کرسی پر ایک جسد پھر اس نے رجوع کیا۔''

حسن بیان میں ترجمہ

''اور ہم نے سلیمان کو آزمایا اور اس کے تخت پر ایک نالایق انسان کو جگہ دی پھر اس نے اللہ کی طرف رجوع کیا۔'' (۳۰۷) نالایق انسان کا ترجمہ اپنی طرف سے کیا ہے۔

۹...... ''وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ'' (۳۰۸)

''اور بلاشبہ ابن مریم تو ایک نشانی ہیں قیامت کی پس تم ہرگز نہ شک کرو قیامت کے بارے میں اور میری پیروی کرو۔''

حسن بیان میں ترجمہ

''اور عیسیٰ البتہ اس گھڑی کے لئے (جو یہودیوں پر آنے والی تھی) ایک نشان ہی تو تم اس گھڑی کے آنے میں شک نہ کرو اور میرا کہا مانو۔'' (۳۰۹) یہاں پر ضمیر کا مرجع ابن مریم کی بجائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنا دیا ہے صرف اپنے عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے۔

۱۰...... ''إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ'' (۳۱۰)

''بیشک مجرم جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔''

حسن بیان میں ترجمہ

''بیشک گنہگار دوزخ کے عذاب میں مدتوں رہنے والے ہوں گے۔''
(۳۱۱) غلام حسن نیازی کا نظریہ ہے کہ کافر جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گے اس لئے وہ قرآن میں ہر جگہ ''خالدین'' کا معنی مدتوں کرتے ہیں۔

۱۱ ...... ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِيْ كَبَد''(۳۱۲)

''بلاشبہ پیدا کیا ہم نے انسان کو مشقت میں۔''

حسن بیان میں ترجمہ

''ضرور ہم نے انسان کو مشقت کے اندر رہنے کے لئے پیدا کیا ہے۔''(۳۱۳) اس ترجمہ میں سارا مفہوم ہی تبدیل کر دیا ہے۔

اس کے علاوہ غلام حسن نیازی نے تشریح بھی سلف صالحین سے ہٹ کر کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس کی وجہ سے انجمن اشاعت اسلام لاہور کے عقائد کو ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ بہت سے معجزات کا بھی انکار کر بیٹھے ہیں۔ اور بہت سے مقامات پر قرآنی مصداق کو بھی اپنی مرضی سے تبدیل کر دیا ہے۔ اس کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱۲...... سورہ انعام آیت نمبر ۱۲۹ تا ۱۳۱ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

''موت کے بعد اخیار کے لئے آسمانوں کے دروازے مفتوح ہوتے ہیں اور وہ عروج کر کے فرشتوں کے ساتھ مل جاتے ہیں اور وہی کام کرتے ہیں جو فرشتے کرتے ہیں اور اشرار کا عروج آسمان پر نہیں ہوتا وہ جو میں جنوں کے ساتھ رہتے ہیں اور وہی کام کرتے ہیں جو جن کرتے ہیں۔''(۳۱۴)

۱۳...... اسی کے متعلق سورہ اعراف کی آیت نمبر ۴۰ تا ۴۱ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

''غیر مومنین ''اور مجرمین کا رفع آسمانوں پر نہیں ہوتا۔ یہ لوگ دخول جنت سے محروم رہتے ہیں اور جنوں کے ساتھ جو میں رہتے ہیں اور وہی کام کرتے ہیں جو جن کرتے ہیں۔''(۳۱۵)

۱۴...... اسی طرح سورہ مومن کی آیت نمبر ۷ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''حاملین عرش اور اس کے حوالی سے وہ ملائکہ اور مقربین انسان مراد ہیں جو

موت کے بعد ملائکہ میں شامل ہو جاتے ہیں اور ان کا حاملین عرش ہونے سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سلطنت کا انتظام انہیں کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔"(۳۱۶) اسی طرح سورہ فجر میں لکھتے ہیں"اس میں لفظ"عبادی" سے اللہ تعالیٰ کے صالح بندے اور ملائک مراد ہیں۔صالح بندوں کی ارواح ملائک میں شامل ہو کر رہتی ہے۔"(۳۱۷)

ان آیات میں اچھے لوگوں کو فرشتوں میں اور برے لوگوں کو جنوں کی صف میں شامل کرنا یہ خلاف عقل ہے اور سلف صالحین کا ایسا عقیدہ نہیں رہا حتی کہ جماعت احمدیہ کے بانی کے ہاں بھی ایسا عقیدہ نہیں ہے کہ جو عقیدہ غلام حسن صاحب نے اپنایا ہے۔چنانچہ تفسیر ابن عباس میں ہے"عرش الرحمن وهو السرير وهم عشرة أجزاء من الملائكة الحملة"(۳۱۸) اور تفسیر طبری میں ہے"الذين يحملون عرش الله من ملائكته ،و من حول عرشه، ممن يحف به من الملائكة"(۳۱۹)

علامہ آلوسی فرشتوں کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"ومن حوله:اى والذين من حول العرش وهم ملائكة في غاية الكثرة لا يعلم عدتهم الا الله تعالىٰ"(۳۲۰)

سورہ نمل آیت نمبر۸۲ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

۱۵...... "اخرجنا لهم دابة من الارض "میں دابہ سے مراد ایک زمینی انسان ہے اور فقرہ کا مفہوم یہ ہے کہ قوم عرب اور اس کی لاحقہ ریاستوں کی سزا دینے کے لئے ایک دنیوی شوکت کا انسان مسلط کریں گے۔اس سے مراد منگولین نسل کا قوی بادشاہ چنگیز خاں ہے اور اسی نسل کے لوگوں کا نام یاجوج ماجوج سے مشہور ہے۔"(۳۲۱)

اس آیت مبارکہ میں دابہ کا مصداق غلط بیان کیا گیا ہے اس لئے کاندھلوی صاحب"دابة الارض "کے بارے میں لکھتے ہیں کہ"دابة الارض " سے ایک جانور مراد ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد قیامت کے قریب مکہ مکرمہ کی سرزمین سے نکلے گا۔جس طرح اللہ نے صالح علیہ السلام کے لئے پتھر سے ایک اونٹنی نکالی تھی اسی طرح قیامت کے قریب اللہ تعالیٰ مکہ کی زمین سے ایک دابہ (جانور) نکالے گا اور اس کے پاس ایک مہر ہوگی جس سے مؤمن اور کافر کی پیشانی

پر نشان لگائے گا۔ مومن کی پیشانی پر سفید نشان لگائیگا اور کافر کی پیشانی پر سیاہ داغ لگائیگا اس نشان کے مؤمن اور کافر ظاہری طور پر پہچانا جائیگا کہ یہ مومن ہے اور یہ کافر۔" (۳۲۲)

۱۶...... سورہ کہف کے شروع میں لکھتے ہیں کہ:

"عیسائی اقوام کو جن کے عقائد اور حالات کا ذکر سورہ کہف کے ابتداء اور انتہاء میں بھی ہے۔ احادیث میں دجال کا نام دیا گیا ہے۔" (۳۲۳) اس کے آگے مزید لکھتے ہیں کہ "دجال کوئی ایک شخص نہیں ہے۔ بلکہ ایک قوم کا نام ہے۔" (۳۲۴)

مولوی غلام حسن نیازی کا یہ عقیدہ صریح احادیث مبارکہ کے خلاف ہے اس لئے کہ حدیث میں جس شخص کو دجال کہا گیا ہے وہ شخص واحد ہے نہ کہ قوم کا نام۔

۱۷...... سورہ کہف آیت نمبر ۵۰ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

"ابلیس ان ملائک ارضی میں سے تھا جن کو سجدہ کا حکم ہوا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ کا حکم ابلیس کو بھی شامل تھا۔ اور حکم میں اس کا شمول نہیں ہو سکتا جب تک اس کو ان ملائک میں شامل نہ کیا جائے جن کو سجدہ کا حکم ملا تھا۔" (۳۲۵)

اس میں ابلیس کو فرشتوں میں شامل کرنا ٹھیک نہیں ہے اور سلف صالحین نے ان دونوں کو الگ الگ قرار دیا ہے۔ چنانچہ تفسیر کشاف میں ہے "استثناء متصل لأنه جنيا واحدا بين أظهر الألوف من الملائكة مغمورا بهم" (۳۲۶) اسی طرح شیخ طحطاوی فرماتے ہیں کہ "وقيل انه ليس منهم لقوله تعالى الا ابليس كان من الجن ففسق عن امر ربه، فهو اصل الجن، كما أن آدم اصل الانس، ولانه خلق من النار، والملائكة خلقوا من نور، و لأنه له ذرية و لا ذرية للملائكة، وقد اختار هذا القول الحسن و قتاده و غيرهما۔" (۳۲۷)

۱۸...... سورہ مؤمنون آیت نمبر ۵۰ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

"اس آیت میں جس بلند قطعہ زمین پر حضرت مسیح اور اس کی والدہ کو ٹھکانا دینے کا ذکر ہے وہ کشمیر کی زمین معلوم ہوتی ہے۔" (۳۲۸) یہاں پر کشمیر کی زمین قرار دے کر غلام حسن نیازی اپنے نظریہ کو تقویت دے رہے ہیں۔

۱۹...... سورہ نمل آیت نمبر ۱۶ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

الطیر سے طیر قوم کی زبان مراد ہے جو سلیمان کے لئے بیگانہ قوم کی زبان تھی ......اور طیر سے یا تو تیز گام ہرکارے یا سوار مراد ہیں۔''وادی النمل'' سے نملہ قوم کی جو شام میں رہتے تھے وادی مراد ہے۔'' (۳۲۹) یہاں پر طیر اور نمل کی مراد غلط لی گئی ہے اور لغت کی کسی کتاب میں ایسا نہیں ہے۔ اور نہ ہی کسی مفسر نے آج تک یہ معنی کیا ہے۔

۲۰...... سورہ سباء کی آیت نمبر ۱۴ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

جب سلیمان پر اللہ تعالیٰ نے موت وارد کی تو اس کی موت کے آثار ایک دابۃ الارض (ایک سفلی آدمی) یعنی اس کے بیٹے سے ظاہر ہوئے جو اس کے عصاء سلطنت کو کھا گیا۔ جب اس کی سلطنت پر اس کے نالائق بیٹے رحعام کے سبب سے ضعف آ گیا تو غیر قوموں کے لوگ جو مختلف کاموں پر لگے ہوئے تھے ان کو افسوس ہوا۔'' (۳۳۰)

یہاں پر بھی غلام حسن نیازی نے دابۃ الارض کا مفہوم غلط بیان کیا ہے۔

حسن بیان میں موجود امتیازی مسائل کا جائزہ

غلام حسن نیازی اپنی تفسیر میں آنحضرت ﷺ کو آخری نبی مانتے ہیں لیکن اس پر کھل کر کہیں وضاحت نہیں کی۔ اس کے علاوہ غلام حسن نیازی اس بات کے بھی قائل ہیں کہ کسی مجدد کے لئے رسول کا لفظ استعمال ہو سکتا ہے اور اسی طرح مجدد کو مجازاً نبی بھی کہہ سکتے ہیں۔

۲۱...... سورہ اعراف رکوع نمبر ۳۔۴ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے جہاں جہاں مصلحین کی بعثت کا ذکر کیا ہے وہاں رسول کا لفظ استعمال کیا ہے جو قرآن کی اصطلاح میں نبی اور مجدد کے درمیان مشترک ہے جس سے مراد یہ ہوئی کہ جدید شریعت کی ضرورت پیش آتی ہے تو شارع نبی مبعوث ہوتے ہیں۔ جن کی نبوت حقیقی ہوتی ہے۔ اور اگر شریعت کے احکام میں کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں جو امت کے لئے مضر

ہیں تو محدث (بفتح دال) یا مجدد کہو مبعوث ہوتے ہیں جن کو مجازاً نبی کہہ سکتے ہیں کہ ان میں الہام جو قوی شعبہ نبوت ہے پایا جاتا ہے۔'' (۳۳۱)

غلام حسن نیازی نے یہ سب باتیں مرزا غلام احمد کو محفوظ کرنے کے لئے کی ہیں اصل میں ان کی کوئی حقیقت نہیں ورنہ آنحضرت ﷺ کے بعد آج تک کسی مجدد نے اپنے آپ کو نبی نہیں کہا اور نہ اس کے پیروکاروں نے ان کو نبی کے نام سے پکارا ہے۔

۲۲...... غلام حسن نیازی اپنی تفسیر میں مرزا غلام احمد کے زمانہ کو اسلام کے عروج کا زمانہ کہتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''اسلام کا عروج تین سو سال تک رہے گا جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے ''خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم'' قرن ایک سو سال کا ہوتا ہے یہ تین سو سال ہوئے ''ثم یفش الکذب' اس کا زمانہ قرآن میں ایک ہزار سال قرار دیا ہے۔ یہ عروج کا زمانہ آسمان پر چلا جاوے گا۔ اس میعاد کی تعیین سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد پھر اسلام کے عروج کا زمانہ شروع ہوگا۔ یہ چودھویں صدی اور مسیح کے نزول کا زمانہ قرار دیا ہے۔'' (۳۳۲)

۲۳...... ایک جگہ پر غلام حسن نیازی مرزا غلام احمد کی اہمیت اور جماعت احمدیہ کے آپس میں اختلافات پر ملامت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''چودھویں صدی کے آغاز میں ہندوستان میں جس پر برطانیہ کی حکومت قائم ہے۔ اور جس میں مذہبی آزادی ہے۔ اس صدی کے مجدد نے اپنے دعوائے مجددیت کا اعلان بڑے دھڑلے سے بے باکانہ کیا۔ اور ایک جماعت بھی بنائی۔ جو اشاعت اسلام کرے۔ مگر مسلمان اس قدر فرق میں متفرق ہو چکے تھے کہ ان میں اتحاد پیدا کرنا تقریباً ناممکن ہو چکا تھا۔ بجائے اس کے کہ مسلمان اس کی بعثت سے فائدہ اٹھاتے۔ اس کے کام میں مزاحم ہوئے۔ اور اس پر کفر کے فتاویٰ لکھے۔ اور اس سے زیادہ رونے کا مقام یہ ہے کہ اس کی اپنی جماعت میں سخت تفریق پیدا ہوگئی اور ایک دوسرے کی تردید میں مشغول ہو گئے۔'' (۳۳۳)

۲۴...... مرزا کو مثل خضر قرار دینے کے لئے غلام حسن نیازی اپنی تفسیر میں حضرت خضر

علیہ السلام کے متعلق لکھتا ہے کہ ''دنیا میں اللہ تعالیٰ کے مقربین کی ایک جماعت ایسی رہتی ہے۔ جو ملائک ارضی کی طرح مختلف خدمات زیر ہدایت مدبر الامر بجالاتے ہیں۔ خضر بھی ان میں سے ایک فرد ہے اور یہ نام اس کا لقبی نام ہے جملہ زمانوں کے لئے ایک ہی خضر نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر زمانہ کا خضر جدا ہوتا ہے۔'' (۳۳۴)

۲۵...... مولوی غلام حسن نیازی مرزا غلام احمد کو بروز ذوالقرنین قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''یاجوج ماجوج کے جسمانی فسادوں سے ایک قوم کو امن دینے کے لے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک ذوالقرنین بھیجا تھا۔ اور موجودہ زمانہ میں یاجوج ماجوج کے روحانی نقصانوں سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کا بروز یعنی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیان بھیجا جس نے ان کے حملوں سے قوم کو بچانے کے لئے لٹریچر کی دیوار بنادی۔ مگر حصہ کثیر نے اس سے استفادہ کرنے کے بجائے کفران نعمت کیا'' وکان امر اللہ قدرا مقدورا'' اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو یہودیوں کی طرح اپنی نعما سے محروم کردیا ہے۔'' (۳۳۵)

۲۶...... مولوی غلام حسن نیازی کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ مرزا غلام احمد آنحضرت ﷺ کا بروز اور مثیل ہے چنانچہ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے اپنی تفسیر میں لکھتا ہے کہ ''کہ جنگ عظیم جو۱۹۱۴ء میں ہوئی ترکوں کی خلافت بھی تباہ ہوگئی اور ممالک اسلامیہ کے بہت سے حصے یوروپین قوموں کے پاس چلے گئے۔ ان تباہیوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک بروز اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک مثیل مبعوث کیا تاکہ مسلمانوں کو ان کی ترقی کی راہوں پر ڈال دے۔ مگر مسلمانوں نے اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جو بنی اسرائیل نے حضرت رسول ﷺ کے ساتھ کیا تھا۔ اور یہودیوں نے مسیح کے ساتھ۔'' (۳۳۶)

مولوی غلام حسن نیازی ایک طرف تو مرزا غلام احمد کو اپنی تفسیر میں نبی نہیں مانتا لیکن دوسری طرف اس جگہ بروز تسلیم کررہا ہے جو کہ آج تک کسی مجدد و محدث نے اپنے آپ کو ایسا نہیں کہا اس سے بس غلام حسن نیازی اپنے عقیدے کو ثابت کررہے ہیں۔ اور مرزا نے جو دعوے کئے تھے اس کو تقویت دے رہے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مولوی غلام حسن نیازی کا عقیدہ

۲۷...... مولوی غلام حسن نیازی نے اپنی تفسیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو عقیدہ اختیار کیا ہے وہ جماعت لاہور سے ہٹ کر اپنایا ہے اور اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حیات کے قائل نہیں ہیں اور اس کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بے پدر پیدا ہونے کے بھی قائل ہیں اور مولوی غلام حسن اپنی تفسیر میں وفات مسیح پر بہت زیادہ زور دیتے ہوئے نظر آتے ہیں چنانچہ سورہ آل عمران آیت نمبر ۵۴ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ ''اس آیت میں حضرت مسیح سے اللہ نے چار وعدے کئے ہیں۔

۱...... ''انی متوفیک ''میں تم کو تیری طبعی موت سے مارنے والا ہوں۔اس میں صلیب کی نفی ہوگئی جس سے خطر عظیم تھا۔توفی کا معنی جس صورت میں اللہ فاعل اور انسان مفعول ہو سوائے قبض روح کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔اس معنی کے لئے کبھی استعمال نہیں ہوا کہ کسی کو مع جسم آسمان پر اٹھایا جائے۔

۲...... ''انی رافعک الی ''میں تم کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔''رفع الی یا رافع الی'' سے سوائے اللہ تعالیٰ کے قرب کے اور کوئی معنی مراد نہیں لیا جا سکتا۔اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے کلام میں اس معنے کے لئے استعمال ہوا ہے۔

۳...... ''مطھرک من الذین کفروا ''میں تم کو کفار کے الزاموں سے پاک کرنے والا ہوں۔

۴...... ''جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ'' میں تیرے متبعین کو تیرے منکرین پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔

ڈاکٹر بشارت احمد

ڈاکٹر بشارت احمد (۱۸۷۶ء-۱۹۴۳ء) جماعتِ احمدیہ لاہور میں اہم شخصیات میں سے شمار کئے جاتے ہیں۔۱۹۱۴ء میں جب جماعت دو حصوں میں تقسیم ہوئی تو ڈاکٹر بشارت احمد، محمد علی کے ساتھ دوستی کا ساتھ نبھاتے ہوئے لاہور چلے آئے اور آخر وقت تک یہیں رہے۔

ڈاکٹر بشارت احمد کے حالات پر مجھے کہیں سے مواد نہیں مل سکا۔ یادِ رفتگاں، پیغام صلح اور مٹی میں چراغ جیسی کتب و رسائل میں صرف اتنا ہے کہ ڈاکٹر بشارت احمد مرزا غلام احمد پر کس طرح ایمان لائے اور اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ آپ مرزا غلام کی کتاب ''فتح اسلام'' کا مطالعہ کر کے مرزا غلام احمد کی بیعت میں شامل ہوئے۔ ڈاکٹر بشارت احمد کے متعلق مرزا غلام احمد کو یہ الہام ہوا تھا۔ ''محرر مجدد ہند''

تفسیر ''انوار القرآن'' کا تعارف

یہ تفسیر دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ دوم سورۃ الذاریات سے شروع ہو کر سورۂ حدید تک ہے اور اول حصہ سورۂ نبا سے لے کر سورۃ الناس تک ہے۔ اس تفسیر کو انجمن اشاعتِ اسلام لاہور نے شائع کیا۔ ڈاکٹر بشارت احمد اس تفسیر کے اندر قرآنی متن لکھ کر اس آیت کا نمبر نہیں دیتے۔

ڈاکٹر بشارت احمد کا تفسیری منہج

ڈاکٹر بشارت احمد سب سے پہلے سورت کا تعارف اور سورت کے مضامین کو مختصر انداز میں بیان کرتے ہیں اس کے بعد قرآنی متن کو بیان کرتے ہیں، اس کا ترجمہ کرتے ہیں پھر اس حصہ کی تشریح کرتے ہیں۔

تفسیر ''انوار القرآن'' میں مصادر و مراجع

قرآنی آیات کی تشریح زیادہ تر سائنسی انداز سے کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد کے اقوال و الہامات کو بھی بیان کرتے ہیں۔ اپنے مشاہدات اور اپنی طرف سے قرآنی تشریح کو بہت کثرت سے بیان کیا ہے اور کہیں کہیں امام راغب اصفہانی کا بھی حوالہ دیا ہے۔

تفسیر ''انوار القرآن'' کا اصولِ تفسیر کی روشنی میں جائزہ

ڈاکٹر بشارت احمد نے اپنی تفسیر کے اندر سائنسی انداز اختیار کرتے ہوئے اصولِ تفسیر کو نظر انداز کر دیا ہے اور یہ بات ہمیں ان کے ترجمہ و تفسیر میں بھی معلوم ہوتی ہے۔

۱ ...... ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ'' (۳۴۷)

''بلاشبہ پیدا کیا ہم نے انسان کو مشقت میں۔''

انوار القرآن کا ترجمہ

''یقیناً ہم نے انسان کو مشقت کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔'' (۳۳۸)

اس آیت میں انسان کی پیدائش کے متعلق بحث کی گئی ہے لیکن ڈاکٹر بشارت نے اس کو انسانی زندگی کی مشکلات کی طرف پھیر دیا ہے۔

۲...... ''وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْماً فَاسِقِينَ'' (۳۳۹) اس آیت کی تفسیر میں طوفان نوح کے متعلق لکھتے ہیں ''یہ بات غلط ہے کہ نوح کا طوفان ساری دنیا پر آیا۔ وہ ایک قوم کے لئے عذاب تھا۔'' (۳۴۰)

مولانا ادریس کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ اپنی تفسیر میں اس آیت کی وضاحت میں طوفان نوح کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''حضرت شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ سلف و خلف میں سے کسی کا یہ قول نہیں کہ طوفان صرف نوح علیہ السلام کی قوم کے حق میں تھا اور یہود کے باطل اقوال کا اعتبار نہیں اور نوح علیہ السلام کی بعثت اگرچہ عام نہ تھی صرف اپنی قوم کے ساتھ مخصوص تھی مگر اس وقت ان کی قوم اور ان کی امت ہی کل اہل زمین اور اہل جہاں کا مصداق تھی اور ان کی امت ہی سارا جہاں اور ساری دنیا تھی۔'' (۳۴۱)

۳...... ''مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى'' کی تشریح میں واقعہ معراج کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''معراج ایک عظیم الشان کشف روحانی تھا جس میں درحقیقت آپ کو اپنے مدارج قرب الہیہ کا نظارہ دکھایا گیا تھا اگر جسم آسمان پر جاتا اور وہ جسمانی آنکھوں سے وہ سب کچھ دیکھتا تو پھر ان آنکھوں سے دیکھنے کا ذکر ہوتا مگر یہاں تو جو کچھ دیکھا دل نے دیکھا اور دل کا دیکھنا جسمانی آنکھوں سے نہیں ہوا کرتا۔'' (۳۴۲)

مفتی شفیع صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ''الفُؤَادُ' کے معنی قلب اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ آنکھ نے جو کچھ دیکھا ہے قلب نے بھی اس کے ادراک میں کوئی غلطی نہیں کی اس غلطی اور خطاء کو آیت میں لفظ ''کذب'' سے تعبیر کیا ہے کہ دیکھی ہوئی چیز کے ادراک میں قلب نے جھوٹ نہیں بولا یعنی غلطی اور خطاء نہیں کی۔ اس کی تفسیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ اور ائمہ تفسیر سے قول مروی ہیں اور بعض کے

نزدیک خود خدا کو دیکھنا مراد ہے (وہو قول ابن عباس) اور بعض کے نزدیک جبرائیل امین کو ان کی اصلی شکل میں دیکھنا مراد ہے (وہو قول عائشۃ و ابن مسعود و ابی ہریرہ)(۳۴۳)

۴...... "اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ" کی تفسیر میں "ناقہ" کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "اکثر مفسرین نے جو یہ لکھا ہے کہ کہ یہ اونٹنی پہاڑ میں سے نکلی تھی اور نر و مادہ سے پیدا نہ تھی یہ محض افسانہ ہے جس کی کوئی اصل نہیں ان کی نگاہ میں معجزہ اور نشان یہی ہوتا تھا کہ کوئی عجیب بات ہمیں نظر آئے جس کے سمجھنے سے عقل انسانی عاجز ہو پس یہ قصہ گھڑ لیا۔"(۳۴۴)

۵...... "يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ" میں جن وانس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "یہاں "يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ" میں جن وانس کو ایک معشر قرار دے کر یہ جتلا دیا کہ اس آیت میں جن سے مراد انسانوں سے کوئی علیحدہ جنس کی مخلوق نہیں اگر کوئی علیحدہ مخلوق مراد ہوتی تو انسانوں کے ساتھ انہیں ایک معشر قرار نہ دیا جاتا بس یہاں انسانوں کی دو تقسیم ہوئی یعنی اہل مغرب اور اہل مشرق "جن" سے مراد اہل مغرب یعنی اہل یورپ وامریکہ ہیں۔"(۳۴۵)

۶...... "وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "دیکھ لو دنیا بھر کے پہاڑ کس طرح اڑا یے گئے سڑکیں بن گئیں۔ سرنگیں نکل گئیں کون سی بلندی پہاڑ کی ہے جس پر یہ یاجوج ماجوج یعنی یورپین اقوام نہیں پھر گئیں۔ گویا ان کے لئے کوئی پہاڑ پہاڑ رہا ہی نہیں بلکہ پہاڑ تو ان کی سیر گاہیں بن گئیں۔"(۳۴۶)

یہ آیات اصل میں قرب قیامت کے متعلق ہے لیکن ڈاکٹر صاحب نے انہیں موجودہ زندگی پر چسپاں کر کے تحریف قرآنی کی ہے۔

۷...... "وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "وحشی اقوام جو جنگلوں اور پہاڑوں میں خانہ بدوش رہا کرتی تھیں وہ متمدن اور مہذب بن جائیں گی اور بستیوں اور شہروں میں آباد ہوں گی اور تمدن وتہذیب کے ہر ایک شعبہ سے فائدہ اٹھائیں گی۔"(۳۴۷)

اس آیت میں بھی تحریف کی ہے چنانچہ علامہ نسفی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''جمعت من كل ناحية،قال قتادہ يحشر كل شئى حتى الذباب للقصاص فاذا قضا بينها ردت اترابا فلا يبقى منها الا ما فيه لبنى آدم كالطائوس و نحوہ:و عن ابن عباس رضی اللہ عنہ حشرها موتها،يقال اذا احجفت السنة بالناس واموالهم حشرتهم السنة''(۳۴۸)

۸...... ''الْجَوَارِ الْكُنَّسِ '' کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ ''الکنس'' سے مراد پادری ہیں۔''(۳۴۹) مزید یہ بھی لکھتے ہیں کہ ''یورپ میں عیسائی پادری مرزا غلام احمد اور جماعت احمدیہ کے لٹریچر کی وجہ سے ملکوں سے نکالے جارہے ہیں۔(۳۵۰)

۹ ...... ''وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ '' کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ ''وہ زمانہ ہوگا جب علم وحکمت کا دنیا میں چرچا ہوگا اور اخبارات اور ٹریکٹ رسالے اور کتابیں بڑی کثرت سے دنیا میں شائع کی جائیں گی۔تا کہ ایک ملک کی خبریں اور ایک قوم کا علم دوسرے ملک یا قوموں کو پہنچایا جاوے۔''(۳۵۱)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ نسفی لکھتے ہیں''والمراد صحف الاعمال تطوى صحيفة الانسان عند موته ثم تنشر اذا حوسب،ويجوز ان يراد نشرت بين اصحابها اى فرقت بينهم۔''(۳۵۲)

۱۰ ...... ''قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ ''میں لفظ''اخدود'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''میرے خیال میں'' أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ ''انہی کفار کو کہا گیا ہے جو مسلمانوں کے راستوں میں طرح طرح سے خندقیں کھودتے تھے۔تا کہ ان کی ترقیات کو روک دیں۔''(۳۵۳)

۱۱...... سورہ فیل کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ ''پرند جوجھنڈ کے جھنڈ آئے ان کے چونچ یا پنجوں سے جو مٹی یا سنگریزے گرے ان میں چیچک کا زہر یا جراثیم تھے جن کی وجہ سے لشکر میں چیچک پھوٹ پڑی اور ایسی مری پڑی کہ وہ لشکر تباہ ہوگیا اور خود ابرہہ چیچک سے بیمار ہوکر واپس یمن گیا اور وہاں سخت ناکامی کی حالت میں مرگیا۔''(۳۵۴)

یہاں پر بھی ڈاکٹر بشارت نے اصل حقیقت سے کنارہ کشی اختیار کی ہے اور معجزات کا انکار کیا ہے۔

﴿حوالہ جات﴾

۱...... تقریر مرزا بشیر الدین محمود جلسہ سالانہ ۱۹۴۵ء، الفضل، ۱۷ اپریل، ۱۹۴۶ء۔

۲...... غلام احمد، مرزا، کتاب البریہ (قادیان، ۱۹۳۲ء) ص: ۱۳۳، ۱۳۵۔

۳...... محمد اکرم، شیخ، موج کوثر (ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۹۲ء) ص: ۱۷۷۔

۴...... کتاب البریہ، ص: ۲۸۔

۵...... قادیانی، غلام احمد، مرزا، اربعین نمبر ۲ (ضیاء الاسلام، قادیان، ۱۹۰۰ء) ص: ۱۷

۶...... بشیر احمد، مرزا، سیرت المہدی (نظارت اشاعت، ربوہ) ۱/۲۳۳۔

۷...... ماہنامہ نقیب ختم نبوت (مضمون: محمود احمد غازی، مرزائیت ایک تخریب کار تحریک، مارچ، ۱۹۹۳ء) ص: ۲۷۔

۸...... سیرت المہدی، ۱/۲۲۶۔

۹...... ایضاً، ص: ۲۳۲۔

۱۰...... ایضاً، ۲/۴۔

۱۱...... ایضاً، ۱۹۸۱۔

۱۲...... ایضاً، ص: ۹۴۔

۱۳...... بشیر الدین محمود احمد، الفضل قادیان۔ جلد ۳۴، ۲۵ دسمبر ۱۹۲۶ء۔

۱۴...... سیرت المہدی، ۱/۵۵۔

۱۵...... مضمون میاں محمود احمد، خلیفہ قادیان، مندرجہ اخبار، الفضل، جلد ۱۷ نمبر ۶ ص: ۲، ۱۹ جولائی ۱۹۲۹ء۔

۱۶...... رسالہ "ریویو" قادیان، مئی ۱۹۳۷ء۔

۱۷...... ارشاد مرزا غلام احمد، مندرجہ رسالہ تشحیذ الاذہان، قادیان، ماہ جون، ۱۹۰۶ء۔

۱۸...... سیرت المہدی، ۱/۷۔

۱۹...... سیرت المہدی، ۱/۱۰۳۔ ۱۰۴۔

۲۰...... دیباچہ براہین احمدیہ، ۵/۷۔

۲۱...... روحانی خزائن، ج ۱۳/ ص: ۵۱۸۔

۲۲...... تفسیر، ۱/۲۳۳۔

۲۳...... فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس (دار الکتب العلمیہ، لبنان) ۱/۱۔

۲۴...... تفسیر، ۱/۳۴۴۔

۲۵...... تفسیر ابن کثیر، ۱/۱۴۰۔

۲۶...... تفسیر، ۱/۳۳۸۔

۲۷...... البغوی، ابو محمد الحسین بن مسعود، محی السنہ، معالم التنزیل (دار طیبہ والتوزیع، ط:۴، ۱۹۹۷ء) ۱/۵۵۔

۲۸...... بقرہ (۲) ۶۵۔

۲۹...... تفسیر، ۱/۵۳۹۔

۳۰...... تفسیر روح المعانی، ۱/۳۵۲، ۳۲۳۔

۳۱...... تفسیر، ۲۔۳۶۳۔

۳۲...... جامع البیان فی تاویل القرآن، ۵/۴۰۸۔

۳۳...... تفسیر، ۳/۴۷۔

۳۴...... تفسیر، ۲/۳۱۰۔

۳۵...... مریم (۱۹) ۸۸۔۸۹۔۹۰۔۹۱۔۹۲۔۹۳۔

۳۶...... تفسیر طبری، ۲/۲۹۵۔۲۹۶۔

۳۷...... تفسیر، ۲/۱۳۷۔

۳۸...... طنطاوی، محمد سید، شیخ الازہر، التفسیر الوسیط للقرآن الکریم (دار المعز) ۱/۶۰۔

۳۹...... ثعلبی، احمد بن محمد بن ابراہیم، ابو اسحاق، الکشف والبیان المعروف تفسیر ثعلبی (دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۲ھ، ط:۱) ۱/۶۲۔

۴۰...... نسفی، عبداللہ بن احمد بن محمود، تفسیر نسفی (مکتبہ توفیقیہ، مصر) ۱/۵۷۔

۴۱...... تفسیر، ۴/۴۱۔

۴۲...... تفسیر، ۴/۴۴۔

۴۳...... تفسیر، ۳/۱۴۰۔

۴۴...... تنویر المقباس، ۱/۶۸۔

۴۵...... تفسیر، ۳/۱۴۹۔

۴۶...... تفسیر،۴/۳۰۔

۴۷...... تفسیر،۵/۲۷۹۔

۴۸...... سنن ابی داؤد،۲/۱۲۷۔

۴۹...... تفسیر،۵/۳۰۷۔

۵۰...... تنویر المقیاس،۱/۳۱۵۔

۵۱...... الصابونی،محمد علی،صفوۃ التفاسیر(دارالقرآن الکریم،بیروت،۱۹۸۱ء،ط:۱)۲/۵۱۔

۵۲...... تفسیر،۶/۳۱۵۔

۵۳...... تفسیر،۴/۳۵۴۔

۵۴...... تفسیر،۴/۳۵۸۔

۵۵...... تنویر المقیاس،۲/۳۷۔

۵۶...... تفسیر،۴/۴۷۳۔

۵۷...... سمرقندی،ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم،بحر العلوم(دارالفکر،بیروت)۳/۴۴۳۔

۵۸...... تفسیر،۱/۲۷۔

۵۹...... ایضاً۔

۶۰...... الجامع المسلم،باب ذکر الدجال،۲/۴۰۰۔

۶۱...... سنن ابی داؤد،باب خروج الدجال،۲/۱۳۳۔

۶۲...... الجامع البخاری،باب لا یدخل الدجال المدینۃ،۲/۱۰۵۶۔

۶۳...... تفسیر،۴/۵۴۰۔

۶۴...... تفسیر،۴/۵۴۴۔

۶۵...... تفسیر،۲/۶۳۔

۶۶...... الرازی،عبد الرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس،تفسیر ابن ابی حاتم المسمیٰ تفسیر بالماثور(دارالکتب العلمیہ بیروت،۲۰۰۶ء)۱/۳۰۔

۶۷...... ماوردی،ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب،النکت والعیون(دارالکتب العلمیہ،بیروت)۱/۷۱۔

۶۸...... ضیاء القرآن،۱/۳۱۔۳۲۔

۶۹...... ردقادیانیت کے زریں اصول، ص:۳۶۲۔

۷۰...... تفسیر، ۲۰۵/۱۔

۷۱...... تفسیر ابن کثیر، ۱۴۷/۱۔

۷۲...... تفسیر، ۱۸/۲۔

۷۳...... تفسیر، ۴۸/۳۔

۷۴...... الزمخشری، ابوالقاسم محمود بن عمر، الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل (دار احیاء التراث العربی، بیروت) ۶۰۶/۲۔

۷۵...... الرازی فخرالدین، مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر الرازی (المطبعۃ البہیہ، مصر، ۱۳۵۷ھ) ۲۷۷/۱۔

۷۶...... تفسیر، ۳۳۹/۴۔

۷۷...... الزحیلی، وھبہ بن مصطفیٰ، التفسیر الوسیط، (دارالفکر، دمشق، ۱۴۲۲ھ) ۲۶۴۷/۳۔

۷۸...... اسماعیل حقی بن مصطفیٰ، روح البیان فی تفسیر القرآن (داراحیاء التراث العربی) ۴۰۲/۹۔

۷۹...... تفسیر، ۳۷۲/۴۔

۸۰...... المراغی، احمد مصطفیٰ، الشیخ تفسیر المراغی (مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر) ۸۸/۲۸۔

۸۱...... مظہری، محمد ثناء اللہ، تفسیر مظہری (مکتبہ رشدیہ، پاکستان، ۱۴۱۲ھ) ۶۵۰۹/۱۔

۸۲...... بقرہ (۲) ۳۶۔

۸۳...... بقرہ (۲) ۱۴۱۔

۸۴...... آل عمران (۳) ۵۵۔

۸۵...... آل عمران (۳) ۱۴۴۔

۸۶...... نساء (۴) ۱۵۸۔

۸۷...... نساء (۴) ۷۸۔

۸۸...... نساء (۴) ۱۵۹۔

۸۹...... مائدہ (۶) ۷۵۔

۹۰...... مائدہ (۶) ۱۱۷۔

۹۱...... یونس(۱۰)۴۴۔

۹۲...... نحل(۱۶)۲۰۔۲۱۔

۹۳...... مریم(۱۹)۳۱۔

۹۴...... مریم(۱۹)۳۳۔

۹۵...... انبیاء(۲۱)۸۔

۹۶...... انبیاء(۲۱)۳۴۔

۹۷...... انبیاء(۲۱)۱۰۰۔۱۰۱۔

۹۸...... الحج(۲۲)۵۔

۹۹...... فرقان(۲۵)۲۰۔

۱۰۰...... روم(۳۰)۴۰۔

۱۰۱...... روم(۳۰)۵۴۔

۱۰۲...... احزاب(۳۳)۴۰۔

۱۰۳...... یٰسین(۳۶)۶۸۔

۱۰۴...... القمر(۵۴)۵۴۔۵۵۔

۱۰۵...... رحمٰن(۵۵)۲۶۔۲۷۔

۱۰۶...... فجر(۸۹)۲۷۔۳۰۔

۱۰۷...... تفسیر،۶۰/۳۔

۱۰۸...... ایضاً۔

۱۰۹...... روحانی خزائن،۶۲۰/۱۱۔

۱۱۰...... روحانی خزائن،۲۳/۱۲۔

۱۱۱...... بشیرالدین محمود احمد،تفسیر صغیر(اسلام انٹرنیشنل پبلیشر لمیٹڈ ۱۹۹۰)ص:۷۵۔

۱۱۲...... آل عمران(۳)۲۵۔

۱۱۳...... تفسیر صغیر،ص۸۲۔

۱۱۴...... النساء(۴)۱۷۳۔

۱۱۵...... تفسیر صغیر، ص:۱۳۸۔

۱۱۶...... اسماعیل بن محمد قوام السنہ، الترغیب والترہیب، باب ماجاء فی فضل الحج (دارالحدیث، قاہرہ، ۱۴۱۴ھ) ص:۲۰۵۔

۱۱۷...... سورہ بقرہ (۲) ۴۳۔

۱۱۸...... آل عمران (۳) ۴۳۔

۱۱۹...... سورہ جاثیہ (۴۵) ۲۴۔

۱۲۰...... بقرہ (۲) ۱۷۷۔

۱۲۱...... بقرہ (۲) ۲۳۴۔

۱۲۲...... بقرہ (۲) ۲۳۰۔

۱۲۳...... بقرہ (۲) ۲۷۲۔

۱۲۴...... بقرہ (۲) ۲۸۱۔

۱۲۵...... آل عمران (۳) ۲۵۔

۱۲۶...... آل عمران (۳) ۵۷۔

۱۲۷...... آل عمران (۳) ۷۶۔

۱۲۸...... مائدہ (۵) ۱۔

۱۲۹...... تفسیر، ۳۲۷/۳۔

۱۳۰...... بقرہ (۲) ۶۳۔

۱۳۱...... سورۂ رعد (۱۳) ۲۔

۱۳۲...... سورۂ الم نشرح (۹۴) ۴۔

۱۳۳...... سورۂ یوسف (۱۲) ۷۶۔

۱۳۴...... سورۂ نساء (۴) ۱۵۷۔۱۵۸۔

۱۳۵...... بھیروی نورالدین، حکیم، فصل الخطاب (نظارت اشاعت، ربوہ) ص:۳۱۳۔۳۱۴۔

۱۳۶...... تفسیر، ۵۸/۴۔

۱۳۷...... تفسیر کبیر، ۱۴۳/۱۲۔

۱۳۸...... روح المعانی، ج ۶۹/۷۔

۱۳۹...... تفسیر مظہری، ج ۲۲۸/۳۔

۱۴۰...... یٰسین (۳۶)۵۱۔

۱۴۱...... انعام (۶)۳۰۔

۱۴۲...... سباء (۳۴)۵۱۔

۱۴۳...... جامی، نورالدین عبدالرحمٰن، الفوائد الضیائیہ المعروف بہ شرح ملا جامی، بحث اسماءِ ظروف (مکتبہ علوم اسلامیہ، ملتان) ص: ۲۳۴۔

۱۴۴...... الجامع البخاری، ج ۶۶۵/۲۔

۱۴۵...... انبیاء (۲۱)۱۰۴۔

۱۴۶...... بقرہ (۲)۱۸۲۔

۱۴۷...... تفسیر، ۳۴۶/۳۔۳۴۸۔

۱۴۸...... آل عمران (۳)۸۱۔

۱۴۹...... عنکبوت (۲۹)۹۔

۱۵۰...... اندلسی، محمد بن یوسف، تفسیر بحرالمحیط (دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ) ۱۲۹/۴۔

۱۵۱...... آل عمران (۳)۶۴۔

۱۵۲...... تفسیر، ۴۵/۴۔۴۷۔

۱۵۳...... توبہ (۹)۱۱۳۔

۱۵۴...... توبہ (۹)۱۱۵۔

۱۵۵...... توبہ (۹)۱۲۲۔

۱۵۶...... بقرہ (۲)۱۴۔

۱۵۷...... آل عمران (۳)۱۱۹۔

۱۵۸...... مؤمن (۴۰)۸۵۔

۱۵۹...... تفسیر، ۴۷/۶۔

۱۶۰...... تفسیر، ۱۵۶/۳۔

۱۶۱...... دہر(۷۶)۱۔

۱۶۲...... روم(۳۶)۴۱۔

۱۶۳...... روحانی خزائن،ج۱۶/۸۹۔

۱۶۴...... روحانی خزائن،۱۴/۳۸۷۔

۱۶۵...... تفسیر،۶/۶۴۔

۱۶۶...... تفسیر،۲/۲۰۶۔

۱۶۷...... تفسیر،۶/۵۔

۱۶۸...... تفسیر،۶/۳۳۲۔

۱۶۹...... تفسیر،۶/۷۔

۱۷۰...... روحانی خزائن،۱۹/۵۷۔

۱۷۱...... روحانی خزائن،۳/۲۹۵۔

۱۷۲...... تفسیر،۶/۱۱۳۔

۱۷۳...... تفسیر،۲/۱۳۷۔

۱۷۴...... تفسیر،۷/۱۴۲۔

۱۷۵...... مسند احمد،۱/۳۷۴۔

۱۷۶...... تفسیر،۵/۲۲۔

۱۷۷...... تفسیر،۵/۲۰۔

۱۷۸...... تفسیر،۶/۳۳۲۔

۱۷۹...... تفسیر،۵/۱۳۹۔

۱۸۰...... تفسیر،۷/۵۲۔

۱۸۱...... آل عمران(۳)۸۱۔

۱۸۲...... تفسیر،۸/۳۶۰۔

۱۸۳...... تفسیر،۷/۱۵۔

۱۸۴...... طارق(۸۶)۶۔۷۔

۱۸۵...... تفسیر،۵۶/۸۔

۱۸۶...... تفسیر،۴۸/۸۔

۱۸۷...... تفسیر،۱۰۳/۶۔

۱۸۸...... تفسیر،۲۵۷/۳۔

۱۸۹...... ابن تیمیہ،الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح (طبع مجد التجاریہ)۳۲۹/۱۔

۱۹۰...... الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح،۲۸۳/۲،۲۸۴۔

۱۹۱...... الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح،۳۲۵/۳۔

۱۹۲...... عبدالقادر،حیات نور(نظارت نشرواشاعت،قادیان،۲۰۰۳ء)۱/۱_۲۔

۱۹۳...... ماہنامہ''نقیب ختم نبوت''فروری ۲۰۱۱ء،ص:۲۲۔

۱۹۴...... رسالہ ریویو آف ریلیجنز،قادیان،۲۳۳/۴۔

۱۹۵...... الفضل،۲۳فروری،۱۹۳۲ء۔

۱۹۶...... بدر ۱۸جنوری ۱۹۱۲ء۔

۱۹۷...... عرفانی،یعقوب علی،ترجمہ القرآن (نظارت اشاعت،ربوہ)ص:۳۶۔

۱۹۸...... آئینہ کمالات،ص:۵۸۶۔

۱۹۹...... تذکرۃ المہدی،۲۴۴/۱۔

۲۰۰...... آئینہ کمالات،ص:۵۸۷۔

۲۰۱...... آئینہ کمالات،ص:۵۸۴۔

۲۰۲...... بھیروی،نورالدین،حکیم،حقائق الفرقان(ضیاءالاسلام پریس،ربوہ)۲۲/۱۔

۲۰۳...... حقائق الفرقان،۶۲/۱۔

۲۰۴...... حقائق الفرقان،۱۷۴/۱۔

۲۰۵...... تفسیر ابن کثیر،۲۹۴/۱۔

۲۰۶...... حقائق الفرقان،۲۶۸/۱۔

۲۰۷...... حقائق الفرقان،۴۱۰/۱۔

۲۰۸...... تفسیر کبیر،الرازی،۳۶/۷۔

۲۰۹...... حقائق الفرقان، ۴۷۳/۱۔

۲۱۰...... حقائق الفرقان، ۴۷۶/۱۔

۲۱۱...... حقائق الفرقان، ۴۸۱/۱۔

۲۱۲...... آل عمران (۳) ۴۹۔

۲۱۳...... مائدہ (۵) ۱۱۰۔

۲۱۴...... الجامع المسلم، ۳۱۵/۲۔

۲۱۵...... حقائق الفرقان، ۴۸۵/۱۔

۲۱۶...... ایضاً۔

۲۱۷...... حسن بیان۔ ص: ۴۷۷۔

۲۱۸...... حقائق الفرقان، ۵۲۲/۲۔

۲۱۹...... حقائق الفرقان، ۲۷/۳۔

۲۲۰...... مسند احمد، ۱۱۹/۵۔

۲۲۱...... صفوۃ التفاسیر، ۳۵۱/۲۔

۲۲۲...... حقائق الفرقان، ۳۱/۳۔

۲۲۳...... حقائق الفرقان، ۳۶/۳۔

۲۲۴...... حقائق الفرقان، ۴۹/۳۔

۲۲۵...... حقائق الفرقان، ۱۸۸/۳۔

۲۲۶...... تفسیر جلالین، ۴۵۰۔

۲۲۷...... حقائق الفرقان، ۳۸۵/۳۔

۲۲۸...... تفسیر بیضاوی، ۲۶۲/۱۔

۲۲۹...... حقائق الفرقان، ۳۸۸/۳۔

۲۳۰...... حقائق الفرقان، ۱۲۲/۴۔

۲۳۱...... حقائق الفرقان، ۲۲۲/۴۔

۲۳۲...... حقائق الفرقان، ۵۲۰/۴۔

۲۴۳...... حقائق الفرقان، ۹/۴۔

۲۴۴...... ایضاً۔

۲۴۵...... میر محمد سعید، مولوی، اوضح القرآن مسمّٰی بہ تفسیر احمدی (مطبع مرتضائی پریس آگرہ ۱۹۱۵ء) حصہ دوم، ص: ۲۰۔

۲۴۶...... سورہ بقرہ (۱) ۵۶۔

۲۴۷...... اوضح القرآن مسمّٰی بہ تفسیر احمدی، حصہ اول، ۴۔

۲۴۸...... تنویر المقباس، ۹/۱۔

۲۴۹...... البقرہ (۲) ۷۳۔

۲۵۰...... اوضح القرآن مسمّٰی بہ تفسیر احمدی، حصہ اول، ص: ۶۔

۲۵۱...... تفسیر ابن کثیر، ۳۰۲/۱۔

۲۵۲...... البقرہ (۲) ۲۴۹۔

۲۵۳...... اوضح القرآن مسمّٰی بہ تفسیر احمدی، حصہ اول، ص ۲۰۔

۲۵۴...... آل عمران (۳) ۵۵۔

۲۵۵...... اوضح القرآن مسمّٰی بہ تفسیر احمدی، حصہ اول، ص: ۲۶۔

۲۵۶...... آل عمران (۳) ۱۴۴۔

۲۵۷...... اوضح القرآن مسمّٰی بہ تفسیر احمدی، حصہ اول، ص: ۳۱۔

۲۵۸...... بنی اسرائیل (۱۷) ۱۔

۲۵۹...... اوضح القرآن مسمّٰی بہ تفسیر احمدی، حصہ اول، ص: ۱۲۱۔

۲۶۰...... سورۂ کہف (۱۸) ۲۔

۲۶۱...... اوضح القرآن مسمّٰی بہ تفسیر احمدی، حصہ اول، ص: ۱۲۷۔

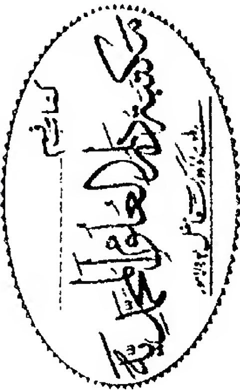
۲۶۲...... سورۂ کہف (۱۸) ۴۷۔

۲۶۳...... اوضح القرآن مسمّٰی بہ تفسیر احمدی، حصہ اول، ص: ۱۲۹۔

۲۶۴...... سورۂ کہف (۱۸) ۹۰۔

۲۶۵...... اوضح القرآن مسمّٰی بہ تفسیر احمدی، حصہ اول، ص: ۱۳۱۔

۲۶۶...... سورۂ سبا (۳۴) ۱۰۔



۲۵۷...... اوضح القرآن مسمّی بہ تفسیر احمدی، حصہ اول، ص: ۱۸۴۔

۲۵۸...... سورہ جمعہ (۶۲) ۳۔

۲۵۹...... اوضح القرآن مسمّی بہ تفسیر احمدی، حصہ اول، ص: ۲۳۸۔

۲۶۰...... اوضح القرآن مسمّی بہ تفسیر احمدی، حصہ دوم، ص: ۴۔

۲۶۱...... اوضح القرآن مسمّی بہ تفسیر احمدی، حصہ دوم، ص: ۵۔

۲۶۲...... اوضح القرآن مسمّی بہ تفسیر احمدی، حصہ دوم، ص: ۵۔

۲۶۳...... اوضح القرآن مسمّی بہ تفسیر احمدی، حصہ دوم، ص: ۶۔

۲۶۴...... اوضح القرآن مسمّی بہ تفسیر احمدی، حصہ دوم، ص: ۷۔

۲۶۵...... ایضاً۔

۲۶۶...... ایضاً۔

۲۶۷...... اوضح القرآن مسمّی بہ تفسیر احمدی، حصہ دوم، ص: ۱۵۔

۲۶۸...... اوضح القرآن مسمّی بہ تفسیر احمدی، حصہ دوم، ص: ۴۲۔

۲۶۹...... اوضح القرآن مسمّی بہ تفسیر احمدی، حصہ دوم، ص: ۹۶۔

۲۷۰...... اوضح القرآن مسمّی بہ تفسیر احمدی، حصہ دوم، ص: ۹۴۔

۲۷۱...... اوضح القرآن مسمّی بہ تفسیر احمدی، حصہ دوم، ص: ۱۱۹۔

۲۷۲...... اوضح القرآن مسمّی بہ تفسیر احمدی، حصہ دوم، ص: ۱۳۶۔

۲۷۳...... اوضح القرآن مسمّی بہ تفسیر احمدی، حصہ دوم، ص: ۱۰۴۔

۲۷۴...... اوضح القرآن مسمّی بہ تفسیر احمدی، حصہ دوم، ص: ۱۱۷۔

۲۷۵...... اوضح القرآن مسمّی بہ تفسیر احمدی، حصہ دوم، ص: ۱۶۹۔

۲۷۶...... اوضح القرآن مسمّی بہ تفسیر احمدی، حصہ دوم، ص: ۱۷۵۔

۲۷۷...... اوضح القرآن مسمّی بہ تفسیر احمدی، حصہ دوم، ص: ۱۸۳۔

۲۷۸...... اوضح القرآن مسمّی بہ تفسیر احمدی، حصہ دوم، ص: ۱۳۳۔

۲۷۹...... اوضح القرآن مسمّی بہ تفسیر احمدی، حصہ دوم، ص: ۳۷۔

۲۸۰...... اوضح القرآن مسمّی بہ تفسیر احمدی، حصہ دوم، ص: ۱۵۔

۲۸۱...... اوضح القرآن مسمّٰی بہ تفسیر احمدی، حصہ دوم، ص:۱۳۹۔

۲۸۲...... اوضح القرآن مسمّٰی بہ تفسیر احمدی، حصہ دوم، ص:۷۲۔

۲۸۳...... اوضح القرآن مسمّٰی بہ تفسیر احمدی، حصہ دوم، ص:۱۶۸

۲۸۴...... اوضح القرآن مسمّٰی بہ تفسیر احمدی، حصہ دوم، ص:۱۶۸۔۱۶۹۔

۲۸۵...... اوضح القرآن مسمّٰی بہ تفسیر احمدی، حصہ دوم، ص:۱۹۔

۲۸۶...... نیازی، عبداللہ جان وحسن خیل، حیات حسن (ط: اول،۱۹۶۰ء) ص:۱۶۔

۲۸۷...... روزنامہ الفضل، ص:۳۰، ج۱۳۱ شمارہ نمبر ۳۸، ۱۴ فروری ۱۹۴۳ء۔

۲۸۸...... حیات حسن، ص:۴۳۔

۲۸۹...... یادرفتگاں (احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور) ۱۳۸/۱۔

۲۹۰...... روزنامہ الفضل، ص:۳۰، ج۱۳۱ شمارہ نمبر ۳۸، ۱۴ فروری ۱۹۴۳ء۔

۲۹۱...... پیغام صلح، ص:۱۶، شمارہ نمبر۳، یکم فروری ۱۹۹۰ء۔

۲۹۲...... نیازی، غلام حسن، حسن بیان، تمہید (برانچ کیپٹل کواپریٹو، پریس)۔

۲۹۳...... حیات حسن، ص:۵۴۔

۲۹۴...... آل عمران (۳) ۵۵۔

۲۹۵...... حسن بیان، ص:۶۴۔

۲۹۶...... نساء (۴) ۱۵۹۔

۲۹۷...... حسن بیان، ص:۱۱۰۔

۲۹۸...... نمل (۲۷) ۱۷۔

۲۹۹...... حسن بیان، ص:۳۸۸۔

۳۰۰...... النمل (۲۷) ۱۸۔

۳۰۱...... حسن بیان، ص:۳۸۸۔

۳۰۲...... النمل (۲۷) ۸۲۔

۳۰۳...... حسن بیان، ص:۳۹۲۔

۳۰۴...... سباء (۳۴) ۱۲۔

۳۰۵...... حسن بیان، ص:۴۳۷۔

۳۰۶...... ص (۳۸) ۳۴۔

۳۰۷...... حسن بیان، ص: ۴۶۴۔

۳۰۸...... زخرف (۴۳) ۶۱۔

۳۰۹...... حسن بیان، ص: ۵۰۱۔

۳۱۰...... زخرف (۴۳) ۷۴۔

۳۱۱...... حسن بیان، ۵۰۱۔

۳۱۲...... البلد (۹۰) ۴۔

۳۱۳...... حسن بیان، ۶۳۵۔

۳۱۴...... البلد (۹۰) ۴۔

۳۱۵...... حسن بیان، ص: ۶۳۱۔

۳۱۶...... حسن بیان، ص: ۱۵۳۔

۳۱۷...... حسن بیان، ص: ۱۶۲۔

۳۱۸...... حسن بیان، ص: ۴۷۷۔

۳۱۹...... حسن بیان، ص: ۶۳۰۔

۳۲۰...... تفسیر ابن عباس، ۴۸۷/۱۔

۳۲۱...... تفسیر طبری، ۳۵۴/۲۱۔

۳۲۲...... آلوسی، شہاب الدین، سید، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی (ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر) ۴۱/۲۴۔

۳۲۳...... حسن بیان، ص: ۳۹۲۔

۳۲۴...... کاندھلوی، ادریس، مولانا، معارف القرآن (مکتبۃ المعارف دارالعلوم حسینیہ، سندھ ۱۴۲۲ھ) ۱۳/۶۔

۳۲۵...... حسن بیان، ص: ۲۹۷۔

۳۲۶...... ایضاً۔

۳۲۷...... حسن بیان، ص: ۳۰۴۔

۳۲۸...... تفسیر کشاف، ۱۵۶/۱۔

۳۲۹...... طنطاوی، محمد سید، شیخ لا زہر، التفسیر الوسیط للقرآن الکریم (دار المعرفۃ) ۹۹/۱۔

۳۳۰...... حسن بیان، ص: ۳۵۳۔

۳۳۱...... حسن بیان، ص: ۳۸۷۔

۳۳۲...... حسن بیان، ص: ۴۲۷۔۴۲۸۔

۳۳۳...... حسن بیان، ص: ۱۶۲۔

۳۳۴...... حسن بیان، ص: ۴۲۲۔

۳۳۵...... حسن بیان، ص: ۷۳۔

۳۳۶...... حسن بیان، ص: ۳۰۷۔

۳۳۷...... حسن بیان، ص: ۳۱۰۔

۳۳۸...... حسن بیان، ص: ۲۸۵۔

۳۳۹...... بشارت احمد، ڈاکٹر، انوار القرآن (انجمن اشاعت اسلام، لاہور) حصہ اول، ص: ۱۶۹۔

۳۴۰...... ذٰریات (۵۱) ۴۶۔

۳۴۱...... انوار القرآن، حصہ دوم، ص: ۴۳۔

۳۴۲...... کاندھلوی، معارف القرآن، ۳۴/۴۔

۳۴۳...... انوار القرآن، حصہ دوم، ص: ۱۲۲۔

۳۴۴...... عثمانی، معارف القرآن، ۱۹۹/۶۔

۳۴۵...... انوار القرآن، حصہ دوم، ص: ۲۰۳۔

۳۴۶...... انوار القرآن، حصہ دوم، ص: ۲۵۲۔

۳۴۷...... انور القرآن، حصہ اول، ص: ۷۱۔

۳۴۸...... انوار القرآن، حصہ اول، ص: ۷۴۔

۳۴۹...... تفسیر نسفی، ۲۰۸/۴۔

۳۵۰...... انوار القرآن، حصہ دوم، ص: ۶۵۔

۳۵۱...... انوار القرآن، حصہ دوم، ص: ۶۶۔

۳۵۲...... انوار القرآن، حصہ اول، ص: ۷۶۔

۳۵۳...... تفسیر نسفی، ۲۰۹/۴۔

۳۵۴...... انوار القرآن، حصہ اول، ص: ۲۸۴۔

باب سوم

محمد علی لاہوری

مرزا غلام احمد کو دو لوگوں کی اپنی جماعت میں شمولیت کی وجہ سے بہت زیادہ خوشی ہوئی ان میں ایک حکیم نور الدین اور دوسرے محمد علی لاہوری تھے۔ محمد علی کی شخصیت جماعت احمدیہ میں بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ اگرچہ ۱۹۱۴ء میں اختلافات کے بعد جماعت احمدیہ ربوہ نے محمد علی کو نظر انداز کر دیا تھا اور محمد علی کی خدمات کا کلی طور پر انکار کیا۔

محمد علی لاہوری ۱۸۷۴ء میں ریاست کپورتھلہ موضع مرار میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام حافظ فتح الدین تھا۔ کپورتھلہ کے سکول میں ۱۸۹۰ء کو میٹرک پاس کیا۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد آپ کے والد نے مزید تعلیم کے لئے آپ کو گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل کرا دیا۔ جہاں آپ نے ۱۸۹۲ء میں ایف۔ اے اور ۱۸۹۴ء میں بی، اے پاس کیا۔ اس کے بعد آپ مولوی عزیز بخش صاحب سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں داخل ہو گئے اور گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔ اے انگریزی کی تعلیم جاری رکھی اور بی، اے کے بعد اسلامیہ کالج لاہور میں پروفیسر کی حیثیت سے ملازمت کر لی۔ اور خواجہ کمال الدین (مشہور قادیانی) بھی اسلامیہ کالج میں پڑھاتے تھے۔ ۱۸۹۶ء میں ایم۔ اے انگریزی کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ نے ایل. ایل. بی کی کلاسیں لینا شروع کر دیں۔ ایل. ایل. بی کرنے کے بعد آپ اسلامیہ کالج کی ملازمت چھوڑ کر اورینٹل کالج لاہور میں بطور پروفیسر کے کام کرتے رہے۔

محمد علی لاہوری کا مرزا غلام احمد سے تعارف ان کے ایک ہم جماعت منشی عبدالعزیز نے کرایا تھا اور پھر مرزا غلام احمد کی کتاب ''ازالہ اوہام'' پڑھ کر مرزا غلام احمد کے گرویدہ ہو گئے۔ اور پھر خواجہ کمال الدین کی خواہش پر قادیان گئے اور وہاں ۱۸۹۷ء میں مرزا غلام احمد کی بیعت کی۔ اور مرزا غلام احمد کے کہنے پر آپ نے قادیان میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ مرزا غلام احمد نے اپنی رہائش کی تیسری منزل پر اس کو

جگہ دی اور محمد علی لاہوری کا بہت خیال کرتے تھے۔اس لئے کہ مرزا غلام احمد کو محمد علی سے بہت سے کام وابستہ تھے۔ جو اس کے بغیر پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتے تھے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمد علی کی یہ قدر صرف دنیوی تعلیم کی وجہ سے تھی اور محمد علی لاہوری نے دینی تعلیم مختصر سے عرصہ میں مرزا غلام احمد اور حکیم نور الدین سے حاصل کی تھی۔ چنانچہ وہ اپنی تفسیر بیان القرآن کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ ''میری زندگی میں جس شخص نے قرآن کریم کی محبت اور خدمت قرآن کا شوق پیدا کیا وہ اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کے بعد فہم قرآن میں جس شخص نے مجھے اس راہ میں ڈالا وہ استاذی المکرم حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم ہیں۔ اگر کسی شخص کو میری اس ناچیز خدمت سے کچھ فائدہ پہنچے تو وہ جہاں میرے لئے دعا کرے ان بزرگوں کے لئے بھی دعا کرے۔''(۱)

محمد علی لاہوری کا عقیدہ

۱۹۱۴ء میں اختلافات سے پہلے محمد علی لاہوری مرزا غلام احمد کو نبی تسلیم کرتے تھے۔ اور اس پر خود ان کی تحریرات بھی بہت سی شاہد ہیں۔ جو کہ انہوں نے رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں جس کے وہ خود ایڈیٹر بھی تھے لکھے ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

''ہر ایک نبی نے جو خدا کی طرف سے آیا ہے دو باتوں پر زور دیا ہے اول یہ کہ لوگ خدا پر ایمان لائیں اور دوسرا یہ کہ اس کی نبوت کو اور اس کے منجانب اللہ ہونے کو تسلیم کر لیں۔ بعینہ اسی قدیم سنت الٰہی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو مبعوث کیا۔''(۲)

قرآن شریف اور حدیث نبوی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی دو بعثتیں یا دو ظہور ہیں اور آپ کے دو ناموں محمد اور احمد ﷺ میں ان ہی دو بعثتوں کی طرف اشارہ ہے۔''(۳)

اس کے علاوہ جب ان پر اور ان کے ساتھیوں پر منافقت کا الزام لگایا گیا تو پیغام صلح سوسائٹی کے ممبران نے ''واللہ علی ما نقول وکیل'' کے عنوان سے حلفیہ اعلان جاری کیا جس میں برملا طور پر اس بات کا اقرار کیا گیا کہ مرزا غلام احمد خدا

کا نبی ہے۔اب اگر جماعت لاہور کا مرزا غلام احمد کو نبی ماننے کا نظریہ نہیں ہے تو ۱۹۱۴ء سے پہلے کے اقوال کی انہوں نے اس وقت توجیح کیوں نہ کردی۔اور پھر لاہوریوں کی طرف سے یہ پیغامات کیوں دیئے گئے۔یہ سب واقعات دلالت کرتے ہیں کہ جماعت لاہور اور محمد علی لاہوری پہلے مرزا غلام احمد کو نبی تسلیم کرتی تھی۔لیکن اختلافات کے بعد اپنے نئے عقائد کو بیان کیا گیا۔

محمد علی لاہوری بطور مصنف

محمد علی کی تحریروں میں علمی انداز پایا جاتا ہے آپ نے اپنے دور زندگی میں بہت سی تصانیف کی ہیں۔ان کی بہت سی کتابوں کا تو بہت سی مختلف زبانوں میں تراجم بھی ہو چکے ہیں۔ان کی سوانح حیات پر لکھی گئی کتاب ''مجاہد کبیر'' میں ان کی تصانیف کی تعداد ۵۷ لکھی ہے جن میں انگریزی ترجمہ قرآن،بیان القرآن،فضل الباری (الجامع البخاری کی شرح ہے)اور حمائل شریف جیسی کتابیں شامل ہیں اور رسالہ جات وغیرہ کی تعداد ۸۷ لکھی ہے۔اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ محمد علی نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ کتابوں کی تصنیفات میں گزار دیا تھا۔

محمد علی لاہوری کی وفات

محمد علی لاہوری کی وفات ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو ہوئی۔

محمد علی لاہوری کی مطالعہ قرآن سے دلچسپی

محمد علی لاہوری اگرچہ ایک دنیادار انسان تھے اور دینی تعلیم سے کوئی تعلق بھی نہیں تھا لیکن اس کے باوجود تھوڑے ہی عرصہ میں قادیان رہ کر جماعت احمدیہ میں وہ مقام پایا جو مرزا غلام احمد اور حکیم نورالدین کے بعد جماعت احمدیہ میں کسی کو نہ مل سکا۔یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے اپنے دور میں قرآن کے انگریزی ترجمے کا کام اور حکیم نورالدین نے اردو ترجمے کا کام محمد علی کے ہی ذمے لگایا یقیناً اس لئے کہ ان کی نظروں میں اس پائے کا کوئی اور انسان نہ تھا۔اسی طرح محمد علی لاہوری ۱۹۱۴ء میں اختلافات کے بعد جب لاہور آئے تو درس قرآن کا سلسلہ شروع کر دیا اس درس

قرآن کو بھی دنیا دار لوگوں میں بہت پذیرائی ملی یہ سب کچھ محمد علی کا قرآن سے دلچسپی کا نتیجہ تھا۔اسی طرح محمد علی نے اپنے دور میں اشاعت قرآن کے لئے تین کام بھی کئے تھے۔اول تراجم قرآن فنڈ۔دوم تحریک اشاعتِ قرآن ۔سوم ادارہ تعلیم القرآن۔لیکن کاش کہ محمد علی اپنی تفسیر میں معجزات کا انکار نہ کرتے اور احمدی عقائد کو زینت نہ بناتے تو یہ تفسیر ایک اہم تفسیروں میں شمار کی جاتی۔اور محمد علی نے سلف و صالحین کا سہارا لے کر جو غلط تشریحات کی ہیں یہ بہت زیادہ نقصان دہ ہے۔اور کسی انصاف پسند محقق کو یہ زیب نہیں دیتا۔

تفسیر ''بیان القرآن'' کا تعارف

مرزا غلام احمد نے اپنے ایک الہام میں محمد علی لاہوری کی تفسیر کا ذکر بھی کیا ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

''پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی۔جس کی نسبت یہ بتایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے جس کو علی نے تالیف کیا ہے اور اب علی وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے۔'' (۴)

ابتداء میں محمد علی لاہوری کے درس قرآن کے نوٹ روزانہ اخبارات میں چھپا کرتے تھے اور سوہ فاتحہ تا سورہ النساء کا ترجمہ اور تفسیری نوٹ ''نکات القرآن'' کے نام سے چار حصوں میں شائع بھی ہوئے۔پھر بیان القرآن کی اشاعت ایک ایک پارہ کر کے شروع ہوئی پہلے چھ سات پارے اسی طرح چھپے۔لیکن بعد میں یہ کتاب جلدوں کی صورت میں شائع ہونا شروع ہوئی۔بیان القرآن کی جلد اول ۱۹۲۲ء میں جلد دوم ۱۹۲۳ء میں اور جلد سوم ۱۹۲۴ء میں انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کی تھی۔ابتداء میں سورہ کے حساب سے مضامین کی فہرست دی گئی ہے۔حوالہ جات میں کتابوں کا پورا نام چھوڑ کر اختصار کو اپنایا گیا ہے جیسے ''ت'' سے تاج العروس ''ث'' سے ابن کثیر وغیرہ۔

محمد علی لاہوری کا تفسیری منہج

اوپر متن قرآنی لکھ کر آگے اس کا ترجمہ کرتے ہیں اور نیچے سب سے پہلے سورہ کی فضیلت اور پھر اس کا خلاصہ کرنے کے بعد الفاظ کی لغوی تشریح کرنے کے بعد

آیت کی وضاحت کرتے ہیں۔اس تفسیر میں تین چیزوں کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔آیات میں باہمی تعلق جہاں جہاں ضرورت تھی حواشی میں لکھ دی ہے۔ہر سورت کے رکوع میں باہمی تعلق۔سورتوں میں باہمی تعلق۔اس کے علاوہ ہر رکوع کا خلاصہ بھی دیا گیا ہے۔

تفسیر ''بیان القرآن'' میں مصادر و مراجع

محمد علی نے اپنی تفسیر میں تمام قادیانیوں کے مقابلے میں اپنی تفسیر کو ایک علمی زینت بناتے ہوئے سلف صالحین سے خوب استفادہ کیا ہے۔اور اپنی ہر بات کا حوالہ ضرور دیتے ہیں۔لیکن افسوس کہ محمد علی لاہوری اپنے مسلک کو ترجیح دیتے ہوئے اکثر جگہوں پر اپنی رائے یا پھر قول مرجوح کو ترجیح دیتے ہیں۔محمد علی نے تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر کبیر امام رازی، تفسیر بحرالمحیط، تفسیر بیضاوی، تفسیر کشاف، تفسیر فتح البیان اور لغات میں سے مفردات راغب اور لسان العرب سے استفادہ کرتے ہیں۔

اصول تفسیر کی روشنی میں ''بیان القرآن'' کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

محمد علی لاہوری ایک اہل علم ہونے کے باوجود اپنی تفسیر میں مرزا غلام احمد اور حکیم نورالدین کی حمایت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔اور اپنی تفسیر میں علمی انداز میں بحث کر کے معجزات انبیاء اور اس بات کا کھل کر انکار کر بیٹھتے ہیں جو عقل انسانی کے خلاف ہو۔اور سلف صالحین سے ہٹ کر اس کی مختلف تاویلیں پیش کرتے ہیں۔اس کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱...... ''وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ'' کے معنی یہ نہیں کہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے اٹھا کر اونچا کیا۔بلکہ یہ کہ تم نیچے تھے اور پہاڑ تمہارے اوپر اٹھا ہوا تھا......اس آیت کے یہ معنی کرنا کہ بنی اسرائیل کے سروں پر پہاڑ کو لا کر معلق کر دیا گیا تھا کہ اگر تم ان احکام کو نہ مانو گے تو ابھی پہاڑ تمہارے سروں پر آ پڑیگا۔قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف ہے ''لا اکراہ فی الدین'' جب انسان کو حکم ہے کہ دین میں جبر نہ کرے تو خود خدا کا جبر کرنا

کیا معنی، علاوہ ازیں اس جبر کا تو یہی جواب بنی اسرائیل کی طرف سے کافی ہے کہ ہم نے اقرار کوئی نہیں کیا۔ ڈرا کر اقرار لیا گیا۔" (۵)

محمد علی لاہوری اس تقریر سے خرق عادت واقعہ کا انکار کر رہے ہیں۔ تفسیر جلالین میں ہے "الجبل اقتلعناہ من اصلہ علیکم لما ابیتم قبولھا "(۶) اور اسی طرح تمام مفسرین نے اس کو اسی حالت پر محمول کیا ہے اس صورت کے علاوہ خوف کی صورت پیدا نہیں ہوسکتی۔

۲...... سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۴۹ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں "طیر سے استعارہ کے طور پر مراد وہ لوگ ہیں جو زمین اور زمینی چیزوں سے اوپر اٹھ کر خدا کی طرف پرواز کرسکیں اور یہ بات آسانی سے سمجھ آسکتی ہے کہ کس طرح نبی کے نفخ سے انسان اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ زمینی خیالات کو ترک کر کے عالم روحانیت میں پرواز کرسکے۔ "وَأُبْرِءُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ" کا معنی یہ ہے کہ روحانی بیماریوں کا ذکر ہے، جسمانی بیماریاں مراد نہیں ہیں۔ "واحی الموتی" کا معنی یہ ہے کہ روحانی طور پر لوگ زندہ ہوتے تھے۔ "وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ" کا معنی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل کو بتاتے تھے کہ وہ کیا چیز کھائیں اور کیا ذخیرہ کریں گویا حلال و حرام کے متعلق بھی کچھ احکام دیتے تھے۔" (۷)

۳...... قرآنی آیت "رافعک الی" میں لکھتے ہیں "رفع سے مراد روحانی رفع ہے۔" (۸)

۴...... "وما قتلوہ وما صلبوہ" میں لفظ "صلب" کی تفسیر میں صالحین سے ہٹ کر لکھتے ہیں "مسیح صلیب پر چڑھائے گئے مگر مصلوب نہیں ہوئے بلکہ زندہ اترے البتہ صلیب پر چڑھنے کی وجہ سے وہ مصلوب یا مقتول سے مشابہ ہوگئے۔" (۹)

۵...... "وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ" (۱۰) آیت بالا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں "مہد اور کہولت میں کلام کرنا معجزہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ہر ایک تندرست بچہ اگر وہ گونگا نہیں مہد میں بولنے لگ پڑتا ہے۔ اس خوشخبری کا صرف یہ مفہوم ہے کہ بچہ صحت کی حالت میں

رہے گا اور ایام طفولیت میں فوت نہ ہوگا۔''(۱۱) سورہ مریم آیت نمبر ۲۹ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ماں کی گود میں کلام کرنے کا ذکر ہے۔ محمد علی لاہوری اس بات کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے''انہوں نے (یعنی یہود نے) جواب میں کہا کہ ہم کل کے بچہ سے کیا بات کریں۔ حضرت عیسیٰ تیس سال کے نوجوان تھے پرانے بزرگوں کے سامنے وہ بچہ ہی تھے اس لئے انہوں نے کہا کہ جو ہمارے سامنے کا بچہ ہم اس سے کیا خطاب کریں۔ اس کے سوائے ''من کان فی المھد صبیا'' کے کچھ معنی نہیں بنتے۔''(۱۲)

۶...... ''وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ (۱۳) اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے ید بیضاء کو بیان کیا ہے۔ محمد علی اس معجزہ کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں''ید بیضاء سے روشن یا واضح دلیل ہے''(۱۴)

محمد علی نے عجیب مفہوم یہاں بیان کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کیا ہے اس لئے کہ قرآن میں ایک اور مقام پر یوں آتا ہے''اسلک یدک فی جیبک تخرج بیضاء من غیر سوء'' کے الفاظ آتے ہیں اور اسی طرح لفظ''ید'' کا معنی ہی ہاتھ ہوتا ہے۔ لیکن محمد علی نے دلیل مراد لیا ہے جو کہ کسی بھی لغت میں اس کا معنی نہیں ہے۔

۷...... ''إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَآئِكَةِ مُرْدِفِينَ (۱۵) اس آیت مبارکہ میں غزوہ بدر میں مسلمانوں کی مدد اللہ نے ہزار فرشتوں کے ذریعہ سے کی تھی اس واقعہ کا ذکر ہے۔ لیکن محمد علی اپنی تفسیر میں لکھتا ہے''قرآن شریف میں کہیں مذکور نہیں کہ فرشتے درحقیقت لڑائی میں شریک ہوئے۔ امداد ملائک سے مراد مؤمنوں کے دل کو اطمینان دلانا مطلوب تھا۔ پس جب مؤمنوں کے دلوں کو اطمینان حاصل ہوگیا تو کفار کے دلوں پر رعب طاری ہوگیا۔ ہزار ملائک کی تعداد کفار کی تعداد کے مطابق تھی۔ جو جنگ بدر میں مسلمانوں کے مقابل برسر پیکار رہوئے۔''(۱۶)

تفسیر کبیر رازی میں ہے''عن ابی جھل انه قال لابن مسعود: من أین کان الصوت الذی کنا نسمع ولا نری شخصاً قال هو من

الملائكة فقال ابو جهل: هم غلبونا لا أنتم. وروى ان رجلاً من المسلمين بينما هو يشتد فى أثر رجل من المشركين اذ سمع صوت ضربة بالصوت فوقه فنظر الى المشرك وقد خر مستلقيا وقد شق وجهه فحدث الأنصارى رسول الله ﷺ فقال صدقت: ذاک من مدد السماء"(۱۷)

۸...... "وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا سَلَامًا (۱۸) آیت بالا میں لفظ "رسلنا" کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ "حضرت ابراہیم کا ان کے ساتھ چلنا اور ان کا کھانا کھانا وغیرہ یہ واقعات رسلنا کو انسان ٹھہراتے ہیں۔"(۱۹)

تمام مفسرین نے "رسلنا" سے فرشتے ہی مراد لئے ہیں۔ اگر مفسرین میں اختلاف ہے تو تعداد میں ہے۔ چنانچہ تفسیر ابن عباس میں ہے "ولقد جاءت رسلنا: جبریل و من معه من الملائكة اثنا عشر ملكاً۔"(۲۰) اور تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ "ولما جاءت رسلنا: وهم الملائكة۔"(۲۱) اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو کھانا پیش کیا تھا مہمان نوازی کے طور پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کا علم بھی نہیں تھا کہ وہ فرشتے ہیں لیکن انہوں نے کھانا نہیں کھایا یہ بھی فرشتہ ہونے کی دلیل ہے اسی طرح اس واقعہ میں آگے چل کر خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ ہم خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں "قالوا یلوط انا رسل ربک لن یصلوا الیک فاسر باهلک بقطع من الیل ـــ۔ اس آیت نے تو بالکل واضح کر دیا کہ انہوں نے اپنی حقیقت کو خود ہی واضح کر دیا تا کہ خوف باقی نہ رہے۔ اسی طرح ایک مقام میں اس واقعہ کا ذکر یوں ہے "قالوا انا ارسلنا الی قوم مجرمین لنرسل علیهم حجارة من طین "(۲۲) اور پھر حدیث جبرائیل اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فرشتوں کا اس دنیا میں انسانی شکل میں آنا کوئی محال نہیں ہے۔

۹ ...... "فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ

لَمَا یُرِیْد (۲۳) کی تفسیر میں جہنم کے دائمی ہونے کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے "اہل شقاوت دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ کیونکہ 'مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْض' کے بعد 'اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّکَ اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْد' ہے جس میں استثناء موجود ہے اور لفظ فعال مبالغہ کا صیغہ ہے۔" (۲۴)

۱۰...... اس آیت میں بیشک "مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْض" کے بعد "اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّکَ اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْد" ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب کا خدا کی مشیت سے منقطع ہونا بالکل ممکن ہے۔ مگر اس استثناء میں کفار و مشرکین داخل نہیں۔ محمد علی نے کفار و مشرکین کو بھی داخل کر کے قرآنی مفہوم کو سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ اور قرآن میں ایسی بہت سی آیات ہیں جو کفار و مشرکین کے دائمی جہنم ہونے پر دلالت کر رہی ہیں۔

"اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ أَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ" (۲۵)

"اِنَّهٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ" (۲۶)

"اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ" (۲۷)

اس کے علاوہ اور بہت سی آیات ہیں جو اہل جہنم کے دائمی ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ بس یہ سب کچھ محمد علی نے مرزا غلام احمد کی پیروی میں کیا ہے۔

۱۱...... "فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِهِمَا نَسِیَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا" (۲۸) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کو تلاش کرتے وقت مچھلی کے واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں "مچھلی کا بھنا ہوا ہونا قابل قبول نہیں۔ اب روایات کو قبول کرتے وقت یا ان روایات کو قبول کرنا پڑے گا جو قرآن شریف کے بیان کے مطابق ہیں کہ معمولی مچھلی تھی اور دریا کے کنارے سے لے لی تھی اور یا ان کو جن میں اس کے بھنے ہوئے اور نمکین ہونے کا ذکر ہے! اقرب الی الصواب یہی ہے کہ ان زوائد کو کہ وہ نمکین تھی یا کباب تھا قبول نہ کیا جائے۔ (۲۹)

یہ بات بھی محمد علی کی غلط ہے اس لئے کہ حضرت موسیٰ نے اپنے ساتھی سے ناشتہ طلب کیا تھا اور یہ مچھلی بھی ناشتے میں شامل تھی اور اگر نہ بھی شامل کریں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مچھلی اتنا عرصہ بغیر پانی کے کیسے زندہ رہی؟

۱۲...... سورہ انبیاء کی آیت نمبر ۶۹ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں ڈالے جانے کا ذکر ہے۔ لیکن محمد علی لاہوری حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں ڈالے جانے کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''اللہ نے اپنی کمال حکمت سے حضرت ابراہیم کو آگ میں پڑنے سے پہلے نجات دے دی اور کسی دوسری طرف نکال دیا جیسا کہ آیت ۷۱ سے ظاہر ہے اور حضرت ابراہیم کا وہاں سے ہجرت کر جانا تو صاف معلوم ہوتا ہے...... الصّٰفّٰت (۳۷) ۹۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ابھی ارادہ ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وہاں سے نجات دے دی۔'' (۳۰)

محمد علی کی یہ بات عقل سے بالکل ماوراء ہے اس لئے کہ لفظ ''یٰنارکونی بردا و سلٰماً'' یہ دلالت کرتا ہے کہ وہ آگ میں ڈالے گئے تھے تو اللہ نے آگ کو مخاطب کر کے یہ الفاظ کہے تھے۔ تفسیر جلالین میں ہے ''فلم تحرق منه غير وثاقه وذهبت حرارتها وبقيت اضاءتها وبقوله سلاما سلم من الموت ببردها۔'' (۳۱)

۱۳...... قرآنی آیت ''وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فَاعِلِينَ'' (۳۲) کی تشریح میں حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزات کی غلط تاویلات کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے ''میرے نزدیک زرہوں اور پرندوں کے تعلق کو مدنظر رکھتے ہوئے پہاڑوں کا مسخر ہونا اور تسبیح کرنا اس معنی میں ہے کہ وہاں پر حضرت داؤد کی حکومت قائم ہوگئی اور ان کی تسبیح سے مراد پہاڑی قوموں کا تسبیح کرنا ہے جو ظاہری اور باطنی دونوں رنگوں میں حضرت داؤد کے ساتھ ہوگئیں۔'' (۳۳)

یہاں پر بھی محمد علی نے خرق عادت کا انکار کیا ہے۔ اور تمام مفسرین نے اس کو اپنی اصل پر ہی محمول کیا ہے لیکن محمد علی نے اس کی تاویلات پیش کی ہیں۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے ''وذلک لطيب صوته بتلاوة كتابه الزبور، وكان اذا ترنم به تقف الطير في الهواء، فتجاوبه، وترد عليه الجبال تاويباً۔'' (۳۴) اور

تفسیر فی ظلال القرآن میں ہے کہ "وقد عرف داود علیه السلام بمزاميره: وهي تسابيح لله كان يرتلها بصوته الحنون، فتجاوب أصداؤها۔" (۳۵)

۱۴...... قرآنی آیت " وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِهِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا" (۳۶) کی تشریح میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ہوا کا حضرت سلیمان کے لئے مسخر ہونا یہی ہے کہ آپ کے کام میں معاون تھی جس طرح پر ہوا سے مدد ملا کرتی ہے اور غالباً "تجری بامرہ" میں اس ہوا کے کشتیاں چلانے کی طرف اشارہ ہے یا خود کشتیوں کا چلنا ہی مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہوائے موافق یا بادبانوں کے استعمال سے جہاز دور دور کا سامان لیکر ملک شام میں جوارض مبارک ہے آتے تھے۔" (۳۷)

۱۵...... مزید حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں "ان کاریگروں کو شیاطین اس لئے کہا کہ وہ سرکش قوموں میں سے تھے جنہیں سلیمان نے فتح کر کے مغلوب کیا تھا اور بعض کو ان میں سے قید کر کے کام لیا جاتا تھا۔" (۳۸) سورہ نمل کی آیت نمبر ۲۰ تا ۲۲ میں ہدہد کی تشریح میں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزے کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "ہدہد سے مراد انسان ہے۔" (۳۹)

یہاں بھی محمد علی نے خرق عادت کا انکار کیا ہے۔ حالانکہ مفسرین میں سے کسی نے بھی آج تک یہ مفہوم بیان نہیں کیا اور اسی طرح محمد علی کا جن کو سرکش قوم کہنا اور ہدہد کو انسان کہنا بھی خلاف عقل ہے اور اہل لغت سے ثابت نہیں۔ یہاں پر بھی محمد علی نے تفسیر بالرائے سے کام لے کر غلط تشریح کی ہے۔

۱۶...... "فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ" (۴۰) آیت مبارکہ میں حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی میں رہنے کا ذکر ہے لیکن محمد علی اس کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے "قرآن کریم میں حضرت یونس کے مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے متعلق صریح لفظ نہیں ہے۔" (۴۱)

یہاں بھی محمد علی نے تفسیر بالرائے کی ہے اور احادیث صحیحہ کا انکار کیا ہے حدیث میں ہے ”عن سعد قال قال رسول اللہ ﷺ دعوۃ ذی النون اذا دعاربہ وھو فی بطن الحوت لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین لم یدع بھا رجل مسلم فی شی الا استجاب لہ۔“(۴۲) یہ حدیث واضح طور پر محمد علی کی تفسیر کی تردید کر رہی ہے۔اسی طرح مفسرین میں سے بھی کوئی محمد علی کے قول کی تصدیق نہیں کرتا۔

۱۷...... ارْكُضْ بِرِجْلِكَ ”اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے ”ارْکُض“ سواری کے دوڑانے اور چلنے کو کہا جاتا ہے۔اور ”برجلک“ سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد سواری کا دوڑانا ہے یہ دونوں لفظ اس بات پر صریح دلالت کرتے ہیں کہ حضرت ایوب کی تکلیف جن کا ذکر یہاں اور قرآن میں دوسری جگہ ہے کسی سفر سے تعلق رکھتی ہے۔“(۴۳)

مفسرین نے یہاں حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیف کو مراد لیا ہے۔جو ان کو زندگی میں پیش آئی یہاں سفری تکلیف کا تو کسی نے ذکر ہی نہیں کیا لیکن یہ معنی مشہور منکر حدیث عبداللہ چکڑالوی نے کیا ہے محمد علی نے بھی اسی کے معنی کو مدنظر کر یہ مفہوم پیش کیا ہے۔

۱۸...... ”وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا إِنَّهُمْ جُندٌ مُّغْرَقُونَ (۴۴) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”حضرت موسیٰ کے گذرنے کے وقت سمندر سکون کی حالت میں تھا اور یوں اپنی جگہ سے پیچھے ہٹا ہوا تھا اس لئے خشک رستہ نکل آیا تھا۔اسی سمندر میں جب تموج پیدا ہوا تو اس نے خشک جگہ کو ڈھانک لیا۔اور یوں لشکر فرعون غرق ہوگیا یہی اصل حقیقت فلق بحر کی ہے۔“(۴۵)

محمد علی نے یہاں بھی تفسیر بالرائے سے کام لے کر معجزات کا انکار کیا ہے۔حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سمندر میں تموج پیدا نہیں ہوا تھا بلکہ اللہ کی قدرت سے راستہ بنا تھا جیسا کہ تفسیر جلالین میں ہے ”اذا قطعتہ انت واصحابک، ساکناًمتفرحاًحتی تدخلہ القبط۔“(۴۶)

سورہ بروج میں ”یوم موعود“ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے ”یوم موعود ہے

جس سے فصلِ قضاء کا دن مراد لیا گیا ہے مگر فصلِ قضاء سے مراد اس دنیا میں حق و باطل کے فیصلہ کا وقت ہی مراد ہو سکتا ہے یا وہ دن جب حق ظاہر ہو جائے اور اس کے رستے سے رکاوٹیں دور ہو جائیں اگر قیامت کا دن مراد لیا جائے تو اسے گواہ کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔'' (۴۷)

تمام مفسرین نے یہاں قیامت کا دن مراد لیا ہے لیکن محمد علی اس کا انکار کرتے ہیں۔ تفسیر ابن عباس میں ہے ''وھو یوم القیامۃ۔'' (۴۸) اور تفسیر ابن کثیر میں ہے ''عن ابی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ والیوم الموعود: یوم القیامۃ، وشاھد: یوم الجمعۃ۔'' (۴۹)

۱۹...... واقعہ فیل کی تشریح میں ابرہہ اور اس کے لشکر کی ہلاکت کے متعلق لکھتے ہیں ''چونکہ صحیح حدیث اس بارہ میں کوئی نہیں کہ اصحاب فیل کی تباہی کا اصل موجب کیا ہوا تھا اس لئے قرین قیاس ہے کہ چیچک کی وباء لشکر میں پھوٹ پڑی اور آخر ابرہہ خود بھی اسی مرض کا شکار ہوا جس کی وجہ سے لشکر بھاگ گیا اور یہ مسلم ہے کہ ابرہہ تمام پھنسیوں سے بھرا ہوا یمن میں جامرا اور پرندوں کے بھیجنے میں اشارہ یہ ہے کہ جب لاشیں چھوڑ کر لشکر بھاگ گیا تو پرندوں نے انہیں نوچ نوچ کر پتھروں پر مارا اور کھائے ہوئے بھس کی طرح کر دیا۔'' (۵۰)

۲۰...... معوذتین کی تشریح میں آنحضرت ﷺ پر سحر کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''یہودی کے سحر کے قصہ کے متعلق ان کا نازل ہونا صحیح نہیں اور گو یہ روایت بخاری اور مسلم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ پر ایک یہودی کے سحر کا اثر ہو گیا تھا۔ مگر یہ قرآن کریم کی نص صریح کے خلاف ہے اس لئے کہ مسحور آپ کو کفار کہتے تھے اور یہ بات کہ آپ خیال کیا کرتے تھے کہ آپ نے ایک فعل کیا ہے اور وہ نہ کیا ہوتا کسی طرح قابل قبول نہیں۔ اتنا بڑا واقعہ گروہ کثیر کے علم میں آتا اور اس کی روایت کرنے والے بھی بہت ہوتے حالانکہ یہ روایت صرف ایک ہی راوی کی ہے اور ایسے واقعہ کے متعلق جسے نہ قرآن شریف قبول کرتا ہے نہ عقل صحیح اس کو تسلیم کر سکتی ہے ایک آدمی کی روایت کچھ وقعت نہیں رکھتی۔'' (۵۱)

معتزلہ کا یہ عقیدہ ہے اور اسی کو محمد علی نے اپنایا ہے۔ حالانکہ انبیاء علیہ السلام

اسباب طبعیہ سے متاثر ہوتے ہیں "معارف القرآن" میں ہے "سحر درحقیقت اسباب طبعیہ ہی کا اثر ہوتا ہے، اور انبیاء علیہم السلام اسباب طبعیہ کے اثرات سے متاثر ہوتے ہیں، یہ تأثر شان نبوت کے خلاف نہیں، جیسے ان کا بھوک پیاس سے متاثر ہونا، بیماری میں مبتلا ہونا وغیرہ اسی طرح جادو کے باطنی اسباب سے بھی انبیاء علیہم السلام متاثر ہوسکتے ہیں، اور یہ تأثر شان نبوت کے منافی نہیں۔" (۵۲) اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی سحر سے متاثر ہوئے تھے اور قرآن میں مذکور ہے "یخیل الیہ من سحرھم انھا تسعیٰ۔" اور احادیث صحیحہ میں خود آنحضرت ﷺ پر سحر ہونے کا ذکر ہے اس کے بعد کوئی حاجت نہیں بنتی کہ اس کا انکار کیا جائے اور کہا جائے کہ یہ بات قرآن کے خلاف ہے۔ اور جو کفار کہتے تھے وہ اس کا یہ مفہوم نہیں لیتے تھے جس کی اللہ نے نفی کی ہے۔

"بیان القرآن" میں امتیازی مسائل کا جائزہ

محمد علی لاہوری خاتم النبیین آنحضرت ﷺ کو ہی مانتے ہیں اور مرزا غلام احمد کے نبی ہونے کی سخت تردید کی ہے (یہ تردید ان کی طرف سے ۱۹۱۴ء میں اختلاف کے بعد سامنے آئے) اور انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ مرزا غلام احمد نے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اور سورہ احزاب کی آیت نمبر ۴۰ میں لفظ "خاتم النّبیین" کی خوب وضاحت میں آنحضرت ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کے خوب دلائل دیئے ہیں۔ اور اسی طرح "اسمہ احمد" کا مصداق بھی آنحضرت ﷺ کو تسلیم کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود مرزا غلام احمد کو مسیح اور مجدد تسلیم کرتا ہے۔

۲۱...... چنانچہ لکھتا ہے کہ "یہ ارتداد اسلام سے عیسائیت کی طرف ہے گو اب اس کی رَو بہت کچھ رک گئی ہے اور اس کے رکنے کا زمانہ وہی ہے جو مجدد صد چہاردہم اور اس امت کے مسیح حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی ماموریت کا زمانہ ہے اور وہی اصول اس فتنہ ارتداد کو روکنے کا موجب ہوئے ہیں جن کی تعلیم آپ کے ذریعہ سے دی گئی۔ کاش مسلمان غور کرکے اس سلسلہ کو قوت دیتے پھر دیکھتے کہ دین اسلام کس طرح دنیا میں غالب ہوتا ہے۔" (۵۳)

عقیدہ حیات عیسیٰ علیہ السلام

۲۲...... اس کے علاوہ محمد علی لاہوری نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق وہی عقیدہ اپنایا ہے جو باقی قادیانیوں کا ہے یعنی وفات مسیح۔ اور اپنے مرشد مرزا غلام احمد کی پیروی کرتے ہوئے سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۵۵ کی وہی تشریح کی ہے جو مرزا غلام احمد نے کی تھی۔ اور اسی طرح لفظ "متوفیک" میں اللہ کو فاعل اور حضرت عیسیٰؑ کو مفعول بنا کر بحث کی ہے۔ اور اس سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات کو ثابت کیا ہے۔ لیکن محمد علی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے والد کا بھی قائل ہے اور یوسف نامی شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ قرار دیتا ہے۔ چنانچہ اپنی تفسیر میں سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۴۷ کی تشریح میں لکھتا ہے "حضرت مسیح کی بن باپ پیدائش اسلامی عقائد میں شامل نہیں ۔۔۔۔ اگر کوئی شخص قرآن کریم کے الفاظ سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ پیدا ہونا تسلیم کیا گیا ہے تو وہ ایسا مانے میرے نزدیک یہ نتیجہ الفاظ قرآنی سے نہیں نکلتا ۔۔۔۔ کیا الفاظ "لم یمسسنی بشر" سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن باپ پیدا ہوئے۔ "لم یمسسنی" میں گزشتہ کا ذکر ہے کہ مجھے بشر نے نہیں چھووا؟ اس میں آئندہ کا کوئی ذکر نہیں لیکن کہا جائے گا کہ ہر ایک عورت جانتی ہے کہ بیٹا خاوند سے ہوتا ہے مریم کو یہ کہنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ یہ اس لئے کہ حضرت مریم ہیکل میں رہتی تھیں اور انھیں ابھی علم نہ تھا کہ ان کا نکاح ہونے والا ہے۔" (۵۴)

۲۳...... اس کے بعد محمد علی نے مریم کا یوسف نجار سے نکاح کو ثابت کیا ہے۔ پھر اسی مضمون کو سورہ مریم کی آیت میں بھی دہرایا ہے۔ مزید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے والد کے متعلق سورہ آل عمران میں لکھتے ہیں کہ "جب عیسائیوں نے یہ سوال کیا" وقالوا لہ من ابوہ" یعنی اس کا باپ کون ہے؟ تو آپ نے یہ جواب نہیں دیا کہ اس کا باپ کوئی نہیں بلکہ جواب میں فرمایا" الستم تعلمون انہ لایکون ولدا لا وھو یشبہ اباہ" کیا تم نہیں جانتے کہ کوئی بیٹا نہیں مگر وہ اپنے باپ سے مشابہ ہوتا

ہے۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے یہ بتا دیا کہ حضرت عیسیٰ کا باپ انسانوں میں سے ہی کوئی ہے کیونکہ اس کی شکل انسانوں سے ملتی ہے اگر آنحضرت ﷺ نے اس بات کو ظاہر کرنا ہوتا کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوا تو جیسا کہ اکثر مفسرین نے لکھا ہے یوں فرماتے کہ وہ آدم کی طرح بن باپ ہے یا کلمہ کن سے پیدا ہوا ہے۔پس یہ تمام امور اس بات پر دلیل ہیں کہ قرآن کریم حضرت عیسیٰ کی پیدائش بن باپ بیان نہیں کرتا اور''و لم یمسسنی بشر''آئندہ مس بشر سے مانع نہیں ہوا۔''(۵۵)

قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت حضرت مریم کی طرف کی گئی ہے تمام مفسرین نے اس کو تسلیم بھی کیا ہے حتیٰ کہ محمد علی کے پیر اور محمد علی کے مجدد خاص بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں اور ان کی کسی بھی تحریر سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ کا کوئی باپ تھا اور اسی طرح قرآن میں حضرت مریم کا تعجب کرنا بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کوئی عجیب پیدائش تھی۔اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر حضرت مریم کی طرف سے تعجب کرنے کی کیا ضرورت تھی اور قرآن اس کو بیان ہی نہ کرتا۔اور سورہ مریم کی آیت''فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ قَالُوا يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا يَا أُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا.''(۵۶)

یہ آیات بھی صریح دلالت کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ پیدائش دوسرے بچوں کی پیدائش سے ہٹ کر ہوئی تھی جس کی وجہ سے یہ بات حضرت مریم سے کہی گئی تھی۔قرآن نے اس مسئلہ کو اتنا واضح کر دیا ہے کہ اس میں کسی قسم کا کوئی ابہام باقی نہیں رہتا اور محمد علی نے اس پر کوئی دلیل بھی نہیں دی بس اپنی عقل کو ترجیح دیتے ہوئے خدا کی اس قدرت کا انکار کیا ہے۔تفسیر بحر المحیط میں ہے''لما أخبرتها الملائكة أن الله بشرها بالمسيح، نادت ربها، وهو الله، مستفهمة على طريق التعجب من حدوث الولد من غير أب اذ ذاک من الأمور الموجبة للتعجب، وهذه القضية أعجب۔''(۵۷) اور صاحب کشاف نے تو اس مسئلہ کو بالکل واضح کر دیا ہے''فان قلت لم قيل عيسى ابن مريم

والخطاب لمريم قلت لأبن الأبناء نبيون الى الآباء لا الى الأمهات فاعلمت بنسبته اليها أنه يولد من غير اب فلا ينسب الا الى امه وبذلک فضلت واصطفت على نساء العالمين۔"(۵۸)

مرزا بشیرالدین

مرزا بشیرالدین کی پیدائش ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو مرزا غلام احمد کے ہاں ہوئی تھی۔اصل نام محمود رکھا گیا لیکن مرزا غلام احمد کے الہامات کی وجہ سے بشیرالدین اور مصلح موعود کہا جاتا ہے۔مرزا بشیرالدین جماعت احمدیہ میں اختلافی شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔مرزا بشیرالدین کے برے کردار کی وجہ سے بہت سے لوگ جماعت احمدیہ کو الوداع کہہ گئے لیکن مرزا بشیرالدین نے اپنے رذائل کردار کو نہ چھوڑا۔حتی کہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ مرزا بشیرالدین نے ایک ٹیم ایسی بنائی ہوئی تھی کہ جو عیاش پرست تھی۔قادیانی جماعت میں شیخ عبدالرحمٰن مصری (جو کہ مرزا بشیرالدین کے قریبی لوگوں میں سے تھے) نے جو کچھ مرزا بشیرالدین کے متعلق لکھا اور اسی طرح راحت ملک صاحب کی کتاب "دور حاضر کا مذہبی آمر" اور شفیق مرزا صاحب کی کتاب "شہر سدوم" اور شیخ عبدالرحمٰن مصری کے بیٹے نے جماعت احرار کے رسالہ "نقیب ختم نبوت" میں جو کچھ لکھا ہے۔اس کو پڑھنے کے بعد ایک انسان اس جماعت کے متعلق بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور کمال تو یہ ہے کہ آج تک جماعت کی طرف سے ان کتابوں کے کوئی مدلل جوابات نہیں آئے جس طرح ان لوگوں نے تحقیق سے اپنی بات کو ثابت کیا ہے۔اور پھر یہ لوگ ان کے مخالفین میں سے بھی نہیں تھے بلکہ ان کے اپنے ہی تھے کہ جنھوں نے ان کے تمام گھر کے افراد کے کردار کو دنیا کے سامنے واضح کر دیا ہے۔ان تمام حقائق کے باوجود بھی جماعت احمدیہ مرزا بشیرالدین کو کس نظر میں دیکھتی ہے ذرا اس پر بھی ایک نظر ڈالتے ہیں۔

یاد رہے کہ جماعت احمدیہ مرزا بشیرالدین کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قرار دیتی ہے اور مرزا بشیرالدین پر فضل عمر کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی گئی جس میں مرزا بشیرالدین کے فضائل کثرت سے مرزا غلام احمد کے اقوال کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں

اس کتاب میں ہے کہ "میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔" (۵۹)

قادیانی قوم نے جو برکات مرزا بشیر الدین سے حاصل کی ہیں وہ سب برکات مرزا بشیر الدین کے کردار پر لکھی گئی کتابوں سے واضح ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح مرزا بشیر الدین پر لکھی گئی کتاب "حضرت مصلح موعود" میں ہے "سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیرے ہی ذریت و نسل ہوگا۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوی ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔" (۶۰)

قادیانی جماعت نے مرزا بشیر الدین کے کردار کو چھپانے کے لئے کس طرح کے الہامات منسوب کئے ہیں۔ بعض مصنفین نے خود مرزا بشیر الدین کی والدہ پر کلام کیا ہے (حکیم نور الدین کے مرزا غلام احمد کی اہلیہ سے تعلقات بہت زیادہ شہرت رکھتے تھے مرزا غلام احمد کے سامنے بھی بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا تو مرزا نے اس کی نفی کی اور اپنی اہلیہ کی پاک دامنی کو بیان کیا تھا) اس الہام میں اس کی بھی نفی کی گئی ہے کہ وہ تیری ذریت سے ہوگا نا کہ کسی اور ذریعہ سے۔

مرزا بشیر الدین جب یورپ کے دورہ کے لئے جا رہے تھے تو اس وقت پیغام صلح میں مرزا بشیر الدین کی منظر کشی ان الفاظ میں کی گئی "آج فضل عمر (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان) بھی دمشق و یورپ جا رہے ہیں درجن بھر تو اسٹاف ہے۔

ضرورت یا عدم ضرورت کا تو کوئی سوال ہی نہیں۔ان اخراجات سفر و قیام یورپ کا خیال ہی نہیں۔خیال ہے تو یہ ہے کہ نمود و نمائش مکمل ہو۔کسی سے پیچھے نہ رہیں۔آرام و آسائش کے کل سامان مہیا ہوں۔قوم کا روپیہ تباہ ہوتا ہے تو ہو۔(میاں محمود احمد صاحب) ولیم فاتح انگلستان ہونے کے مدعی ہیں۔انگلستان فتح ہوگا یا نہیں یہ اللہ کو علم ہے بیج بوئے جا رہے ہیں۔ہزار ہا روپیہ تصدق ہو رہے ہیں۔یورپ اس خلافت کی شان و شوکت کو دیکھ کر متحیر و متاثر ہوگا۔کیا جناب فضل عمر کی اس نمائش و کبریائی کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فروتنی و بے نفسی سے کوئی مقابلہ ہوسکتا ہے۔ہرگز نہیں۔"(۶۱)

مرزا بشیر الدین کی تعلیمی قابلیت

مفتی محمد صادق مرزا بشیر الدین کی تعلیمی قابلیت کے متعلق لکھتے ہیں "حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا صاحب) بھی کسی کے شاگرد نہ تھے اسی طرح آپ (یعنی میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان) بھی کسی کے شاگرد نہیں ہیں، بے شک آپ اسکول میں پڑھتے رہے ہیں۔مجھ سے بھی پڑھتے رہے ہیں۔اس زمانے میں، میں ہیڈ ماسٹر تھا یا مولوی شیر علی صاحب تھے۔آپ (میاں محمود احمد) سکول میں پڑھتے تھے مگر ہر جماعت میں فیل ہوتے تھے (لیکن ہم پھر بھی اگلی جماعت میں چڑھا دیتے تھے۔اس لئے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا) کے فرزند ہیں۔آپ نے مڈل کا امتحان دیا اور میں ساتھ گیا۔اس میں بھی آپ فیل ہوئے۔پھر انٹرنس کا دیا،اس میں بھی آپ فیل ہوئے۔"(۶۲)

مرزا محمود اپنی تعلیمی قابلیت کے متعلق خود لکھتے ہیں "میری تعلیمی حالت نہایت معمولی تھی سستی کہو یا صحت کی کمزوری کا خیال کرلو میں اسکول میں کبھی اچھے نمبروں پر کامیاب نہیں ہوا تھا۔دینی تعلیم ایسی تھی کہ میرے گلے اور آنکھوں کی تکلیف کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کتاب خود پڑھا کرتے تھے۔آپ خود کمزور اور بوڑھے تھے۔مگر میری صحت کو اس قدر کمزور خیال فرمایا کرتے تھے کہ بخاری اور مثنوی رومی خود پڑھتے اور میں سنتا جاتا۔عربی ادب کی کتابیں بھی خود ہی پڑھتے اور جب میں پڑھنا چاہتا تو فرمایا کرتے میاں تمہارے گلے کو تکلیف ہوگی۔مجھے یاد ہے بخاری کے

ابتدائی چار پانچ سپارے تو ترجمہ سے پڑھائے مگر بعد میں آدھ آدھ پارہ روزانہ بغیر ترجمہ کے پڑھ جاتے۔ صرف کہیں کہیں ترجمہ کر دیتے اور اگر میں پوچھتا تو فرماتے جانے دو۔ خدا خود ہی سمجھا دے گا۔" (۶۳)

یہ عالم تھا محمود احمد کی تعلیمی قابلیت کا لیکن جب اپنی علمی قابلیت کو دکھاتے ہوئے محمود احمد نے چیلنج کیا کہ یہ چیلنج بھی تفسیر نویسی پر تھا تو مولوی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مقابلے میں آئے تو گھبرا کر محمود احمد ان کے مقابلے کی ہمت نہ کر سکے مرزا محمود کے اس چیلنج اور خاموشی کو پیغام صلح نے ان الفاظ میں لکھا ہے "کیا آپ کو علم نہیں جناب میاں (محمود احمد) صاحب نے تمام دنیا کو اپنے مقابل تفسیر نویسی کے لئے بلایا اور کہا کہ خدا تعالٰی مجھے تمام معارف خود بتائے گا اور سب کے سب معارف ایسے ہوں گے جو پہلی تفاسیر میں موجود نہ ہوں گے مگر جب مولوی ثناء اللہ بالمقابل ڈٹ گیا اور یہاں تک میاں صاحب کو اجازت دی کہ آپ مقابلہ کے وقت جو کتاب چاہیں ساتھ رکھ لیں میں سادا کاغذ اور قلم لے کر مقابل ہوں گا۔ تو بھی جناب میاں صاحب خاموش ہی رہے اور اب تک مولوی ثناء اللہ شرمندہ کر رہا ہے۔" (۶۴)

مرزا بشیر الدین محمود احمد کے عقائد اور نظریات

مرزا محمود کے دور میں قادیانی جماعت میں عقائد کے لحاظ سے بہت زیادہ شدت آ گئی تھی (یہ وہی عقائد تھے جو پہلے پائے جاتے تھے) اسی طرح محمود کے برے کردار کی وجہ سے یہ اصول بھی پہلی دفعہ بنایا گیا تھا کہ جماعت احمدیہ میں جو بھی اس جماعت کی عقائد کے لحاظ سے مخالفت کرے تو اس کے گھر کے تمام لوگ اس کی مخالفت کریں گے اور اسی طرح اگر کوئی جماعت کا فرد جماعت کے کسی بڑے کی مخالفت کرے گا تو اس شخص کو بھی دھمکایا جائے گا اگر وہ باز نہ آیا تو اس کو بھی مختلف سزائیں دی جائیگی۔ انہی اصول کی وجہ سے آج بھی جماعت احمدیہ کے افراد حق بات کہتے ہوئے بہت زیادہ گھبراتے ہیں کہ کہیں ہمارے بیوی بچے ہمارے مخالف نہ ہو جائیں۔

مرزا محمود احمد کی وفات

مرزا محمود احمد نے جماعت احمدیہ میں ایک لمبا عرصہ حکمرانی کرنے کے بعد

۱۹۶۵ء کو اپنی موت کے ساتھ اس منصب سے الگ ہوئے اور بعد میں آنے والے لوگوں میں یہ سبق چھوڑ گئے کہ جماعت میں خلافت صرف مرزا غلام احمد کے خاندان کا ہی حق ہے اور کوئی اس کا اہل نہیں۔ جماعت میں اب جو بھی خلیفہ بنتا ہے وہ اسی خاندان میں ہی بنتا ہے۔

''تفسیر کبیر'' کا تعارف

مرزا بشیر الدین نے اپنے ابتدائی دور میں قرآن کی اشاعت کے لئے جماعت احمدیہ کے علماء کی ایک کمیٹی بنائی تھی۔ جن کے ذمے یہ کام تھا کہ وہ قرآن کا ترجمہ وتشریح جماعت کی طرف سے لکھ کر عام کریں۔ اس جماعت کی تفسیر پہلے پارے پر مشتمل شائع ہوئی تھی لیکن اب وہ نایاب ہے۔ میں نے خلافت لائبریری میں دیکھی ہے۔ اور یہ پہلے پارے کی تفسیر کا انداز اور طریقہ تفسیر کبیر کی طرح ہے۔ یہ بات بھی تحقیق طلب ہے کہ آیا تفسیر کبیر مرزا بشیر الدین کی ہے یا نہیں۔ اور پھر اس کمیٹی کا کام اس کے بعد کبھی شائع نہیں ہوا۔ اور اسی طرح مرزا بشیر الدین کے جو قرآنی دروس ہیں جو خلافت میں مختلف وقتوں میں دیا کرتے تھے وہ بھی اگر کوئی سنے تو اس میں بھی کوئی علمی انداز نظر نہیں آتا۔

تفسیر کبیر دس جلدوں پر مشتمل ہے اور یہ پورے قرآن کی تفسیر نہیں ہے۔

جلد اول	فاتحہ تا بقرہ
جلد دوم	بقرہ
جلد سوم	سورہ یونس تا ابراہیم
جلد چہارم	سورہ حجر تا الکہف
جلد پنجم	سورہ مریم تا انبیاء
جلد ششم	سورہ حج تا فرقان
جلد ہفتم	سورہ شعراء تا عنکبوت
جلد ہشتم	سورہ نباء تا بلد
جلد نہم	سورہ شمس تا ہمزہ
جلد دہم	سورہ فیل تا ناس

باقی حصوں پر ابھی کام جاری ہے اور امید ہے کہ باقی حصے بھی چھپ کر آ جائیں گے۔

''تفسیر کبیر'' کا منہج

سب سے پہلے سورت کا تعارف کراتے ہیں اور اس سورت کے متعلق واقعات کو بیان کرتے ہیں پھر اس سورت کے مضامین کو بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد قرآن مجید کا متن لکھ کر آگے اس کا ترجمہ کرتے ہیں اور جس آیت کی وضاحت کرنی ہو اس کا نمبر دے کر نیچے اس کی وضاحت کرتے ہیں سب سے پہلے لغوی وضاحت کرتے ہیں۔ پھر اس آیت کے مضامین کو بیان کرتے ہیں۔

''تفسیر کبیر'' کے مصادر و مراجع

تفسیر کبیر میں لغات میں سے مفردات امام راغب، لسان العرب سابقہ آسمانی کتابوں سے اور مستشرقین کے اقوال سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

''تفسیر کبیر'' کا اصول تفسیر کی روشنی میں جائزہ

۱ ...... ''وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ'' (٦٥)

''اور آخرت پر بھی وہ یقین رکھتے ہیں۔''

تفسیر کبیر کا ترجمہ

''اور وہ آئندہ ہونیوالی (معہود باتوں) پر (بھی) یقین رکھتے ہیں۔'' (٦٦)

۲ ...... ''فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَى وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ'' (٦٧)

''پھر جونہی آیا خوشخبری لانے والا اور ڈال دی اس نے قمیص ان کے منہ پر تو لوٹ آئی ان کی بینائی یعقوب نے کہا کیا نہ کہا تھا میں نے تم سے کہ بے شک میں جانتا ہوں من جانب اللہ وہ (باتیں) جو تم نہیں جانتے۔''

تفسیر کبیر کا ترجمہ

''پس جونہی کہ (یوسف مل جانے کی) بشارت دینے والا (شخص حضرت

یعقوب علیہ السلام کے پاس) آیا اس نے اس (کرتے) کو اسکے سامنے رکھ دیا۔ جس پر وہ صاحب بصیرت ہو گیا (اور ان سے) کہا۔ کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ میں یقیناً اللہ (تعالیٰ) کی طرف (علم پاکر وہ کچھ) جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔" (۶۸)

۳...... "سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرَی بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ" (۶۹)

"پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک وہ (مسجد اقصیٰ) کہ برکت دی ہے ہم نے جس کے ماحول کو۔"

تفسیر کبیر کا ترجمہ

"پاک (ذات اور صفات) ہے وہ (خدا) جو رات کے وقت اپنے بندہ کو (اس) حرمت والی مسجد سے (اس) دور والی مسجد تک جس کے ارد گرد کو (بھی) ہم نے برکت دی ہے۔" (۷۰)

اس آیت کی تفسیر میں مسجد اقصیٰ سے مسجد نبوی ثابت کر کے معراج کے اس واقعہ کو ہجرت مدینہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں تا کہ معراج مع الجسد ثابت نہ ہو سکے۔

۴...... "وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلآئِكَةِ اسْجُدُواْ لآدَمَ فَسَجَدُواْ إِلاَّ إِبْلِيسَ" (۷۱)

"اور جب حکم دیا ہم نے فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔"

تفسیر کبیر کا ترجمہ

"اور (اسوقت کو بھی یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں کو کہا تھا۔ (کہ) تم آدم کے ساتھ (ساتھ) سجدہ کرو تو انہوں نے (اس حکم کے مطابق) سجدہ کیا۔ مگر ابلیس (نے نہ کیا)۔" (۷۲)

۵...... "فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَن كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيّاً" (۷۳)

"پس اشارہ کیا مریم نے بچہ کی طرف۔ وہ کہنے لگے کیسے بات کریں ہم اس سے جو ہے گود میں ایک چھوٹا سا بچہ۔"

تفسیر کبیر کا ترجمہ

''اس پر اس نے اس (بچہ) کی طرف اشارہ کیا۔اس پر لوگوں نے کہا ہم اس سے کس طرح باتیں کریں جو کہ کل تک پنگھوڑے میں بیٹھنے والا بچہ تھا۔'' (۷۴)

۶...... ''وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ'' (۷۵)

''اور (یاد کرو) جب کہا تھا ہم نے فرشتوں سے کہ سجدہ کرو آدمؑ کو تو سجدہ کیا سب نے سوائے ابلیس کے۔اس نے انکار کیا۔''

تفسیر کبیر کا ترجمہ

''اور (یہ بھی یاد کرو کہ) جب ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم (کی پیدائش کے شکریہ میں) (خدا کو) سجدہ کرو۔تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کر دیا۔اس نے انکار کیا۔'' (۷۶)

۷...... ''وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ'' (۷۷)

''اور نہیں رکھی ہم نے کسی بشر کے لئے تم سے پہلے بھی، ہمیشہ کی زندگی، پھر کیا اگر تم مر گئے تو یہ ہمیشہ جیتے رہیں گے؟''

تفسیر کبیر کا ترجمہ

''اور ہم نے کسی انسان کو تجھ سے پہلے غیر طبعی عمر نہیں بخشی۔کیا اگر تو مر جائے تو وہ غیر طبعی عمر تک زندہ رہیں گے؟'' (۷۸)

۸...... ''وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ'' (۷۹)

''اور (یاد کرو) داؤدؑ اور سلیمانؑ (کا قصہ) جب فیصلہ کر رہے تھے وہ ایک کھیت (کے مقدمے) کا جب جا گھسی تھیں اس میں بکریاں لوگوں کی اور تھے ہم ان کے فیصلے پر نگران۔''

تفسیر کبیر کا ترجمہ

''اور (یاد کرو) داؤد بھی اور سلیمان کو بھی جبکہ وہ دونوں ایک کھیتی کے جھگڑے میں فیصلہ کر رہے تھے۔ اس وقت جبکہ ایک قوم کے عامی لوگ اس کو کھا گئے تھے (یعنی تباہ کر گئے تھے) اور ہم ان کے فیصلہ کے گواہ تھے۔'' (۸۰)

۹...... ''وَمِنَ الشَّيَاطِيْنِ مَنْ يَغُوصُونَ لَهُ وَيَعْمَلُونَ عَمَلاً دُونَ ذٰلِكَ وَكُنَّا لَهُمْ حَافِظِيْنَ'' (۸۱)

''اور (مسخر کر دیئے تھے اس کے لئے) شیطانوں میں سے ایسے جو غوطے لگاتے تھے اس کے لئے اور کرتے تھے بہت سے کام علاوہ اس کے، اور تھے ہم ان کے نگران۔''

تفسیر کبیر کا ترجمہ

''اور کچھ سرکش لوگ ایسے تھے جو اس کے لئے سمندروں میں غوطے لگاتے تھے اور اس کے سوا بھی اور کام کرتے تھے۔ اور ہم ان کے لئے نگرانی کا کام کرتے تھے۔'' (۸۲)

۱۰...... ''وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ'' (۸۳)

''اور یہ کہ قیامت ضرور آئے گی، نہیں کوئی شک اس (کے آنے) میں اور یہ کہ اللہ ضرور اٹھائے گا انہیں جو جا چکے ہیں قبروں میں۔''

تفسیر کبیر کا ترجمہ

''اور ہر چیز کے لئے جو وقت مقرر ہے وہ ضرور آ کر رہے گا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ اور اللہ (تعالیٰ) یقیناً ان کو جو قبروں میں ہیں دوبارہ اٹھائے گا۔'' (۸۴)

۱۱...... ''وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلاً مَّسْحُوراً'' (۸۵)

''اور کہتے ہیں یہ ظالم کہ نہیں کر رہے ہو تم پیروی مگر ایک ایسے شخص کی جو سحر زدہ ہے۔''

تفسیر کبیر کا ترجمہ

"اور ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایک ایسے آدمی کے پیچھے چل رہے ہو جس کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔" (۸٦)

مســحــورا کے دو معنیٰ ہیں (۱) جادو زدہ شخص (۲) وہ شخص جسے کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اس آیت میں پہلا معنیٰ راجح ہے اور دوسرا مرجوح لیکن مرزا محمود نے مرجوح معنیٰ کو ترجیح دی ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں "و الاظهر التفسير الاول على ما في البحر"۔ (۸۷)

۱۲ ...... "قَالُوا إِنَّمَا أَنتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ" (۸۸)

"وہ کہنے لگے اصل معاملہ یہ ہے کہ تم ایک سحر زدہ شخص ہو۔"

تفسیر کبیر کا ترجمہ

"اسپروہ (لوگ جو کافر تھے) بولے۔ تجھ کو صرف کھانا دیا جاتا ہے۔" (۸۹)

۱۳ ...... "وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ" (۹۰)

"اور جب آ پہنچے گا ہماری بات پورا ہونے کا وقت ان پر تو نکالیں گے ہم ان کے لئے ایک جانور زمین سے جو باتیں کرے گا ان سے اس لئے کہ لوگ ہماری آیات کا یقین نہیں کرتے تھے۔"

تفسیر کبیر کا ترجمہ

"اور جب ان کی تباہی کی پیشگوئی پوری ہو جائیگی تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک کیڑا نکالیں گے جو ان کو کاٹے گا اس وجہ سے کہ لوگ ہمارے نشانات پر یقین نہیں رکھتے تھے۔" (۹۱)

۱۴ ...... "وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ" (۹۲)

"اور جو لئے ہوئے آئے گا برائی (شرک) تو وہ اوندھے منہ ڈالے جائیں گے آگ میں۔"

تفسیر کبیر کا ترجمہ

''اور جو لوگ برے عمل لیکر خدا کی خدمت میں حاضر ہونگے ان کے سردار
وں کو دوزخ میں اوندھا کر کے گرا دیا جائیگا۔'' (۹۳)

۱۵ ...... ''فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ'' (۹۴)

''آخر کار دھنسا دیا ہم نے اسے بھی اور اس کے گھر کو بھی زمین میں۔''

تفسیر کبیر کا ترجمہ

''پھر ہم نے اس کو اور اس کے قبیلہ کو مکروہات میں مبتلا کر دیا۔'' (۹۵)

۱۶ ...... ''فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنبِهِ فَمِنْهُم مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا'' (۹۶)

''سو ان سب کو پکڑا ہم نے ان کے گناہوں کے سبب سو ان میں سے کچھ
ایسے ہیں کہ بھیجی ہم نے ان پر پتھراؤ کرنے والی ہوا۔''

تفسیر کبیر کا ترجمہ

''پس ہم نے ان میں سے ہر ایک کو اس کے گناہ کی وجہ سے پکڑ لیا۔ سو ان
میں سے کوئی تو ایسا تھا کہ ہم نے اس پر پتھروں کا مینہ برسایا۔'' (۹۷)

۱۷ ...... ''فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُم بِالسَّاهِرَةِ'' (۹۸)

''حالانکہ یہ تو بس (ہوگی) زور دار ڈانٹ ایک ہی بار۔ اور یکدم آموجود
ہوں گے وہ سب میدان (حشر) میں۔''

تفسیر کبیر کا ترجمہ

''پس (حقیقت میں) یہ (جنگ کی تیاری) ایک (الٰہی) ڈانٹ (ڈپٹ کا
نتیجہ) ہوگی۔ چنانچہ وہ یکدم (جنگ کے) میدان میں آموجود ہوں گے۔'' (۹۹)

اس کے علاوہ تفسیر میں بھی بہت سی غلطیاں کی گئی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۸...... سورہ فاتحہ میں ''انعمت علیھم'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''اگر کہا جائے کہ
مع کا لفظ (وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم
مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا

والی آیت میں آیا ہے) درحقیقت اس تشریح کے ساتھ لگتا ہے جو ''انعم اللہ علیھم'' کی اس آیت میں کی گئی ہے تو بھی یہ اعتراض بالبداہت غلط ثابت ہوتا ہے کیونکہ تشریح میں چار گروہوں کا ذکر ہے۔ اب اگر مع کے معنی صرف معیت کے ہیں نہ کہ گروہ میں شمولیت کے تو پھر اس تشریح کے مطابق اس آیت کے یہ معنی ہونگے کہ مسلمان نبی نہ ہونگے بلکہ نبیوں کے ساتھ رہیں گے۔ صدیق نہ ہوں گے بلکہ صدیق کے ساتھ رہیں گے۔ اسی طرح شہید اور صالح نہ ہونگے بلکہ شہیدوں اور صالحوں کے ساتھ رہیں گے اس سے زیادہ غلط معنی اور کیا ہو سکتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ رسول ﷺ کی اور امت محمدیہ کی ہتک کیا ہو سکتی ہے کہ اس امت میں نبی تو الگ رہے صدیق اور شہید اور صالح بھی نہ ہونگے۔'' (۱۰۰)

۱۹....... سورہ ہود کی آیت '' أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ '' کی تشریح میں مرزا غلام احمد کو اس آیت کا مصداق قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''شَاهِدٌ مِّنْهُ کے متعلق مفسرین نے اختلاف کیا ہے۔ بعضوں نے شاہد سے رسول ﷺ اور ''أَفَمَن كَانَ'' سے مؤمن مراد لئے ہیں۔ مگر یہ معنی بالکل خلاف عقل ہیں۔ کیونکہ رسول ﷺ پہلے تھے اور مؤمن پیچھے تھے۔ اور اس آیت میں ''أَفَمَن كَانَ'' والا وجود پہلے اور ''يَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ'' والا پیچھے بتایا گیا ہے۔ بعض نے ''شَاهِدٌ منه'' کے معنی ابو بکر کے اور بعض نے حضرت علی کے کئے ہیں۔ مگر یہ بھی درست نہیں۔ کیونکہ آیت میں شاہد کے لئے ''مِنْهُ'' کی شرط لگائی گئی ہے۔ یعنی وہ شاہد خدا تعالیٰ کی طرف سے اس شہادت کے لئے حکم پا کر کھڑا ہوگا۔ اور حضرت ابو بکر اور حضرت علی کی طرف سے ہرگز یہ دعویٰ نہ تھا کہ ان کو خدا تعالیٰ نے شہادت کے لئے مبعوث کیا ہے بعض لوگوں نے عبداللہ بن سلام کو شاہد کہا ہے۔ لیکن ان پر بھی آپڑتا ہے۔ پس جاننا چاہیے کہ اس جگہ خصوصیت کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی ذکر ہے۔'' (۱۰۱)

یہاں پر تحریف کر کے قرآن کی غلط تشریح کی گئی ہے۔ تفسیر ابن عباس میں ہے ''شاهد: من الله يعني جبريل۔'' (۱۰۲) اور تفسیر جلالین کے حاشیہ میں ہے کہ ''قوله شاهد اختلفوا في ذلك الشاهد فقال بعضهم انه القرآن

وقال بعضهم هو النبی عم وقال بعضهم هو جبریل وهو مختار الشارح وقال بعضهم هو الاعجاز۔"(۱۰۳)

۲۰...... سورہ ہود میں طوفان نوح کے متعلق لکھتے ہیں کہ "یہ درست نہیں کہ نوح کا طوفان سب دنیا پر آیا۔طوفان ایک ہی جگہ پر آیا۔"(۱۰۴)

۲۱...... سورہ ہود میں حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے معجزہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ "اونٹنی کی پیدائش کے معجزانہ ہونے کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے۔"(۱۰۵)

مرزا البشیر الدین ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ یہ اونٹنی کوئی خاص نہیں تھی بلکہ یہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی تھی مزید لکھتے ہیں "معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ حضرت صالحؑ کی تبلیغی سفروں میں روک ڈالتے ہونگے اور ادھر ادھر پھرنے نہیں دیتے ہونگے اسپر خدا تعالیٰ نے ان کو منع کیا۔اور فرمایا کہ صالح کی اونٹنی کو ادھر ادھر پھرنے دو۔"(۱۰٦)

۲۲...... سورہ ہود میں حضرت لوطؑ کی طرف فرشتوں کو بھیجا گیا تھا مرزا البشیر الدین ان فرشتوں کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "میرے نزدیک یہ لوگ آدمی تھے۔گو ان کی نیکی کی وجہ سے بعض نے انہیں مَلک کہا ہے۔"(۱۰۷)

۲۳...... سورہ یوسف کی آیت "قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْراً" کی تشریح میں مرزا البشیر الدین غلام احمد کی پریشانیوں کو حضرت یوسفؑ کی پریشانیوں کے ساتھ ملاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان آیات کو بیماری کے ایام میں عشاء کی نماز میں کثرت سے پڑھتے تھے......اس کا موجب بھی وہی تھا کہ آپ کے اور آپ کی قوم کے درمیان بھی یوسف اور اس کے بھائیوں والا معاملہ گزر رہا تھا۔"(۱۰۸)

۲۴...... سورہ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے تمام واقعہ کو کشف قرار دیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ "یہ واقعہ حضرت موسیٰ کا ایک کشف ہے میرے نزدیک جسم کے ساتھ ایسا کوئی واقعہ انہیں پیش نہیں آیا۔"(۱۰۹)۔اور پھر اس کے بعد تمام واقعات میں وہ تشریح کی ہے جو آج تک کسی مفسر قرآن نے سوچی بھی نہ ہوگی۔چنانچہ سب سے پہلے قرآنی آیت "فوجدا عبداً" میں لفظ "عبد" کے متعلق

لکھتے ہیں کہ "عبد سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس مراد ہے جو حضرت موسیٰ کو متمثل ہو کر نظر آئے۔" (۱۱۰)

یہاں پر مرزا بشیر الدین نے قرآنی مراد ہی غلط بتلائی ہے تفسیر ابن عباس میں ہے "یعنی خضرا" (۱۱۱) اسی طرح تمام مفسرین نے یہاں خضر ہی مرادلیا ہے۔

۲۵...... سورہ کہف میں "نسیا حوتھما" کے متعلق لکھتا ہے کہ "نسیا حوتھما" کے یہ معنی ہیں کہ جس مقام پر ان لوگوں کے ہاتھوں سے نیک لوگوں کی عبادت گاہیں اور عبادت گزاروں کی مساجد نکل جائینگی۔ وہی مقام مجمع البحرین ہوگا۔ یعنی جہاں موسوی سلسلہ ختم ہو جائے گا اور محمدی سلسلہ شروع ہوگا۔" (۱۱۲) اس جگہ مجمع البحرین سے آنحضرت ﷺ کا زمانہ مراد لیا۔

۲۶...... کشتی والے واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ "سفینہ" سے مراد دنیاوی مال ہے۔ اور کشتی میں دونوں کے سوار سے مراد یہ ہے کہ دونوں کی امتوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ انہیں دنیوی مال بافراغت ملے گا۔" (۱۱۳)

۲۷...... سورہ کہف میں قریہ والے واقعہ کے متعلق لکھتا ہے کہ "میری رائے میں اس نظارے کا پہلا حصہ بتاتا ہے کہ قریہ سے مراد عالم یہودیت اور نصرانیت ہے۔ جب اس سے تعاون کی درخواست کی گئی تو انہوں نے انکار کردیا۔ اور دیوار سے یہود و نصاریٰ کے بزرگ ہیں۔ اور اس کے گرنے کے قریب پہنچنے سے مراد ان کے بزرگوں کے اثر کا زائل ہونا ہے اور مرمت کرنے کے یہ معنی ہیں کہ انکی تعلیم کو پھر سے قائم کردیا اور ان کے اندر ایک نیا والی یا حاکم مقرر کردیا۔" (۱۱۴)

۲۸...... سورہ کہف میں قرآنی آیت "فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ" اس میں اس طرف اشارہ کیا گیا کہ باوجود دعوت اشتراک اور توحید کے نقطہ پر جمع ہوجانے کی درخواست کے جب اہل کتاب باز نہ آئیں گے اور اپنے شرک کو نہ چھوڑیں گے تو محمد ﷺ یہود اور نصاریٰ سے قطع تعلق کرلیں گے اور آپس میں مقابلہ شروع ہوجائے گا۔" (۱۱۵)

۲۹...... سورہ کہف کی آیت "وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "اس میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ دیوار جو نئی بنائی گئی تھی قرآنی دیوار ہے۔" (۱۱۶)

مرزا البشیر الدینؒ نے ان آیات میں صریح غلطی کی آج تک کسی مفسر نے نہ تو ان آیات کی ایسی تشریح کی ہے اور نہ احادیث مبارکہ سے واضح ہے اور خود قرآنی آیات بھی مرزا البشیر الدین کی تردید کررہی ہیں۔

۳۰...... سورہ عنکبوت کی آیت "يُبْدِءُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ" کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ "بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہاں آخرت کا ذکر کیا گیا ہے مگر یہ درست نہیں۔اس جگہ آخرت کا نہیں بلکہ اسی دنیا کا ذکر کیا گیا ہے اور چونکہ اس دنیا میں مردہ زندہ نہیں ہوتے اس لئے پیدائش اول سے مراد قوموں کو تمکنت بخشنا اور پیدائش ثانی سے مراد غالب قوموں کے زوال کے بعد دوبارہ ان میں بیداری پیدا کرنا ہے۔" (۱۱۷)

تمام مفسرین نے بالاتفاق یہاں پر قیامت کا دن مراد لیا ہے تفسیر ابن عباس میں ہے "یعیدہ: یوم القیامۃ۔" (۱۱۸)

"تفسیر صغیر" کا تعارف

مرزا البشیر الدین محمود احمد نے تفسیر صغیر کے اندر قرآن مجید کا تفسیری ترجمہ کیا ہے لیکن جب اس کے تفسیری ترجمہ پر اعتراضات کئے گئے تو اس کے بعد ان تفسیری تراجم کو تفسیری نوٹ کی شکل میں نیچے حاشیہ میں بیان کیا گیا ہے تا کہ ان اعتراضات کو دور کیا جا سکے۔ تفسیرِ صغیر کا پہلا ایڈیشن ۱۹۹۷ء میں شائع ہوا۔ یہ ایک جلد میں ہے اور اس کے کل صفحات ۸۵۲ ہیں۔ابتداء میں مضامین کو حروف تہجی کے اعتبار سے انڈیکس کی صورت میں لکھا گیا ہے جو کہ سو صفحات پر مشتمل ہے۔

"تفسیر صغیر" میں تفسیری منہج

تفسیر صغیر میں ابتداء قرآنی آیت کو بیان کر کے ترجمہ کیا گیا ہے اور اس کے بعد مشکل مقامات کی وضاحت حاشیہ میں مختصراً انداز میں کی گئی ہے۔ حاشیہ میں لغات اور عربی محاورات کے ساتھ تفسیر بالرائے مذموم کی صورت میں تفسیر کی گئی ہے۔اور بعض آیات کی تفسیر میں متعدد اقوال مفسرین نے ان اقوال میں سے بعض کو راجح بعض کو مرجوح اور بعض کو بالکل نا قابل توجہ قرار دیا ہے۔ مرزا محمود احمد نے مرجوح اور ساقط

الاغنبار قسم کے اقوال کو چن چن کر تفسیر صغیر میں جمع کیا ہے اور اسی طرح حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بہت سے معجزات کا بھی مختلف تاویلیں کر کے ان کا انکار کیا ہے۔

''تفسیر صغیر'' کے مصادر و مراجع

مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اپنی تفسیر کے اندر درج ذیل مصادر و مراجع کے ذریعہ سے تفسیر کی ہے۔

ا...... قرآنی آیات سے اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے غلط انداز میں بعض دفعہ استدلال کرتے ہیں۔

۲...... مرزا بشیر الدین محمود احمد نے چند ایک احادیث سے بھی استدلال کیا ہے۔

۳...... قرآنی تفسیر میں اپنی رائے کو بیان کر کے حتمی شکل دی ہے۔

''تفسیر صغیر'' کا اصول تفسیر کی روشنی میں جائزہ

مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اپنی اس تفسیر میں اصول تفسیر سے ہٹ کر قرآن مجید کا غلط تفسیری ترجمہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے مفہوم کو بھی غلط انداز میں بیان کیا ہے جس کی مثال حضور ﷺ سے لے کر سلف صالحین میں کسی کے ہاں نہیں ملتی۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد نے تفسیر صغیر میں تفسیری ترجمہ کے اندر سلف صالحین سے ہٹ کر جو ترجمہ کیا ہے وہ درج ذیل ہے۔

ا ۳...... ''وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ'' (۱۱۹)

''اور جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم علیہ السلام کو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔''

تفسیر صغیر کا ترجمہ

''اور (اس وقت کو بھی یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کی فرمانبرداری کرو اس پر انہوں نے تو فرمانبرداری کی مگر ابلیس (نے نہ کی اس) نے انکار کیا۔''

حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ ''آدم کی پیدائش کی وجہ سے خدا تعالیٰ کو سجدہ کرو، یہ مراد نہیں کہ آدم کو سجدہ کرو۔'' (۱۲۰)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''و الاظهر ان القول الاول اولیٰ و السجدة لآدم اکراماً و تعظیماً و احتراماً و سلاماً وهی طاعة الله عزوجل لأنها امتثال لأمره تعالیٰ و قد قواه الرازی فی تفسیره و ضعف ما عداه من القولین الآخرین'' الخ۔ (۱۲۱)

۳۲...... ''وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْساً فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ'' (۱۲۲)

''اور جب قتل کیا تھا تم نے ایک شخص کو پھر باہم جھگڑنے لگے تھے تم اس کے بارے میں اور اللہ ظاہر کرنے والا تھا اس (بات) کو جو تم چھپا رہے تھے۔''

تفسیر صغیر کا ترجمہ

''اور (اس وقت کو بھی یاد کرو) جب تم نے ایک شخص کو قتل (کرنے کا دعویٰ) کیا پھر تم نے اس کے بارے میں اختلاف کیا حالانکہ جو (کچھ) تم چھپاتے تھے اللہ اسے ظاہر کرنے والا تھا۔'' (۱۲۳)

مرزا محمود نے ''و اذ قتلتم'' کے معنی میں تحریف کی ہے۔ مرزا محمود کا معنی آج تک کسی مفسر قرآن نے نہیں کیا۔

۳۳...... ''وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ'' (۱۲۴)

''اور ان میں تو ایسے بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں اللہ کے خوف سے۔''

تفسیر صغیر کا ترجمہ

''ان (دلوں) میں سے (بھی) بعض ایسے ہیں کہ اللہ کے ڈر سے (معافی مانگتے ہوئے) گر جاتے ہیں۔'' (۱۲۵)

منہا کی ضمیر کے مرجع میں دو قول ہیں (۱) حجارہ (۲) قلوب۔ اکثر مفسرین کے نزدیک ہا ضمیر کا مرجع حجارہ ہے لیکن مرزا محمود منہا کی ضمیر کا مرجع قلوب کو راجح قرار دیتے ہیں۔

۳۴...... ”تِلْکَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ“(۱۲۶)
”یہ بھی ایک گروہ تھا جو ہو گزرا۔“

تفسیر صغیر کا ترجمہ

”یہ وہ جماعت ہے جو (اپنا زمانہ پورا کر کے) فوت ہو چکی ہے۔“(۱۲۷)
خـلـت کا معنی موت کرنا لغتِ عرب اور کتبِ تفسیر کے بالکل خلاف ہے۔
مرزا محمود احمد اس کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

۳۵...... ”عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ“(۱۲۸)
”جانتا ہے اللہ کہ بے شک تم خیانت کرتے تھے اپنے آپ سے سو عنایت فرمائی اس نے تم پر اور درگزر کیا تم سے۔“

تفسیر صغیر کا ترجمہ

”اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنے نفسوں کی حق تلفی کرتے ہو اس لئے اس نے تم پر فضل سے توجہ کی اور تمہاری (اس حالت کی) اصلاح کر دی۔“(۱۲۹)
مرزا بشیر الدین محمود احمد یہاں پر ”تختانون انفسکم“ کے معنی میں تحریف کی ہے۔ اس کا صحیح معنی ہے خیانت کرنا لیکن مرزا محمود نے اس کا معنی کیا ہے حق تلفی کرنا۔ چنانچہ مفردات غریب القرآن میں اس آیت کے متعلق ہے ”و قوله علم الله انكم كنتم تختانون انفسكم و الأختيان مرادة الخيانة و لم يقل تخونون انفسكم لأنه لم تكن منهم الخيانة بل كان منهم الأختيان فان الأختيان تحرك شهوة الانسان لتحرى الخيانة و ذلك هو المشار اليه بقوله تعالىٰ ان النفس لأمارة بالسوء۔“(۱۳۰)

۳۶...... ”يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ“(۱۳۱)
”اے مریم! تابع فرمان بن کر دست بستہ کھڑی رہو اپنے رب کے حضور اور سجدہ کرو اور جھکا کرو جھکنے والوں کے ساتھ۔“

تفسیر صغیر کا ترجمہ

"اے مریم! تو اپنے رب کی فرمانبردار بن اور سجدہ کر اور صرف مؤحدانہ پرستش کرنے والوں کے ساتھ مل کر مؤحدانہ پرستش کر۔" (۱۳۲)

حاشیہ میں لکھتے ہیں عربی میں رکع کے معنی توحید کے مطابق عبادت کرنے کے ہیں اس لئے یہ ترجمہ کیا گیا ہے کہ مؤحدانہ پرستش کر۔

مرزا محمود نے اس آیت کے اندر رکع کے معنی میں تحریف کی ہے۔

علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں "الرکوع الانحناء فتارۃ یستعمل فی الھیئۃ المخصوصۃ فی الصلوٰۃ کما ھی و تارۃ فی التواضع و التذلل" (۱۳۳) اسی طرح تفسیرِ کبیر میں ہے "وقولہ (وارکعی مع الراکعین) امر بالصلوٰۃ فی الجماعۃ او یکون المراد من الرکوع التواضع" (۱۳۴)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رکوع کا معنی مؤحدانہ پرستش کرنا سراسر غلط ہے۔

۳۷...... "وَيَقْتُلُوْنَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ" (۱۳۵)

"اور قتل کرتے تھے نبیوں کو ناحق۔"

تفسیر صغیر کا ترجمہ

"اور بلا وجہ نبیوں کو قتل کرنا چاہتے تھے۔" (۱۳۶)

حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں " یقتلون الا نبیاء " کے الفاظ ہیں اور بنی اسرائیل نے سب نبیوں کو قتل نہیں کیا مگر چونکہ قتل کا لفظ کوشش قتل کے لئے بھی آتا ہے ہم نے واقعات کے مطابق قتل کرنے کی جگہ قتل کرنے کی کوشش ترجمہ کیا ہے۔ الانبیاء پر الف لام عہد کا ہے نہ کہ استغراق کا جو کہ تمام انبیاء پر دلالت نہیں کرتا۔

یہاں پر مرزا محمود نے لمبی چوڑی تقریر کی ہے اس کا کوئی مقصد نہیں اور نہ ہی آج تک کسی نے یہ ترجمہ کیا ہے جو کہ مرزا محمود احمد نے کیا ہے۔

۳۸...... "فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ" (۱۳۷)

''پھر جب اٹھالیا تو نے مجھے تو تھا تو نگہبان ان پر اور تو تو ہر چیز پر نگران ہے۔''

تفسیر صغیر کا ترجمہ

''مگر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تو ہی ان پر نگران تھا (میں نہ تھا) اور تو ہر چیز پر نگران ہے۔'' (۱۳۸)

مرزا محمود احمد قرآن مجید کی اس آیت کا غلط ترجمہ کر کے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کو ثابت کرنا چاہتا ہے لیکن آج تک کسی نے بھی یہ ترجمہ نہیں کیا چنانچہ روح المعانی میں ہے'' (فلما توفيتنى) اى قبضتنى بالرفع الى السمآء كمال يقال توفيت المال اذا قبضته و روى هذا عن الحسن و عليه الجمهور. و عن الجبائى ان المعنىٰ امتنى و ادعىٰ ان رفعه عليه السلام الىٰ السمآء كان بعد موته واليه ذهب النصارىٰ و قد مر الكلام فى ذلك۔'' (۱۳۹)

۳۹...... ''وَأَنزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ'' (۱۴۰)

''اور اتارا ہم نے ان پر من وسلویٰ۔''

تفسیر صغیر کا ترجمہ

''اور ہم نے ان کے لئے ترنجبین اور بٹیر پیدا کئے۔'' (۱۴۱)

''انزلنا کا معنیٰ'' خلقنا'' کرنا سراسر غلط ہے اور یہ معجزات کا انکار کرنا ہے۔

۴۰...... '' فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ '' (۱۴۲)

''پھر جب دیکھا ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو دنگ رہ گئیں اور کاٹ بیٹھیں اپنے ہاتھ۔''

تفسیر صغیر کا ترجمہ

''پس جب انہوں نے اسے دیکھا تو اسے (بہت) بڑے شان کا انسان پایا اور (اسے دیکھ کر حیرت سے) اپنے ہاتھ کاٹے (حاشیہ میں لکھتے ہیں یعنی انگلیاں دانتوں میں دبالیں)۔'' (۱۴۳)

مرزا محمود نے "قطعن ایدیهن" کے معنی میں انحراف کر کے باطل تاویل کی ہے چنانچہ تفسیرِ مظہری میں ہے "(و قطعن ایدیهن) بالسكاكين التی كانت معهن وهن يحسبن انهن تقطعن الاترج و لم يجدن الالم لشغل قلوبهن بيوسف قال مجاهد فما احسن الا بالدم قال قتادة ابنّ ايديهن حتى القينها و الاصح انه كان قطعا بلا ابانة و قال وهب ماتت جماعة منهن." (۱۴۴)

۴۱...... "وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلاً مَّسْحُوراً" (۱۴۵)

"اور کہتے ہیں یہ ظالم کہ نہیں کر رہے تم پیروی مگر ایک ایسے شخص کی جو سحر زدہ ہے۔"

تفسیر صغیر کا ترجمہ

"اور ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایک ایسے آدمی کے پیچھے چل رہے ہو جس کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔" (۱۴۶)

۴۲...... "حَتَّى إِذَا أَتَوْا عَلَى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ" (۱۴۷)

"(اور چل پڑے) حتی کہ جب پہنچے وہ چیونٹیوں کی وادی میں تو کہا ایک چیونٹی نے اے چیونٹیو! گھس جاؤ اپنی بلوں میں۔"

تفسیر صغیر کا ترجمہ

"یہاں تک کہ جب وہ وادیٔ نملہ میں پہنچے تو نملہ قوم میں سے ایک شخص نے کہا اے نملہ قوم! اپنے اپنے گھروں میں چلے جاؤ۔" (۱۴۸)

مرزا محمود نے یہاں نملہ سے قوم مراد لی ہے جو کہ کسی مفسر کے ہاں یہ معنی مراد نہیں لیا گیا۔

۴۳...... "قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ" (۱۴۹)

"عرض کیا ایک قوی ہیکل جن نے۔"

تفسیر صغیر کا ترجمہ

"(پہاڑی قوموں میں سے) ایک سرکش سردار نے کہا۔" (۱۵۰)

یہاں پر مرزا محمود نے جن سے پہاڑی قوم مراد لیا ہے جو کہ سراسر غلط ہے۔

۴۴...... "وَمَن جَاء بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ" (۱۵۱)

"اور جو لئے ہوئے آئے گا برائی (شرک) تو وہ اوندھے منہ ڈالے جائیں گے آگ میں۔"

تفسیر صغیر کا ترجمہ

"اور جو لوگ برے عمل لے کر خدا کی خدمت میں حاضر ہوں گے ان کے سرداروں کو دوزخ میں اوندھا کر کے گرا دیا جائے گا۔" (۱۵۲)

مرزا محموذ نے یہاں پر منہ کا ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ نواب محمد صدیق حسن بھوپالی تفسیر فتح البیان فی مقاصد القرآن میں لکھتے ہیں "والمعنیٰ انهم كبوا فيها على وجوههم و القوا فيها و طرحوا عليها يقال كبب الرجل اذا القيته لوجهه فانكب و اكب و ذكرت الوجوه لأنها موضع اشرف من الحواس فغيرها اولیٰ" (۱۵۳)

۴۵...... "يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ" (۱۵۴)

"(اور حکم دیا تھا کہ) اے پہاڑو! تسبیح ومناجات میں ساتھ دو اس کا (اور یہی حکم دیا تھا) پرندوں کو بھی۔"

تفسیر صغیر کا ترجمہ

"(اور کہا تھا کہ) اے پہاڑوں کے رہنے والو! تم بھی اور اے پرندو! تم بھی اس کے ساتھ خدا کی تسبیح کرو۔" (۱۵۵)

۴۶...... "وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ" (۱۵۶)

"اور قسم ہے آباد گھر کی۔"

تفسیر صغیر کا ترجمہ

"اور خانہ کعبہ کو جو ہمیشہ آباد رہے۔"(۱۵۷)

یہاں پر بیت سے مراد خانہ کعبہ نہیں بلکہ وہ گھر ہے جہاں آسمانوں پر فرشتے عبادت کرتے ہیں لیکن مرزا محمود نے اس کا معنی غلط کرکے قرآن میں تحریفِ معنوی کی ہے۔

۴۷...... "سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَا الثَّقَلَانِ"(۱۵۸)

"عنقریب فارغ ہوئے جاتے ہیں ہم تمہارے (احتساب) کے لئے اے زمین کے دو بوجھو (گروہ جن وانس)۔"

تفسیر صغیر کا ترجمہ

"اے دونوں زبردست طاقتو! (حاشیہ: یعنی روس اور امریکہ کی طاقتوں کا مجموعہ) ہم تم دونوں کے لئے فارغ ہو رہے ہیں۔"(۱۵۹)

۴۸...... "يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ"(۱۶۰)

"اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے۔"

تفسیر صغیر کا ترجمہ

"اے بارانی کوٹ پہن کر کھڑے ہو جانے والے۔"(۱۶۱)

مرزا محمود کا یہ ترجمہ آج تک کسی نے بھی نہیں کیا۔

۴۹...... "وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ"(۱۶۲)

"اور ملا کر ایک کر دئے جائیں گے سورج اور چاند۔"

تفسیر صغیر کا ترجمہ

"پس سورج اور چاند دونوں کو جمع کر دیا جائے گا۔"(۱۶۳)

حاشیہ میں لکھتے ہیں یہ آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والی ایک اہم پیش گوئی کی طرف اشارہ ہے یعنی رمضان کے مہینہ میں سورج اور چاند کو گرہن لگنے کی طرف۔

مرزا محمود کا اس آیت سے یہ مراد لینا غلط ہے اور مرزا محمود اس سے مرزا غلام

احمد کی اس بات کو ثابت کر رہے ہیں جو اس نے اپنے دعوے میں کہی تھی کہ میرے زمانے میں سورج اور چاند کو گرہن لگا ہے لہٰذا میں سچا ہوں۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اپنی تفسیر کے اندر ان تفسیری تراجم کے علاوہ تفاسیر میں بھی بہت سی خرافات کی ہیں اور سلف و صالحین سے ہٹ کر اپنی عقل کو ترجیح دیتے ہوئے تفسیر کی ہے جس کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

۵۰ ...... "إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُون" (۱۶۴) کی تفسیر کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ شیطان کے ذکر میں اور کئی دوسری آیات میں آدم کی پیدائش طین سے بتائی گئی ہے یعنی ایسی مٹی جس میں الہام کا پانی ملا ہوا تھا لیکن ان آیات میں آدم اور عیسیٰ علیہم السلام دونوں کی پیدائش تراب سے بتائی گئی ہے یعنی ایسی مٹی جس میں الہام کی آمیزش نہ تھی۔ ان دونوں بیانات میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ آدم سے مراد یہاں آدم نہیں اور عیسیٰ سے مراد صرف عیسیٰ نہیں بلکہ آدم اور ابنائے آدم اور عیسیٰ اتباع عیسیٰ مراد ہیں اور ان لوگوں میں سے ایک جماعت الہام کو نظر انداز کرنے والی تھی پس بحیثیت جماعت دونوں کی پیدائش تراب سے قرار دی گئی۔ (۱۶۵)

۵۱ ...... "وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعاً يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُم مِّنَ الإِنسِ" (۱۶۶)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتا ہے کہ "جنوں سے مراد بڑے لوگ ہیں کیونکہ وہ ڈیوڑھیوں اور دربانوں کے پیچھے لوگوں سے چھپے رہتے ہیں"۔ (۱۶۷)

۵۲ ...... "قَالَ أَنظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُون" (۱۶۸) کی تفسیر میں لکھتے ہیں "یہ مطلب نہیں کہ قیامت تک مہلت دے بلکہ مراد یہ ہے کہ روحانی بیداری پیدا ہونے تک مجھے مہلت دے۔ (۱۶۹)

۵۳ ...... "قَالَ اهْبِطُواْ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُو" (۱۷۰) اس آیت کے مصداق کے متعلق حاشیہ میں لکھتے ہیں "یہ آیت بھی بتاتی ہے یہاں انسانوں ہی کا ذکر ہے اور ابلیس اور اس کی اتباع سے مراد بھی بعض قسم کے انسان ہیں کیونکہ فرماتا ہے کہ انسان،

ابلیس اور اس کی اتباع اسی دنیا میں رہیں گے اور اسی دنیا میں کام کریں گے اور اس دنیا میں رہنے والے اور کام کرنے والے آدمی ہی آدمی نظر آتے ہیں۔" (۱۷۱)

۵۴...... سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۵۱ کی تشریح کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں: "اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت دنیوی تباہی اور اس کے بعد کی زندگی کے متعلق ہے کیونکہ اخروی زندگی کے متعلق تو کفار سمجھ نہیں سکتے تھے کہ اس کا وقت قریب آ گیا ہے نہ ابھی ہڈیاں ہو کر چورہ ہونے کا وقت آیا تھا پس اس جگہ مراد اس دنیا کی سیاسی یا قومی موت اور پھر دوبارہ احیاء ہے۔" (۱۷۲)

اس تفسیر کے اندر مرزا محمود نے قیامت کی حقیقت کا انکار کیا ہے۔

۵۵...... "وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِهِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا" (۱۷۳) کی تفسیر کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں "حضرت سلیمان علیہ السلام کے جہاز شام کے اوپر کے علاقہ سے سامان لے کر نیچے آتے تھے یعنی فلسطین کی طرف۔ اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔" (۱۷۴)

اس آیتِ مبارکہ میں مرزا محمود حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزہ کے انکار کر رہا ہے۔

۵۶...... "إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَارِدُونَ" (۱۷۵) کی تفسیر کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ "اگلے جہان کی جہنم تو نظر نہیں آتی لیکن اس آیت میں کفار پر حجت تمام کی گئی ہے اس لئے دوزخ سے مراد اس جگہ وہ ذلت ہے جو قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد ان کو پہنچنے والی تھی اور ایک لمبے عرصے تک ان کے ساتھ لگی رہنی تھی"۔ (۱۷۶)

یہاں بھی مرزا محمود نے قرآنی آیت کا غلط مفہوم بیان کر کے قیامت کا انکار کیا ہے۔

۵۷...... "وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ" (۱۷۷) کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس آیت کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ آخری زمانہ میں بھی ابراہیم علیہ السلام کو لوگ بہت نیک قرار دیں گے چنانچہ اس

آخری زمانہ میں بھی جو امتیں قائم ہیں وہ ساری کی ساری حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتی ہیں یعنی مسلمان بھی یہودی اور عیسائی بھی۔ دوسرے معنی اس کے یہ ہیں کہ ساعت آخرت میں جو بروز ابراہیم علیہ السلام ظاہر ہوگا وہ بھی خدا کے نزدیک اپنے کام کا اہل ہوگا اور اس پر اعتراض کرنے والے غلطی کریں گے۔" (۱۷۸)

اس آیت میں مرزا محمود مرزا غلام احمد کو بروز ابراہیم قرار دینے کے لئے یہ غلط تشریح کر رہا ہے۔ حالانکہ اس آیت کا تعلق آخرت سے ہے نہ کہ دنیا سے۔ تفسیر ابن عباس میں ہے "مع آبائه المرسلين في الجنة" (۱۷۹)

۵۸...... "يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ" (۱۸۰) اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حاشیہ میں لفظ جبال کے متعلق لکھتے ہیں "قرآن مجید میں یجبال ہے جس کے معنی ہیں اے پہاڑو۔ مفسرین یہ معنی کرتے ہیں کہ داؤد کے ساتھ پہاڑ بھی زور زور سے تسبیح کیا کرتے تھے مگر وہ بھول جاتے ہیں کہ قرآن کریم میں سورۂ یوسف میں بیان ہوا کہ " وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا" یعنی ابنائے یعقوب نے کہا کہ اگر بن یامین کے متعلق ہم جھوٹ بولتے ہیں تو اس بستی سے پوچھئے جس میں ہم رہتے تھے حالانکہ بستیاں کبھی بولا نہیں کرتیں، عرب کے ادیب کہتے ہیں کہ اس سے مراد بستی والے ہیں اور عیر کے معنی گدھے کے ہیں لیکن اس کے معنی ادباء یہ بیان کرتے ہیں کہ ابنائے یعقوب کا یہ مطلب تھا کہ گدھوں والوں سے پوچھو، اسی محاورہ کے مطابق یہاں کہا گیا ہے کہ " یجبال اوبی معه "اے پہاڑو! داؤد کی تسبیح کا تسبیح سے جواب دیا کرو اور معنی یہ ہے کہ اے پہاڑوں کے رہنے والو! تم بھی داؤد علیہ السلام پر ایمان لاؤ اور اس کی تسبیح میں شریک ہو جاؤ۔ (۱۸۱)

مرزا محمود احمد حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزے کا انکار کرنے کے لئے یہ غلط تفسیر کی ہے۔

۵۹...... "فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ" (۱۸۲) "دابة الأرض" کی تفسیر کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے

ہیں ''یعنی ان کا وارث دنیا کا کیڑا تھا نیک بندہ نہ تھا۔ سلیمان علیہ السلام کے بعد اس کے رویے سے لوگ بدک گئے اور بغاوتیں شروع ہوگئیں۔(۱۸۳)

۶۰...... ''یَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ''(۱۸۴) کی تفسیر کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں یعنی ان کو دونوں طرف مصیبت ہی مصیبت نظر آئے گی یعنی جنگ کی پرزور تیاری کریں گے تو اقتصادی مشکلات میں مبتلا ہوں گے اور اگر تیاری چھوڑیں گے تو جنگ میں دشمن کا شکار ہو جائیں گے۔(۱۸۵)

مرزا محمود نے حاشیہ کے اندر اس آیت کا مصداق بھی غلط ٹھہرایا ہے۔

۶۱...... ''كَلَّا لَيُنۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ'' (۱۸۶) میں لفظ ''حطمه'' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''حطمه'' سے مراد دوزخ ہے کیونکہ حطمہ کے معنی ہوتے ہیں جس کو توڑا جائے اور قرآن کریم اور احادیث سے ظاہر ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم کر کے دوزخ کو مٹا دے گا چنانچہ قرآن میں بھی آیا ہے'' امه هاويه ''یعنی انسان ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا بلکہ جس طرح ماں کے پیٹ میں کچھ عرصہ کے لئے رہتا ہے اس طرح کچھ عرصہ کے لئے وہ دوزخ میں رہے گا پھر باہر کی کھلی ہوا یعنی جنت میں آجائے گا۔''(۱۸۷)

۶۲...... ''وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ''(۱۸۸) کی تفسیر میں اس آیت کے مفہوم کو بگاڑ کر لکھتے ہیں ''یہ فقرہ تقلیب نسبت کے طور پر استعمال ہوا ہے جیسے کہتے ہیں پرنالہ چلتا ہے یا نہر چلتی ہے حالانکہ نہ نہر چلتی ہے نہ پرنالہ چلتا ہے بلکہ پانی چل رہا ہوتا ہے اسی لئے ہم نے ترجمہ یہ نہیں کیا کہ پرندے اصحابِ فیل پر پتھر مارتے تھے بلکہ یہ ترجمہ کیا ہے کہ ان کے گوشت کو وہ سخت قسم کے پتھروں پر مارتے تھے اور نوچتے تھے کیونکہ یہاں ''ترميهم بحجارة'' آتا ہے اور عربی زبان میں ''ب'' کے معنی ''علی'' کے بھی ہوتے ہیں پس لفظی طور پر عربی کے لحاظ سے یہ ترجمہ ہو جائے گا کہ وہ ان کو پتھروں پر مارتے تھے اور یہی ترجمہ ہم نے کیا ہے۔ چیلیں وغیرہ جب مردوں کے گوشت کھاتی ہیں تو اسی طرح کھاتی ہیں پہلے مردے کی ایک بوٹی اٹھا کر لے جاتی ہیں پھر پتھر پر بیٹھ جاتی ہیں پھر چونچ سے اس بوٹی کو پکڑ کر بار بار پتھر پر مارتی ہیں اور پھر

کھاتی ہیں غالباً اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اگر بوٹی کو مٹی یا ریت وغیرہ لگ گئی ہو تو اس کو دور کر دیں۔"(۱۸۹)

یہاں پر بھی مرزا محمود احمد اصل حقیقت کو نظر انداز کرنے کے لئے اور قرآنی معجزات کا انکار کرنے کے لئے اس طرح کی تفسیر کر رہے ہیں جو کہ آج تک کسی مفسرِ قرآن نے نہیں کی۔

۶۳ ...... "إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ"(۱۹۰) لفظ کوثر کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے

"کوثر کے معنیٰ ہر چیز کی کثرت کے ہیں نیز ایسے شخص کے جو بہت خیرات کرنے والا اور سخی ہو جیسا کہ حدیثوں میں مسیح کی نسبت آتا ہے کہ وہ آئے گا اور مال لوٹائے گا لیکن لوگ اسے قبول نہیں کریں گے پس اس جگہ ایک آنے والے امتی کا ذکر ہے جو روحانی طور پر رسول اللہ ﷺ کا بیٹا ہوگا"۔(۱۹۱)

مرزا محمود احمد نے لفظِ کوثر کا مصداق غلط بیان کیا ہے۔ تمام مفسرین نے یہاں پر لفظِ کوثر سے مراد حوضِ کوثر لیا ہے جو کہ حضور ﷺ کا خاصہ ہے۔

۶۴ ...... "وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ"(۱۹۲) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے

"بیوی سے اس جگہ تابع لوگ مراد ہیں یعنی ملکی رعیت۔ اور مطلب یہ ہے کہ جو بیرونی دوست وہ بنائیں گے وہ بھی تباہ ہو جائیں گے اور ان کے اموال بھی تباہ ہو جائیں گے اور سامان بھی تباہ ہو جائیں گے اور رعایا بھی تباہ ہو جائے گی اس وجہ سے کہ رعایا بھی ان کی بھڑکائی ہوئی آگ میں مزید ایندھن ڈالتی جاتی تھی اور ان کو جوش دلاتی جاتی تھی"۔(۱۹۳)

مفسرین "وامرأته" سے ابولہب کی بیوی مراد لیتے ہیں لیکن مرزا محمود نے اپنی تفسیر کے اندر اس بات کا انکار کر دیا ہے۔ تفسیر ابن عباس میں ہے "معه أم جميله بنت حرب بن أميه"۔(۱۹۴)

"تفسیر صغیر" میں مذکور امتیازی مسائل کا جائزہ

مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اپنے والد مرزا غلام احمد کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے بہت سی قرآنی آیات میں تحریفات کی ہیں جس کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

۶۵ ...... ''وَبِالآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُون''(۱۹۵) کی تفسیر کرتے ہوئے لفظ ''آخرت'' کے متعلق حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ ''اور آئندہ ہونے والی (موعود باتوں) پر (بھی) یقین رکھتے ہیں۔(۱۹۶) مرزا بشیر الدین مرزا غلام احمد کی وحی کو اور اس آیت میں مرزا غلام احمد پر ہونے والے اعتراضات کو ختم کرنے کے لئے یہ مفہوم بیان کیا ہے تاکہ کسی قسم کا کوئی اشکال نہ رہے اور مرزا غلام احمد کی نبوت بھی ثابت ہو جائے۔

۶۶ ...... ''وَمُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَاتَّقُواْ اللّهَ وَأَطِيعُونِ''(۱۹۷) اس آیت مبارکہ میں مرزا بشیر الدین مرزا غلام احمد کی وحی کو ثابت کرنے کے لئے اس آیت کا مصداق مرزا غلام احمد کو بھی قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے ''یعنی تمہاری شرارتوں کی وجہ سے جو وحی الٰہی کے سلسلہ کو بند کر دیا گیا تھا اب میرے ذریعہ سے دوبارہ اس کو کھولا جائے گا''۔(۱۹۸)

آج تک کسی بھی مفسر قرآن نے اور صحابہ کرام کی جماعت نے ایسا مفہوم بیان نہیں کیا جو مفہوم مرزا بشیر الدین اپنے والد کے جھوٹے اقوال کو ثابت کرنے کے لئے پیش کر رہے ہیں۔

۶۷ ...... سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۴۰ میں لفظ ''خاتم النبیین'' کی وضاحت کرتے ہوئے مرزا بشیر الدین حاشیہ میں لکھتا ہے ''آپ کی تصدیق کے بغیر اور آپ کی تعلیم کی شہادت کے بغیر کوئی شخص نبوت یا ولایت کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا لوگوں نے نبیوں کی مہر کی جگہ آخری ہی کے معنی لئے ہیں مگر اس سے بھی ہماری پوزیشن میں فرق نہیں آتا۔ آنحضرت ﷺ کے معراج کو مدِ نظر رکھا جائے تو انبیاء کا شجرہ مطابق مسند احمد بن حنبل یوں بنتا ہے:

سدرۃ المنتہیٰ	محمد رسول اللہ ﷺ
ساتواں آسمان	حضرت ابراہیم علیہ السلام
چھٹا آسمان	حضرت موسیٰ علیہ السلام
پانچواں آسمان	حضرت ہارون علیہ السلام

چوتھا آسمان	حضرت ادریس علیہ السلام
تیسرا آسمان	حضرت یوسف علیہ السلام
دوسرا آسمان	حضرت عیسیٰ و حضرت یحییٰ علیہم السلام
پہلا آسمان	حضرت آدم علیہ السلام
اہل زمین	

اس نقشہ کو دیکھو تو مخلوق کے مقام پر جو شخص کھڑا ہو گا اس کی نظر سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام پر پڑے گی اور سب سے آخر اس کی نظر محمد رسول اللہ ﷺ پر پڑے گی گویا سب نبیوں میں آخری نبی وہ رسول اللہ ﷺ کو قرار دے گا۔ اس کے علاوہ اگر اس حدیث کو لیں کہ آدم ابھی پیدا بھی نہ ہوا تھا تب بھی میں خاتم النّبیین تھا تو بھی شجرۂ انبیاء میں رسول کریم ﷺ کو مقام کے لحاظ سے اوپر کی جگہ حاصل ہے پس جب رسول کریم ﷺ معراج میں سب سے اوپر گئے تو مقام محمدی آخری نبوت کا مقام بنا اس طرح بھی وہی معنی ٹھیک رہے جو ہم نے کئے ہیں یعنی ختمِ نبوت کے یہ معنی ہیں کہ محمد ﷺ کا مقام سب نبیوں سے افضل ہے"۔ (۱۹۹)

ختم نبوت کی جو تفسیر مرزا بشیر الدین نے کی ہے یہ تفسیر آج تک نہ تو کسی مفسرِ قرآن نے کی ہے اور نہ ہی کسی لغت میں ختم کے یہ مفہوم پایا جاتے ہیں بس مرزا بشیر الدین نے اپنے والد کے جھوٹے پن کو سچا ثابت کرنے کے لئے قرآن میں یہ تحریف کی ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ جب مرزا بشیر الدین کے ہاں معراج ہوا ہی نہیں تھا تو پھر اس حدیث کو دلیل کے طور پر کیوں پیش کر رہے ہیں۔

۶۸...... مرزا بشیر الدین آگے سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۴۶ میں لفظ "سراجا منیرا" کی تفسیر میں مزید لکھتا ہے کہ "اس جگہ رسول اللہ ﷺ کا نام روشن کرنے والا چراغ یا سورج رکھا گیا ہے یعنی آپ سے نور پا کر ظلی طور پر ایسے لوگ تیار ہوتے رہیں گے جو دنیا کو روشن کرتے رہیں گے جیسا کہ چاند سورج سے روشنی پا کر اندھیرے کو دور کرتا ہے"۔ (۲۰۰)

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عقیدہ

مرزا بشیر الدین حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق وہی عقیدہ رکھتا ہے جو جماعتِ ربوہ والوں کا ہے اور اس عقیدہ کو مرزا بشیر الدین نے اپنی تفسیر کے اندر قرآنی آیت میں تحریف کر کے بیان کیا ہے۔

۶۹...... سورۂ نساء کی آیت "بل رفعه الله اليه" کی تفسیر کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتا ہے "مفسرین اس آیت کے یہ معنی کرتے ہیں کہ تمام اہل کتاب مسیح کی موت سے پہلے اس پر ایمان لے آئیں گے لیکن یہ معنی درست نہیں کیونکہ یہاں "ان من اهل الكتاب" کے الفاظ ہیں جو بتاتے ہیں کہ اہل کتاب میں سے ہر فرد کا ایمان لانا ضروری ہے حالانکہ لاکھوں یہودی ایسے ہیں جو مسیح کے زمانہ سے اب تک فوت ہو چکے ہیں لیکن ان کو مسیح پر ایمان لانا نصیب نہیں ہوا پس ہم نے اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ اہل کتاب میں سے ہر ایک (یعنی یہودی اور مسیحی) اپنی موت سے پہلے یہ مانتا رہے گا کہ مسیح صلیب پر مر گئے۔ یہودی اس لئے کہ وہ مسیح کو لعنتی ثابت کرنا چاہتے ہیں اور عیسائی اس لئے کہ وہ کفارہ کی بنیاد اس پر رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب ان میں سے کوئی شخص وفات پا جائے گا تو اس پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا بلکہ وہ صلیب سے زندہ اتر آیا تھا ہمارے معنی اس لئے بھی درست ہیں کہ اس آیت کی دوسری قرأت "قبل موتهم" آئی ہے جو بتاتی ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے یہود و نصاریٰ ایسا ایمان نہیں لائیں گے بلکہ ہر یہودی اور ہر عیسائی اپنی موت سے پہلے ایسا سمجھتا رہے گا کیونکہ 'هم" جمع ضمیر غائب ہے اس کا مرجع مسیح علیہ السلام نہیں ہو سکتے"۔ (۲۰۱)

یہاں پر مرزا بشیر الدین حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کو ثابت کرنے کے لئے یہ غلط تفسیر کی ہے۔

۷۰...... اسی طرح مزید حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کو ثابت کرنے کے لئے سورۂ مائدہ کی آیت "لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ

مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا" کی تشریح کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں "یہ آیت وفاتِ مسیح علیہ السلام کا ثبوت ہے۔ اگر مسیح علیہ السلام اور اس کی ماں کو اللہ تعالیٰ نے مارا نہیں تو یہ آیت ایک بے دلیل دعویٰ بن جاتی ہے"۔ (۲۰۲)

۷۱...... مزید سورۂ مائدہ کی آیت "مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ" کی تشریح میں لکھتے ہیں "خلا فلان اذا مات یعنی خلا کے معنی وفات پانے کے ہیں۔ یہ آیت وفاتِ مسیح علیہ السلام پر دلالت کرتی ہے کیونکہ دوسری جگہ آتا ہے 'و ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل' یعنی محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے سب رسول (جن میں مسیح بھی شامل ہے) فوت ہو چکے ہیں"۔ (۲۰۳)

۷۲...... مرزا بشیر الدین حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اس بات کا بھی انکار کرتا ہے کہ وہ آسمان پر ہیں چنانچہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۲۵ "قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے "اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان اس زمین سے باہر نہیں جا سکتا نہ آسمان پر جا سکتا ہے جیسا کہ غلطی سے لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ آسمان پر چلے گئے۔ اگر وہ دونوں آسمان پر بیٹھے ہیں تو یا تو یہ آیت غلط ہے کہ تم اسی زمین میں زندہ رہو گے یا پھر عیسیٰ علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام انسان نہیں ہیں۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام اور تمام ایسے انسان جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ آسمان پر ہیں اسی زمین میں زندگی بسر کریں گے اسی میں دفن ہوں گے اور اسی میں سے پھر زندہ ہو کر اٹھیں گے"۔ (۲۰۴)

۷۳...... اسی طرح مرزا بشیر الدین حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثتِ ثانیہ کا بھی قائل تھا۔ اس کے متعلق سورۂ زخرف کی آیت نمبر ۶۳ "وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ" کے ترجمہ و تفسیر میں لکھتا ہے "اور جب عیسیٰ (بعثتِ ثانیہ میں) نشانات کے ساتھ آئے گا۔ اب اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں "اس جگہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ و السلام کی بعثت ثانیہ کا ذکر ہے"۔ (۲۰۵)

اصل میں مرزا بشیر الدین مرزا غلام احمد کے یہ دعویٰ کہ ''میں عیسیٰ بھی ہوں'' کو ثابت کرنے کے لئے قرآن کی اس آیت میں تحریف کی ہے۔

الغرض مرزا بشیر الدین محمود احمد کی دونوں تفاسیر میں بہت زیادہ تحریفات پائی جاتی ہیں اور یہ بات کسی بھی مفسرِ قرآن کو زیب نہیں دیتی۔ کہ وہ خدا کی کتاب میں قرآن و حدیث کو چھوڑ کر اپنی عقل کو ترجیح دے۔

مولوی عبد اللطیف بہاولپوری

مولوی عبد اللطیف بہاولپوری جماعت احمدیہ ربوہ کا پاکستان میں مشہور ادارہ جامعۃ المبشرین میں پروفیسر رہے ہیں۔ اس سے پہلے وہ قادیان میں بھی مختلف علوم پڑھاتے رہے تھے۔ ان کی خدمات و حالات کے بارے میں جماعت احمدیہ ربوہ کے مشہور روزنامہ ''الفضل'' میں لکھا ہے کہ ''عبد اللطیف بہاولپوری ۱۸۹۵ء میں احمد پور لمہ ضلع رحیم یار خان میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ عربیہ دیوبند (یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ دیوبند شہر کے کس مدرسہ میں تحصیل علم کی ہے) میں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد ہائی سکول خانپور ضلع رحیم یار خان میں بطور عربی استاد کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۲۷ء میں جماعت احمدیہ (بقول عبد اللطیف بہاولپوری کے ان کو خوابوں اور الہاموں کے ذریعہ سے بیعت کا حکم ہوا تھا) میں شامل ہوئے۔ ۱۹۴۱ء میں جماعت احمدیہ کے خلیفہ ثانی مرزا بشیر الدین محمود احمد کے کہنے پر ہائی سکول کی ملازمت چھوڑ کر قادیان جا کر مختلف علوم پڑھاتے رہے۔ پھر مرزا بشیر الدین کے پاکستان آنے کے بعد عبد اللطیف بہاولپوری بھی پاکستان آ گئے اور یہاں جامعۃ المبشرین میں بطور پروفیسر جماعت احمدیہ کے لئے خدمات انجام دیتے رہے۔'' (۲۰۶)

عبد الطیف بہاولپوری کا عقیدہ

مولوی عبد اللطیف بہاولپوری نے اپنی تفاسیر میں انتہائی خطرناک طریقہ اپنایا ہے۔ جس سے بہاولپوری کے کفریہ عقائد کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی تفاسیر سے ہمیں اس کے درج ذیل عقائد کا پتا چلتا ہے۔

۱...... مرزا غلام احمد قادیانی کو بروز مہدی اور نبی تسلیم کرتا۔

۲...... قرآن کے بارے میں باقی جماعت احمدیہ کی طرح مرزا غلام احمد پر نزول ثانی کا عقیدہ رکھنا۔

۳...... عبداللطیف بہاولپوری مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام الہامات و معجزات کے ساتھ ساتھ مرزا غلام احمد کے قرآنی الفاظ کی تحریف پر بھی ایمان رکھتا ہے اور اس کو اپنی تفسیر میں بیان بھی کیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ پر لکھتا ہے کہ ''جب میں نے سورہ کہف کے مضامین پر غور کرنا شروع کیا تو سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ الہام سامنے آیا۔'' ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من ایاتنا عجبا'' جس میں اشارہ ہے کہ آیت قرآنی کا مصداق اب پھر دوبارہ دہرایا جانے والا ہے۔ کیونکہ جب کسی قرآنی پیشگوئی کا ظہور مقدر ہوتا ہے تو اس وقت وہ آیت قرآنی جس میں پیشگوئی مضمر ہوتی ہے یا اس کا کچھ حصہ نازل کیا جاتا ہے۔'' (۲۰۷)

۴...... عبداللطیف بہاولپوری نے مرزا غلام احمد قادیانی کو قرآن مجید کی ہر ہر آیت کا مصداق ٹھہرایا ہے۔ اور سورہ یٰسین، سورہ القیامۃ اور سورہ الدھر کے بارے میں تو یہ کہا ہے کہ ان سورتوں سے مراد ہی مرزا غلام احمد اور اس کی جماعت ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ ''خاکسار نے ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد پڑھا کہ ''سارا قرآن میرے ذکر سے بھرا پڑا ہے۔'' تو طبیعت میں ایک قسم کی انبساطی کیفیت پیدا ہوئی۔ اور بارگاہ الٰہی میں التجائیں کیں کہ الٰہی اپنا فضل فرما تا کہ میں بھی ان حقائق سے بہرہ یاب ہو سکوں۔ اس کے بعد جب بھی یہ عاجز تلاوت کلام پاک میں مصروف ہوا۔ جس سورت پر بھی نگاہ ڈالی اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقائع حیات کی کوئی نہ کوئی تصویر سامنے آ گئی۔ بلکہ بعض سورتوں میں تو حضور اقدس کی زندگی کے واقعات کا تذکرہ بڑی تفصیل کے ساتھ مل گیا۔ اور نہ صرف حضور کی حیات طیبہ کے واقعات کا علم ہوا۔ بلکہ حضور کے خلفائے کرام کی مساعی جمیلہ جو غلبہ اسلام کے متعلق ان کی تجویز

کردہ سکیمیں تھیں۔قرآن مجید کی روشنی میں وہ بھی آنکھوں کے سامنے آ گئی۔"(۲۰۸)

عبداللطیف کی اس بات سے ان کا قرآن مجید کے متعلق نظریہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔کہ وہ کتنے متشدد تھے۔

وفات

عبداللطیف بہاولپوری کی وفات ۸۵ سال کی عمر میں ۱۹۷۷،۲،۳ء کی درمیانی شب لاہور میں ہوئی تھی۔"(۲۰۹)

عبداللطیف بہاولپوری بطور مصنف

عبداللطیف بہاولپوری جماعت احمدیہ میں ایک علمی مقام رکھتے ہیں۔انہوں نے جماعت کے لئے درج ذیل خدمات بھی کی ہیں۔

۱...... دستور الارتقاء تفسیر سورۃ الاسراء۔یہ سورہ بنی اسرائیل کی تفسیر ہے جس کو عبداللطیف بہاولپوری نے ہائی سکول کی ملازمت کے دوران لکھا تھا۔

۲...... ۵۵-۱۹۵۳ء تک مرزا غلام احمد کے الہامات پر مشتمل کتاب ''تذکرہ'' کے دوسرے اور تیسرے ایڈیشن میں شامل رہے۔

۳...... اس کے بعد قرآن مجید کی تین سورتیں تفسیر سورہ کہف،البشریٰ للیاسین اور تفسیر سورۃ القیامہ والدھر کی تفسیر لکھی۔

۴...... اس کے علاوہ رسالہ حج،قوانین الصرف اور مضامین لطیفہ بھی عبداللطیف بہاولپوری کی کتب میں شامل ہیں۔

عبداللطیف بہاولپوری کی چار قرآنی سورتوں کی تفاسیر کا تعارف

عبداللطیف بہاولپوری کی یہ تفاسیر اب بالکل نایاب ہو چکی ہیں جو پرانے احمدی ہیں ان کے ہاں عبداللطیف بہاولپوری کی تفاسیر پائی جاتی ہیں لیکن مکمل چاروں کسی خوش نصیب کے ہاں ہی ہوں گی۔یہ چاروں تفاسیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان میں بھی اب موجود ہیں اور خلافت لائبریری میں بھی موجود ہیں۔

۱...... دستور الارتقاء تفسیر سورۃ الاسراء: یہ قرآن مجید کی سورہ بنی اسرائیل کی تفسیر ہے۔عبداللطیف بہاولپوری نے اس کو اپنی ہائی سکول کی مدت ملازمت کے دوران لکھا تھا۔عبداللطیف بہاولپوری اس میں کھل کر آیات مبارکہ کا مصداق مرزا غلام احمد اور جماعت کو قرار نہیں دیتے لیکن یہ بات ثابت کرنے کی ضرور کوشش کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد مہدی موعود ہے اور مرزا غلام احمد ہی ان حالات سے مسلمانوں کو نجات دے سکتا ہے۔

۲...... تفسیر سورہ کہف: اس کا عربی نام ہے ''اقامة الزحف لاظهار انباء سورة الكهف'' اس سورت میں عبداللطیف بہاولپوری نے کہف اور رقیم سے قادیان و ربوہ مراد لے کر ساری سورت کو آنحضرت ﷺ کی طرح مرزا غلام احمد اور خلیفہ ثانی مرزا بشیر الدین کو بھی اس کا مصداق ٹھہرایا ہے۔اس کی تصنیف ۱۹۷۳ء میں شروع کی تھی۔

۳...... البشریٰ للیاسین تفسیر سورہ یٰس: اس کا دوسرا نام ہے ''مشاهدات عين اليقين بانباء سورة يٰس'' اس میں بھی عبداللطیف بہاولپوری نے ہر آیت کا مصداق مرزا غلام احمد اور اس کے خلفاء کو قرار دیتا ہے۔یہ تفسیر جماعت کے خلیفہ ثالث کے دور میں لکھی گئی۔

۴...... تفسیر سورۃ القیامۃ والدھر: اس کا عربی نام ہے ''نشيد الثقلين على تنشيط تفسير السورتين'' یہ تفسیر ۱۹۷۹ء میں ضیاء الاسلام ربوہ نے شائع کی تھی۔اس میں عبداللطیف بہاولپوری نے مضامین کی صورت میں مضامین کو مرزا غلام احمد اور جماعت پر چسپاں کیا ہے۔

عبداللطیف بہاولپوری کا تفسیری منہج

۱...... عبداللطیف بہاولپوری نے مرزا بشیر الدین محمود احمد کی طرح تفسیر سورہ کہف، البشریٰ للیاسین اور تفسیر سورۃ القیامۃ والدھر میں ''بسم اللہ'' کو ہر سورت کا جزء قرار دیتے ہیں۔لیکن بنی اسرائیل کی تفسیر میں ایسا نہیں کیا۔

۲...... عبداللطیف بہاولپوری اپنی ان تفاسیر میں سب سے پہلے عنوان قائم کرتے

ہیں اور اس عنوان کے بعد آیت قرآنی متن مع ترجمہ پیش کرتے ہیں لیکن سورہ قیامہ اور دھر میں ترجمہ نہیں کیا۔ اس کے بعد آیت کی وضاحت اپنے زمانہ کے لحاظ سے کرتے ہیں اور اس پر مختلف دلائل بھی دیتے ہیں۔ آخر میں ان آیات کا مصداق مرزا غلام احمد اور جماعت کے خلفاء کو تسلیم کرتے ہیں۔

عبداللطیف بہاولپوری کی تفاسیر میں مصادر و مراجع

عبداللطیف بہاولپوری نے اپنی تفسیر میں درج ذیل امور سے استفادہ کیا ہے۔

ا...... عبداللطیف بہاولپوری نے اپنی ان تفاسیر میں قرآنی آیات سے بھی استدلال کیا ہے لیکن اس انداز میں استدلال کیا ہے کہ آج تک کسی مفسر نے ان آیات کا ایسا مفہوم بیان نہیں کیا۔ چنانچہ عبداللطیف بہاولپوری ربوہ کی ترتیب مکانی کے متعلق سورہ کہف کی آیت نمبر سترہ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ ''واضح ہو کہ تعمیر ربوہ کی ہیئت کذائی کا نقشہ ہمارا تجویز کردہ نہیں۔ اگر جماعت کی مرضی پر تیار کیا جاتا۔ تو یہ جماعت تو ایک مذہبی جماعت ہے۔ پابندی نماز اس کے اولین فرائض میں سے ہے۔ مکانوں کی تعمیر کا نقشہ قبلہ رخ بنایا جاتا۔ الٰہی حکم بھی یہی ہے کہ ''واجعلوا بیوتکم قبلة'' مگر حکومت وقت نے اپنے نمائندوں کے ذریعہ جو اس کا نقشہ تجویز کیا۔ وہ اگرچہ ابتداء ہمیں ناگوار گذرا۔ کیونکہ مساجد کی تعمیر اور گھروں میں نمازوں کی ادائیگی میں قبلہ رخ ہونے کے باعث سخت دقتیں پیش آتی ہیں۔ مگر ارشاد الٰہی ''عسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم'' کے مطابق جلد ہی ہمیں اطمینان قلب ہو گیا اور قرآنی پیشگوئی پا کر از دیاد ایمان کا ذریعہ بنا۔'' (۲۱۰)

اس میں عبداللطیف بہاولپوری نے قرآنی پیش گوئی کا عجیب مفہوم پیش کیا ہے۔ اسی طرح عبداللطیف بہاولپوری جماعت احمدیہ کے مبلغین کی شان میں لکھتا ہے

کہ ''پس وہ سعید الفطرت نفوس جو اس وقت تک اسلام اختیار کر چکے ہوں گے وہ اپنے ان مبلغوں سے گفتگو کے دوران یہ سوال بھی کریں گے۔ ''لیتسآء لوا بینھم کم لبثتم '' (یہاں پر لفظ ''قال '' کو حذف کر لیا گیا ہے) کہ ہمارے ملکوں میں جو تمہارا تبلیغ کے لئے آنا ہوا۔ اس سے پہلے تم نے اپنے مرکز میں جو وقت گذارا وہ کتنی مدت ہے ''قالو لبثنا یوما او بعض یوم '' جواب میں کہیں گے کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ (یہاں پر عبداللطیف بہاولپوری نے ایک دن سے مرزا غلام احمد کا زمانہ مراد لیا ہے اور دوسرے دن سے خلفاء کا زمانہ)۔ (۲۱۱) اسی طرح عبداللطیف بہاولپوری سورہ یٰس کی آیت نمبر چار کی تشریح میں لکھتا ہے کہ ''یہ آیت آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانیہ کے بارے میں ہے اور اس پر درج ذیل قرآنی آیات پیش کرتا ہے۔

۱۔ ''ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ عند سدرۃ المنتھی ''

۲۔ واشرقت الارض بنور ربھا۔

۳۔ واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ ان آیات مبارکہ سے عبداللطیف بہاولپوری اس بات کو بطور استشہاد کے پیش کر کے ثابت کر رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانی مرزا غلام احمد کی صورت میں ہوئی ہے۔

۴...... عبداللطیف بہاولپوری اپنے عقائد کو ثابت کرنے کے لئے احادیث مبارکہ سے بھی غلط استدلال کرتا ہے۔ چنانچہ سورہ کہف کی تشریح میں ایک حدیث لکھ کر یہ استدلال کیا ہے کہ ''عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال یقول اللہ تعالیٰ یا اٰدم فیقول لبیک وسعدیک والخیر بیدیک قال فیقول اخرج بعث النار قال وما بعث النار قال من کل الف تسعمائۃ وتسعۃ وتسعین فعندہ یشیب الصغیر وتضع کل ذات حمل حملھا وتری الناس سکاریٰ وماھم بسکاریٰ ولکن عذاب اللہ شدید '' عبداللطیف بہاولپوری اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس میں قیامت کا واقعہ نہیں۔ بلکہ یہاں آدم سے مراد آخری زمانہ کا آدم حضرت امام مہدی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے وحی میں بھی آدم فرمایا۔'' (۲۱۲)

۳...... اس کے بعد عبداللطیف بہاولپوری مرزا غلام احمد کے الہامات اور وحی سے بھی استدلال کرتا ہے اور اس کے لئے عبداللطیف بہاولپوری تذکرہ، حقیقت الوحی اور کشتی نوح کے حوالے دیتا ہے۔

۴...... عبداللطیف بہاولپوری نے قادیانیوں کے مختلف رسائل سے بھی استدلال کیا ہے۔

۵...... عبداللطیف بہاولپوری مغربی مفکرین کے بھی کثرت سے حوالے دیتا ہے۔

عبداللطیف بہاولپوری کی تفاسیر کا اصول تفسیر کی روشنی میں جائزہ

عبداللطیف بہاولپوری نے اپنی ان تفاسیر میں تفسیر بالرائے مذموم کی خطرناک شکل اختیار کر کے قرآنی آیات کو مرزا غلام احمد اور جماعت پر چسپاں کیا ہے۔ اور بعض جگہوں پر تو قرآنی آیت کا ترجمہ ہی تبدیل کر دیا ہے۔

۱...... "تَنزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ" (۲۱۳)

"(یہ قرآن حکیم) نازل کردہ ہے غالب اور مہربان ہستی کا۔"

عبداللطیف کی طرف سے ترجمہ

"تیرا نزول (دوبارہ بھی) خدائے عزیز ورحیم کی طرف سے ہے۔" (۲۱۴)

۲...... "هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا" (۲۱۵)

"کیا گزرا ہے انسان پر ایک ایسا وقت، زمانے کا نہ تھا وہ کوئی قابلِ ذکر چیز۔ بے شک ہم نے پیدا کیا ہے انسان کو ایک مخلوط نطفہ سے تاکہ امتحان لیں اس کا اسی لئے بنایا ہے ہم نے اسے سننے والا دیکھنے والا۔"

عبداللطیف کی طرف سے ترجمہ

"کیا اس انسان (کامل) پر وہ گھڑی آ گئی ہے کہ اسے بے حقیقت قرار دیا جاتا ہے اور اس کے کاموں کو کوئی یاد نہیں کرتا (گھبراؤ نہیں) ہم نے اس انسان کو بھی

پیدا کر دیا ہے (جو ان بہتان تراشوں کا خوب مقابلہ کریگا) ایسے نطفہ سے جس میں مختلف (خاندانوں کی) ملاوٹ ہے ہم اس کی آزمائش کریں گے۔ پھر ہم اس کو سمیع بصیر بنائیں گے۔" (۲۱۶)

ان آیات کے ترجمہ میں آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانیہ کو مرزا غلام احمد کی روپ میں ثابت کرنے کے لئے ترجمہ ہی تبدیل کر دیا ہے۔

۳...... اس کے علاوہ عبداللطیف بہاولپوری نے قرآن کی مراد لینے میں بھی بہت زیادہ تحریف کی ہے۔ چنانچہ سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت "سبحان الذی اسریٰ بعبده ليلا من المسجد الحرام" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "فرقان حمید کا قاعدہ ہے کہ جہاں کہیں اس میں اسراء باللیل کا ذکر آتا ہے وہاں اس سے مراد ہجرت ہوتی ہے۔ پس اس اصول کے مطابق یہاں "اسریٰ بعبده" کے ضمن میں آنحضرت ﷺ کی ہجرت کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس میں یہ پیشگوئی ہے کہ یہی ہجرت آپ ﷺ کے آئندہ دور عروج و اقبال کے لئے شاندار معراج ہوگی۔" (۲۱۷)

عبداللطیف بہاولپوری نے اس تمہید میں غلط اصول بیان کر کے جو استدلال کیا ہے اصل میں اس کے بعد عبداللطیف بہاولپوری نے معراج کے بارے میں وہی مذہب اپنایا ہے جو مرزا غلام احمد کے ہاں پایا جاتا ہے۔

۴...... ایک اور جگہ پر مقام محمود کی غلط تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "مقام محمود کے سات ادوار ارتقاء ہیں چھ تو آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہو گئے۔ لیکن اس کا ساتواں دور جس میں مقام محمود کی تجلیات کا کامل ظہور ہوگا وہ مسیح موعود مرزا غلام احمد کی شکل میں ہوا ہے۔ اس وقت حضرت مسیح موعود پر ایک طرف تو یہ وحی بالفاظ قرآنی "عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا" ہو کر سابقہ وعدہ کی یاد تازہ کرتی ہے تو دوسری طرف آپ کو یہ الہام ہوا کہ "اراد اللہ ان یبعثک مقاما محمودا" یہ ظاہر کرتا ہے کہ وحی سابقہ میں جس وعدہ کی توقع تھی اس کے وقوع و ایفاء کا زمانہ یہی ہے۔ آپ کو اس موعود مقام پر کھڑا کر کے عظیم الشان فتوحات کا وعدہ دیا جاتا ہے اور اس کے لئے آپ کو ایک موعود بیٹے مثیل فاروق فضل عمر محمود کی بشارت دی جاتی ہے۔" (۲۱۸)

اس میں عبداللطیف بہاولپوری نے قرآنی آیت میں تحریف کر کے آیت کا مصداق مرزا غلام احمد کو قرار دیا ہے اور اس کے ساتھ مقام محمود کا غلط مفہوم بیان کر کے آنحضرت ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی ہے اور مرزا بشیر الدین محمود احمد کو خوش کرنے کے لئے اس کی پیدائش کو بھی وحی سے ثابت کیا ہے۔ چنانچہ مقام محمود کے متعلق علامہ نسفی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "ای عسی ان یبعثک یوم القیامة فیقیمک مقاما محمودا او ضمن یبعثک معنی یقیمک وهو مقام الشفاعة عند الجمهور ویدل علیه الاخبار او هو مقام یعطی فیه لواء الحمد۔" (۲۱۹)

۵...... سورہ کہف میں "قل لئن اجتمعت الانس والجن" کی تشریح میں جن کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "(جن بمعنی پوشیدہ) وہ قوم جزائر اور پہاڑوں میں رہنے والی ہوگی (جن پہاڑی لوگوں کو بھی کہتے ہیں) یہ قوم یاجوج ماجوج کی ہوگی جو آگ سے بکثرت کام لینے کے باعث اس نام سے نامزد ہوگی۔" (۲۲۰)

اس میں عبداللطیف بہاولپوری نے جن سے یاموج ماجوج مراد لیا ہے جو کہ کسی لغت کی کتاب میں نہیں ہیں۔

۶...... عبداللطیف بہاولپوری سورہ کہف کی تشریح میں اپنی جماعت کی فضیلت اور قرآن کا نزول ثانی کو ثابت کرتے ہوئے بڑے عجیب انداز میں لکھتے ہیں کہ "عالمگیر جنگ کی صورت میں ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء تک عذاب الٰہی کا کوڑا مغربی اقوام پر پڑ کر انہیں بیدار کرنے والا تھا۔ آیت "الحمد لله الذی انزل علی ...." میں اس کی پیشگوئی مخفی تھی۔ اس کے اعداد ۱۹۱۸ء ہیں جو جنگ کے خاتمے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ اس جنگ کے بعد احمد یہ مشن ان ممالک میں جلد ہی پھیلنے شروع ہو گئے۔" (۲۲۱) اس کے بعد قرآن کے نزول ثانی کو ثابت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "لم یجعل له عوجا" یہاں "لم یجعل" کا لفظ رکھا ہے۔ "لا یجعل" نہیں فرمایا۔ جس سے قرآن حکیم کے نزول ثانی کے عہد کی طرف اشارہ ہے۔" (۲۲۲)

اس میں عبداللطیف بہاولپوری نے قرآنی مصداق کو ہی بدل دیا ہے۔

۷...... عبداللطیف بہاولپوری سورہ کہف کی آیت "ام حسبت ان اصحٰب الکھف والرقیم" میں کہف اور رقیم سے قادیان اور ربوہ ثابت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "اصحاب الکھف والرقیم ان دو جگہوں میں بسنے والی اور ان سے رابطہ رکھنے والی ان بستیوں کا نام ہے جبکہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے یہ دو جگہیں اشاعت اسلام کا مرکز بننے والی تھیں ایک مکی مرکز قادیان ہے جسے الکھف کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرا مدنی مرکز ربوہ ہے جسے الرقیم کے نام سے یاد کیا گیا ہے یہ مرکز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے موعود فرزند مصلح موعود کی مساعی جمیلہ کا شاندار کارنامہ ہے۔" (۲۲۳)

یہاں پر بھی عبداللطیف بہاولپوری نے دونوں لفظوں کا مفہوم ہی بدل دیا ہے۔ چنانچہ صاحب کشاف اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "والکھف: الغار الواسع فی الجبل [والرقیم] اسم کلبھم، وقیل ھو لوح من رصاص رقمت فیہ اسمائھم جعل علی باب الکھف. وقیل: الجبل. وقیل: قریتھم. وقیل: مکانھم بین غضبان وایلۃ دون فلسطین۔" (۲۲۴) اس کے بعد عبداللطیف بہاولپوری سورہ کہف کی آیت نمبر۱۰ سے ۲۶ تک آیات کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "اصحاب الکھف کے واقعات کو بھی حواریان مسیح محمدی کی پیشگوئیاں سمجھو۔ نہ کہ صرف گذشتہ زمانہ کی تاریخ۔" (۲۲۵)

۸...... عبداللطیف بہاولپوری نے سورہ یٰس کی تشریح کرتے ہوئے اس سورۃ کی ہر آیت کو مرزا غلام احمد اور جماعت احمدی پر چسپاں کیا ہے۔ چنانچہ سورہ یٰس کی آیت نمبر۴ "تنزیل العزیز الرحیم" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "مفسرین عام طور پر اس سے صرف قرآن کی تنزیل مراد لیتے ہیں۔ یہ بھی صحیح ہے مگر مضمون کے سیاق و سباق کی رو سے میرے نزدیک اس میں آنحضرت ﷺ کی دوبارہ تنزیل کی طرف اشارہ ہے۔" (۲۲۶)

حضور ﷺ کی بعثت ثانیہ کو ثابت کرنے کے لئے یہ غلط تفسیر کی ہے:

۹...... اسی طرح سورہ یٰسین میں "وجآء رجل من اقصی المدینۃ" کی تشریح

میں لکھتے ہیں کہ ''یہاں رجل سے مراد مرد فارس حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں اور اقصی المدینہ سے مراد قادیان ہے۔'' (۲۲۷)

صاحب کشاف لکھتے ہیں کہ ''(رجل یسعی) **هو حبيب بن اسرائيل النجار**۔'' (۲۲۸)

۱۰...... اسی طرح ''**لا اقسم بيوم القيامه**'' کی تشریح کرتے ہوئے عبداللطیف بہاولپوری لکھتا ہے کہ ''میں شہادت کے طور پر پیش کرتا ہوں اس مبارک وقت یوم القیامہ (حاشیہ میں مرزا بشیر الدین کا قول بیان کیا ہے کہ یہاں قیامت سے مراد حضرت مسیح موعود کا زمانہ ہے۔) کو جبکہ خدا کا مامور۔ موعود اقوام عالم کا سر صلیب۔ قاتل دجال حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہو کر روحانی حشر و نشر برپا کرے گا۔ اس دنیا میں یوم القیامہ کا نمونہ پیش کر کے دنیا کی کایا پلٹ دے گا۔'' (۲۲۹)

تمام مفسرین نے یہاں قیامہ سے مراد حشر کا دن لیا ہے۔

۱۱...... عبداللطیف بہاولپوری سورہ دھر کی پہلی دو آیات کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''اس آیت میں لفظ انسان کو دو دفعہ دہرایا گیا ہے۔ ورنہ بظاہر چاہیے تو یوں تھا کہ دوسری ضمیر پر اکتفاء کی جاتی کہ فصاحت و بلاغت کلام کا یہی تقاضا ہے۔ مگر ضمیر کی جگہ لفظ انسان کو دہرانا ایک خاص حکمت اور مصلحت کے ماتحت ہے۔ جس میں موجودہ زمانہ کے متعلق عظیم الشان پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے جس کا انکشاف عصر حاضر میں ہونا ہی مناسب تھا۔۔۔۔ پس پیشگوئی کے لحاظ سے پہلے انسان سے آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس مراد ہے۔ اور دوسرے میں آپ کے غلام۔ بروز اکمل۔ مہدی موعود۔ مسیح موعود۔ موعود اقوام عالم کیطرف اشارہ ہے۔ چونکہ ان ہر دو انسانوں کی شخصیت اور مراتب میں بہت بڑا فرق اور امتیاز تھا اس لئے دوسرے کو پہلے سے جدا رکھا اور ضمیر پر اکتفاء نہ کیا۔'' (۲۳۰)

۱۲...... عبداللطیف بہاولپوری نے ''**انا نحن**'' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''یہ خطاب جس طرح آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس کو اس وقت ہوا تھا جبکہ قرآن حکیم آپ پر تدریجاً نازل ہو رہا تھا۔ اسی طرح یہ خطاب آج بھی حضور ﷺ کے بروز مہدی معہود کو بھی ہے کہ وہ قرآن جو دنیائے قلوب انسانی سے اٹھ چکا تھا۔ اب

چونکہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا دور ہے۔لہذا وہ قرآن دوبارہ تیرے ذریعہ قلوب انسانی میں اتارا جا رہا ہے۔‘‘(۲۳۱)

مولوی شیر علی

۱۹۱۴ء میں محمد علی لاہوری کے جدا ہونے کے بعد مرزا بشیر الدین محمود احمد نے جماعت کی طرف سے قرآنی تراجم کے لئے سب سے زیادہ اعتماد مولوی شیر علی پر کیا حتی کہ مرزا بشیر الدین جب کہیں جاتے تو مقامی امیر اپنے بعد مولوی شیر علی کو ہی بنا کر جاتے تھے۔مولوی شیر علی مرزا بشیر الدین کے انگریزی کے استاذ بھی ہیں۔

مولوی شیر علی قادیان کے سکول میں بطور ہیڈ ماسٹر کے فرائض انجام دیتے رہے۔آپ انگریزی کافی بہتر جانتے تھے اس لئے مرزا بشیر الدین نے اپنے دور کے اندر قرآن کی انگریزی تفسیر کے لئے ایک ٹیم بنائی جس میں مرزا بشیر احمد، ملک غلام فرید اور مولوی شیر علی تھے اور چیف ایڈیٹر مولوی شیر علی ہی تھے۔اس کے علاوہ بھی لوگ اس ٹیم میں شامل تھے۔چنانچہ اس ٹیم نے پانچ والیم پر مشتمل انگریزی زبان میں قرآن کی تفسیر جماعت کے لئے تیار کی۔جس میں مولوی شیر علی کا بہت اہم کردار تھا۔

مولوی شیر علی کا عقیدہ

مولوی شیر علی آخر وقت تک مرزا غلام احمد کو نبی تسلیم کرتے رہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بھی قائل تھے۔

مولوی شیر علی کی وفات

مولوی شیر علی ۱۳ نومبر ۱۹۴۷ء کو فوت ہوئے۔مرزا بشیر الدین نے ان کا نماز جنازہ پڑھایا۔

مولوی شیر علی کے علاوہ بھی کچھ لوگ اس ٹیم میں شامل تھے۔مرزا بشیر احمد (م ۱۹۶۴ء، مرزا بشیر الدین محمود احمد کے چھوٹے بھائی تھے) ملک غلام فرید (ان کا تذکرہ آگے آرہا ہے) ابوالہاشم (م ۱۹۴۴ء۔بنگال کے رہنے والے تھے) قاضی محمد اسلم (م ۱۹۸۱ء یا ۱۹۸۲ء۔گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل رہے ہیں اور پنجاب

یونیورسٹی میں اقبال چیئر کے پہلے پروفیسر تھے) سر محمد ظفر اللہ خان (م ۱۹۸۵ء۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ تھے)

THE HOLY QURAN کا تعارف

مرزا بشیر الدین کی طرف سے بنائی ہوئی ٹیم نے ۱۹۵۴ء میں اس کو مکمل کیا۔اس تفسیر کے پانچ والیم ہیں اور اس کے کل صفحات ۲۹۱۷ ہیں۔اس کا پورا نام ہے THE HOLY QURAN WITH ENGLISH TRANSLATION AND COMMENTARY ہے۔اس تفسیر میں تشریح کے اندر عربی کی اصلی عبارت کو عربی میں ہی لکھ دیا ہے۔اور اس تفسیر کو پڑھنے کے بعد ایسا لگتا ہے کہ یہ تفسیر مرزا بشیر الدین کی تفسیر کبیر کو مدنظر رکھ کر لکھی گئی ہے۔

THE HOLY QURAN میں تفسیری منہج

اس تفسیر میں سب سے پہلے سورت کا تعارف کراتے ہیں اس کے بعد متن قرآنی لکھ کر اس کا ترجمہ کرتے ہیں اور پھر نیچے سب سے پہلے اس کی لغوی بحث کر کے اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

THE HOLY QURAN میں مصادر و مراجع

اس تفسیر میں مفردات امام راغب، لسان العرب اور تفاسیر میں سے بیضاوی، تفسیر رازی اور تفسیر ابن کثیر کو مدنظر رکھا گیا ہے لیکن زیادہ تر انحصار سابقہ آسمانی کتب اور اپنی رائے پر رکھا گیا ہے۔

THE HOLY QURAN کا اصول تفسیر کی روشنی میں جائزہ

اس تفسیر میں زیادہ تر مرزا بشیر الدین کی تفسیر کبیر پر انحصار کیا گیا ہے۔اسی وجہ سے اس تفسیر میں بھی قرآنی ترجمہ کے ساتھ ساتھ تفسیر میں بھی تحریف کی گئی ہے۔

۱ ...... ”وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ“ (۲۳۲)

And they believe with certainty in the Here after (Resurrection, are compense of their good and bad deeds. Paradise and Hell

V:Tran.

And they have firm faith in what is yet to come(224)

۲...... ''فَاقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ''(۲۳۳)

And kill yourselves.

V:Tran:

And slay your own people.(235)

۳...... ''فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ''(۲۳۶)

So We said:Strike him(the dead man)with a piece of it(the cow).

V:Tran.

Then,We said,Smit him(the murderer)for a part of the offence against him(the murderer Person).(237)

۴...... ''وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِيْ الْمَهْدِ وَكَهْلاً''(۲۳۸)

He will speak to the people in the cradle and in manhood.

V:Tran.

And he shall speak to the People in the cradle and when of middle age (239)

۵...... ''سُبْحَانَ الَّذِىْ أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الأَقْصَى '' (۲۴۰)

Glorified(and Exalted)is He(Allah)[above all

that(evil)they associate with Him]Who took His slave(Muhammad)for a journey by night from Al-Masjid.al-Haram(at Makkah)to Al-Masjid-al-Aqusa(in jerusalem),

V:Tran.

Glory be to Him Who carried His servant by night from the Sacred Mosque to the Distant Mosque.(241)

۶...... "وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ" (۲۴۲)

And when the Word(of torment)is fulfilled against them,We shall bring out from the earth a beast for them,to speak to them because mankind.

V:Tran.

And when the sentence is pussed against them,We shall bring forth for them an insect from the earth which shall wound them because people.(243)

اس کے علاوہ پانچ والیم میں تفسیری لحاظ سے بھی تحریفات کی گئی ہیں۔ پانچ والیم کو پڑھنے کے بعد ایسا لگتا ہے کہ یہ تفسیر کبیر کا ہی انگریزی میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس لئے اس میں تفسیری تحریفات تفسیر کبیر سے ملتی جلتی ہیں۔

۷...... سورہ نمل میں "نمل" کے متعلق لکھا ہے۔

means a person of the tribe of النمل,a Namlite. (244) Thus نملة

۸...... سورہ الکوثر میں لفظ الکوثر کے متعلق لکھا ہے۔

So the الــکــوثــر refered to in this verse.(245)

Promised Messiah may be

یہ بات بالکل واضح ہے کہ "الکوثر" سے آنحضرت a کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے۔لیکن یہاں تحریف قرآنی کی گئی ہے تفسیر جلالین میں الکوثر کے متعلق لکھا ہے" هو نهر في الجنة او هو حوضة ترد عليه امته او الكوثر الكثير من النبوة والقرآن والشفاعة ونحوها۔"(۲۴۶)

۹...... سورہ لہب میں "وامرته حما لة الحطب" کی تفسیر میں لکھا ہے۔

The verse may also apply to people in Western Democracies or in the Communit Bloc who spread columnies and false accusations against Islam and urge their Leaders to break its power.(247)

THE HOLY QURAN میں مذکور امتیازی مسائل کا جائزہ

اس تفسیر میں اس بات کی بھی کوشش کی گئی ہے کہ کسی طرح مرزا غلام احمد کو نبی ثابت کیا جائے اور اس کے لئے قرآنی آیات میں تحریفات بھی کی گئی ہیں۔

۱۰...... سورہ صف میں لفظ "اسمه احمد" کے متعلق لکھا ہے۔

Thus the prophecy mentioned in the verse under comments applies to the Holy Prophet,but as a corollary it may also apply to the promised Messiah.Founder of the Ahmadiyya Movement,since in his person the Second Manifestation of the Holy Prophet took place.To this Second Manifestation or Second Coming of the Holy Prophet.(248)

۱۱ ...... واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم کی تفسیر میں لکھا ہے۔

The reference in the verse and in a well-known saying of the Holy Prophet is to the Second Advant of the Holy Prophet in the person of the promised Messiah in the Latter Days.(249)

حیات عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عقیدہ

اس تفسیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق وہی عقیدہ اپنایا گیا ہے جو جماعت احمدیہ کا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔چنانچہ سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۵۵ میں "متــــوفیک" کا معنی موت کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو ثابت کیا ہے۔اور دلیل میں وہی لفظ کی تقدیم وتاخیر کی بحث اور فاعل ومفعول کی بحث کو بیان کیا ہے۔

ملک غلام فرید

ملک غلام فرید جماعت احمدیہ ربوہ کے قدیم بزرگوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔۷ جنوری ۱۹۷۷ء کو ان کی وفات پر روزنامہ الفضل نے ۸ جنوری ۱۹۷۷ء کو ان کی مختصر جماعتی خدمات پر ایک مضمون لکھا تھا جو کہ درج ذیل ہے۔

آپ کے والد کا نام ملک نورالدین یہ بھی قادیانی تھے۔مرزا بشیر الدین نے جب واقفین زندگی کی تحریک چلائی تو ملک غلام فرید اس تحریک میں سب سے پہلے شامل ہونے والوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔اس کے بعد آپ کو جماعت کی تبلیغ کے لئے پہلے جرمنی پھر انگلستان بھیجا گیا تھا۔آپ کو دوبارہ قادیان میں لا کر رسالہ سن رائز اور پھر رسالہ ریو آف ریلیجنز کی ادارت کے فرائض سونپے گئے۔اس کے بعد مرزا بشیر الدین نے ایک ٹیم قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کے لئے بنائی جس میں مرزا بشیر الدین، مولوی شیر علی اور ملک غلام فرید شامل تھے۔مولوی شیر علی کی وفات اور مرزا بشیر الدین کی مصروفیات کے باعث اس کام کی تمام تر ذمہ داریاں ملک غلام فرید پر آ گئیں۔ملک غلام فرید نے جماعت کی طرف سے ان ذمہ داریوں کو احسن طریقے

سے نبھاتے ہوئے پہلے پانچ والیم میں تفسیر مکمل کی پھر پانچ والیم کو مختصر کر کے ایک والیم میں ایک تفسیر بھی لکھی جس میں اختصار کیا گیا ہے لوگوں کی آسانی کے لئے ملک غلام فرید نے یہ کام کیا۔ جس کا نام ہے "THE HOLY QURAN SHORT COMMENTARY" ہے۔

ملک غلام فرید بطور مصنف

ملک غلام فرید کی زیادہ تر خدمات جماعت احمدیہ میں قرآنی خدمات پر مبنی ہیں۔ اور زندگی کا زیادہ حصہ آپ اسی ٹیم میں رہے جو قرآنی خدمات کے لئے بنائی گئی تھی۔ ملک غلام فرید نے قرآن مجید کی ایک ڈکشنری بھی لکھی تھی جس کا ذکر مقدمے میں ہو چکا ہے۔

ملک غلام فرید کا عقیدہ

ملک غلام فرید اپنی زندگی کے آخر وقت تک جماعت احمدیہ ربوہ میں رہے اور مرزا البشیر الدین کے خاص ساتھیوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ملک غلام فرید کے بھی وہی خطرناک عقائد تھے جو مرزا البشیر الدین کے تھے۔ اور ملک غلام فرید نے انھیں عقائد کو مدنظر رکھ کر ہی انگریزی میں اپنی تفسیر لکھی۔

ملک غلام فرید کی وفات

ملک غلام فرید ۷ جنوری ۱۹۷۷ء کو جمعہ کے دن فوت ہوئے جماعت احمدیہ کے خلیفہ ثالث نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

THE HOLY QURAN SHORT COMMENTARY کا تعارف

قرآن مجید کی مختصراً انداز میں انگریزی زبان میں تفسیر کی گئی ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔ اس کے کل صفحات ۱۴۰۹ ہیں۔ آخر میں عربیک الفاظ کا انڈیکس بھی دیا گیا ہے۔ یہ تفسیر جماعت احمدیہ کی طرف سے نکالی گئی پانچ والیم کا خلاصہ

ہے۔اور مرزا بشیر الدین محمود احمد کے تفسیری اقوال کو مدنظر رکھ کر لکھی گئی ہے۔اس تفسیر میں ۴۷۴۴ مقامات کی تفسیر کی گئی ہے۔اس کا مکمل نام ہے۔

The Holy Quran Arabic Text with English Translation & Short Commentary

ملک غلام فرید کا تفسیری منہج

ملک غلام فرید سب سے پہلے سورت کا تعارف کراتے ہیں اس کے بعد عربی متن لکھ کر آگے انگلش میں ترجمہ کرتے ہیں اور نیچے اس کی وضاحت کرتے ہیں۔سب سے پہلے لغات کی کرتے ہیں پھر اس آیت کی تشریح کرتے ہیں۔اس تفسیر میں عربی کے اصلی الفاظ کو تشریح میں نہیں لکھا گیا۔

THE HOLY QURAN SHORT COMMENTARY میں مصادر و مراجع

ملک غلام فرید جیسا کہ تفسیر کے ابتداء میں لکھتے ہیں کہ میں نے سب سے پہلے قرآن سے استفادہ کیا ہے اس کے بعد مستند کتب احادیث (الجامع البخاری، الجامع المسلم) سے پھر مستند کتب لغات (مفردات امام راغب، لسان العرب) سے اور آخر میں تاریخی کتب سے استفادہ کیا ہے۔لیکن ملک غلام فرید ان سے استفادہ کر کے آخر میں اپنی رائے کو داخل کر کے اسی کو باقی دلائل پر اہمیت دے دیتے ہیں۔

THE HOLY QURAN SHORT COMMENTARY کا اصول تفسیر کی روشنی میں جائزہ

ملک غلام فرید کی تفسیر میں مرزا بشیر الدین محمود احمد کی تفسیر کی طرح کثرت سے غلطیاں پائی جاتی ہیں۔اور قاری کو ایسا لگتا ہے جیسے تفسیر صغیر کا انگلش میں ترجمہ کیا گیا ہو۔اس تفسیر میں بھی اصول تفسیر سے ہٹ کر ترجمے میں غلطی کی گئی ہے اور تفسیر میں اپنے عقائد کو ثابت کرنے کی بھر پور کوشش کی گئی ہے۔

۱...... "وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلاَئِكَةِ اسْجُدُوا لآدَمَ فَسَجَدُوا إِلاَّ إِبْلِيسَ"(۲۵۰)

And(remember)when We said to the angels:Prostrate yourselves before Adam.And they prostrated except Iblis(satan).

S.C.Tran.

And remember the time when We said to the angels,submit to Adam,and they all submitted.But Ibliis did not.(251)

۲...... "فَاقْتُلُوا أَنْفُسَكُم"(۲۵۲)

And kill yourselves.

S.C.Tran.

And kill your evil desires(253)

۳...... "وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّيْنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ"(۲۵۳)

And killed the Prophets wrongfully.

S.C.Tran.

And sought to play the Prophets unjustly.

حاشیہ میں لکھا ہے۔

to attempt or intend to kill.(255)

۴...... "وَمَن يُطِعِ اللّهَ وَالرَّسُولَ فَأُوْلَـئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيقِيْنَ وَالشُّهَدَاء وَالصَّالِحِيْنَ"(۲۵۶)

And whose obey Allah and the Messenger(Muhammad SAW),then they will be in

the company of those on whom Alllah has bestowed His Grace,of the Prophets,the Siddiqun(those followers of the Prophets who were first and foremost to believe in them,like Abu Bakr As-siddiq RA),the martyrs,and the righteous.

S.C.TRAN.

And whose obey Allah and this Messenger shall be among those on whom Allah has bestowed His blessings-the Prophets,the Truthful,the Martyrs and the Righteous.(257)

۵...... "فَأَمَاتَهُ اللّٰهُ مِئَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ" (۲۵۸)

اس آیت کی تشریح میں موت کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

His prayer was heard and he was made to see a vision that the restoration prayed for would take place in a hundred years.The verse does not mean that Ezekiel remained actually dead for a hundred years.(259)

۶...... سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۴۹ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرتے ہوئے لفظ "الطیر" کی بحث میں لکھا ہے:

Metaphorically the world signifies a highly spiritual man who soars high into spiritual regions.(260)

۷...... سورہ نمل میں قرآنی آیت "وادی النمل" کے متعلق لکھتے ہیں:

Naml being a proper noun the vally of

Al--Naml does not mean the vally of ants as is generally misunderstood but the vally where a tribe named Naml lived.(261)

۸...... ''يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنجِيْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيْم''(۲۶۲)

اس آیت مبارکہ کو مرزا غلام احمد کے زمانے کے ساتھ چسپاں کرتے ہوئے لکھتا ہے:

This verse also seems to refer to the time of the Promised Messiah when trade and commerce were to flourish and there was to be a mad rush for striking Profitable bargains.(263)

THE HOLY QURAN SHORT

COMMENTARY میں مذکور امتیازی مسائل کا جائزہ

ملک غلام فرید مرزا غلام احمد کو نبی تسلیم کرتا تھا۔ اور آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانی کا بھی قائل تھا۔ اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا بھی منکر تھا۔ ملک غلام فرید نے اپنے ان عقائد کو قرآنی آیات کی غلط تاویلات کرکے ثابت کیا ہے۔

۹...... چنانچہ اپنی تفسیر میں سورہ احزاب کی آیت نمبر ۴۰ کی تشریح میں لفظ ''خاتم النّبیین'' کے متعلق لکھتے ہیں کہ اگر آیت کا مفہوم یہ لیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا تو یہ بات آیت بالا کے مفہوم کے خلاف ہے۔ اس آیت سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی امت میں سے تو کوئی نبی آ سکتا ہے لیکن کسی اور امت میں سے کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جید صحابہ رضی اللہ عنہم مسائل پوچھنے آتے تھے فرماتی ہیں ''قولوا انه خاتم النّبيين و لا تقولوا لا نبی بعده'' تم آنحضرت ﷺ کو خاتم النّبیین تو کہو لیکن یہ نہ کہو کہ ان کے بعد نبی نہیں آئے گا۔ مزید اس بحث کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

Moreover the Quran clearly speaks of the advant of Prophets after the Holy Prophet.The Holy Prophet himself was clear in his mind as to the continuity of Prophethood after him.(264)

ملک غلام فرید نے حضرت عائشہ ؓ کی حدیث سے غلط انداز میں استدلال کیا ہے اور پوری عبارت کو بیان نہیں کیا اصل عبارت یوں ہے "اصلها في حديث عيسىٰ انه يقتل الخنزير و يكسر الصليب ويزيد في الحلال اى يريد في حلال نفسه بان يتزوج و يولد له و كان له يتزوج قبل رفعه الى السماء فزاد في الهبوط فحينئذ يتومن كل احد من اهل الكتاب يتيقن انه بشر و عن عائشة قولوا انه خاتم الانبياء و لا تقولو الا نبي بعده "آپ کا مقصد "لا نبي بعده" کی نفی سے فقط یہ ہے کہ اس لفظ کو نزول عیسیٰ کی نفی کے معنی میں استعمال کر کے مت کہو۔ باقی آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کی حضرت عائشہ ؓ خود قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ آپ سے مسند احمد میں مرفوعاً روایت ہے "لا يبقى بعدى من النبوت الا المبشرات اى الرئيا الصالحة." (۲۶۵) اور اسی طرح یہ کہنا کہ قرآن و حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ نبوت کا سلسلہ جاری ہے یہ بھی غلط ہے اس کی وضاحت میں نے مقدمہ میں بیان کر دی ہے۔

۱۰...... اسی طرح ملک غلام فرید قرآنی آیت "اسمه احمد" کا مصداق مرزا غلام احمد کو قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:

Thus the prophecy mentioned in the verse applies to the Holy Prophet,but as a curollary it may also apply to thePromised Messiah.Founder of the Ahmadiyya Movement,because he has also been called Ahmad in Divine

revelation(Barahin Ahmadiyya)and because

also in his person the Second Menifestation or Second Advent of the Holy Prophet took place.To this

Second Menifestation of the Holy Prophet,the third verse of Surah Al..Jumaah pointed refers.(266)

۱۱...... اسی طرح مزید آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانیہ کے متعلق "وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ" کی تشریح میں لکھتا ہے:

The reference in the verse and in a well-known saying of the Holy Prophet is to the Second Advant of the Holy Prophet himself in the person of the Promised Messiah in the Latter Days.Thus the Quran and the Hadith both agree that the present verse refers to the Second Advant of the Holy Prophet in the person of the Promised Messiah.(267)

عقیدہ حیاتِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

ملک غلام فرید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں اور قرآن میں جہاں بھی لفظ "توفی" کا آتا ہے اسے موت کے معنی میں لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو ثابت کرتے ہیں۔ اور سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۵۵ کے تحت مرزا غلام احمد کے دلائل بیان کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو ثابت کیا ہے۔

حوالہ جات

۱...... لاہوری، محمد علی، بیان القرآن (احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور) ص: ب۔

۲...... ریویو آف ریلیجنز، جلد ۴، نمبر ۱۲، ص: ۴۴۵، ۴۴۶۔ مضمون: محمد علی لاہوری۔

۳...... ریویو آف ریلیجنز، جلد ۸، نمبر ۵، ص: ۱۷۴۔ مضمون: محمد علی لاہوری۔

۴...... تذکرہ، ص: ۲۱، ۲۲۔

۵...... لاہوری، محمد علی، بیان القرآن، ص: ۴۷۔

۶...... تفسیر جلالین، ص: ۱۴۔

۷...... بیان القرآن، ص: ۲۱۵۔۲۲۰۔

۸...... بیان القرآن، ص: ۲۲۶۔

۹...... بیان القرآن، ص: ۳۹۳۔

۱۰...... آل عمران (۳) ۴۶۔

۱۱...... بیان القرآن، ص: ۲۱۳۔

۱۲...... بیان القرآن، ص: ۸۵۸۔

۱۳...... اعراف (۷) ۱۰۸۔

۱۴...... بیان القرآن، ص: ۵۲۷۔

۱۵...... انفال (۸) ۹۔

۱۶...... بیان القرآن، ص: ۵۵۵۔

۱۷...... مفاتیح الغیب معروف تفسیر کبیر، ۲۱۲۸/۱۔

۱۸...... ہود (۱۱) ۶۹۔

۱۹...... بیان القرآن، ص: ۶۵۸۔

۲۰...... تفسیر ابن عباس، ۲۳۹/۱۱۔

۲۱...... تفسیر ابن کثیر، ۳۳۲/۱۴۔

۲۲...... بیان القرآن، ص: ۵۶۸۔

۲۳...... ذاریٰت، ۳۳۔۳۴۔

۲۴...... بیان القرآن،ص:۶۶۷۔

۲۵...... نساء(۴)۱۱۶۔

۲۶...... مائدہ(۵)۷۲۔

۲۷...... محمد(۴۷)۳۴۔

۲۸...... کہف(۱۸)۶۱۔

۲۹...... بیان القرآن،ص:۸۳۵۔

۳۰...... بیان القرآن،ص:۹۰۷۔

۳۱...... تفسیر جلالین،ص:۳۱۵۔

۳۲...... انبیاء(۲۱)۷۹۔

۳۳...... بیان القرآن،ص:۹۰۹۔

۳۴...... تفسیر ابن کثیر،۳۵۸/۵۔

۳۵...... تفسیر فی ظلال القرآن،۱۶۵/۵۔

۳۶...... انبیاء(۲۱)۸۱۔

۳۷...... بیان القرآن،ص:۹۱۰۔

۳۸...... بیان القرآن،ص:۹۱۱۔

۳۹...... بیان القرآن،ص:۱۰۱۹۔

۴۰...... الصّٰفّٰت(۳۷)۱۴۲۔

۴۱...... بیان القرآن،ص:۱۱۶۱۔

۴۲...... مشکوٰۃ المصابیح،کتاب اسماء اللہ تعالیٰ،فصل ثانی،ص:۲۰۰۔

۴۳...... بیان القرآن،ص:۱۱۷۴۔

۴۴...... الدخان(۴۴)۲۴۔

۴۵...... بیان القرآن،ص:۱۲۴۷۔

۴۶...... تفسیر جلالین،ص:۴۶۹۔

۴۷...... بیان القرآن،ص:۱۳۵۶۔

۴۸...... تفسیر ابن عباس،۱۶۵/۲۔

۴۹...... تفسیر ابن کثیر، ۳۶۴/۸۔

۵۰...... بیان القرآن، ص:۱۴۸۸۔

۵۱...... بیان القرآن، ص:۱۴۹۶۔

۵۲...... معارف القرآن، ۲۷۸/۱۱۔

۵۳...... بیان القرآن، ص:۴۳۲۔

۵۴...... بیان القرآن، ص:۲۱۳۔

۵۵...... بیان القرآن، ص:۲۱۴۔

۵۶...... مریم (۱۹) ۲۷۔۲۸۔

۵۷...... تفسیر بحر المحیط، ۴۸۳/۱۲۔

۵۸...... تفسیر کشاف، ۳۹۱/۱۔

۵۹...... مرزا طاہر احمد، سوانح فضل عمر (فضل عمر فائنڈیشن، ۱۹۷۵ء) ۳/۱۔

۶۰...... امۃ القدوس، حضرت مصلح موعود (مجلس خدام الاحمدیہ، پاکستان) ص:۲۔

۶۱...... پیغام صلح، ۲۰ جولائی، ۱۹۳۴ء۔

۶۲...... الفضل، قادیان، ج ۲۳، نمبر ۷۹، ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۵ء، ص:۲۔

۶۳...... الفضل، قادیان، ج ۲۰، نمبر ۱۳۳، ۹ مئی ۱۹۳۳ء۔

۶۴...... پیغام صلح، ج ۲۲، نمبر ۳۷، ۱۹ جون ۱۹۳۴ء، ص:۷۔

۶۵...... بقرہ (۲) ۴۔

۶۶...... مرزا بشیر الدین محمود احمد، تفسیر کبیر (نظارت نشر و اشاعت، قادیان) ۱۳۶/۱۔

۶۷...... یوسف (۱۲) ۹۶۔

۶۸...... تفسیر کبیر، ۳۵۷/۳۔

۶۹...... بنی اسرائیل (۱۷) ۱۔

۷۰...... تفسیر کبیر، ۲۷۹/۴۔

۷۱...... بنی اسرائیل (۱۷) ۶۱۔

۷۲...... تفسیر کبیر، ۳۵۵/۴۔

۷۳...... مریم (۱۹) ۲۹۔

۷۴...... تفسیر کبیر، ۱۹۳/۵۔

۷۵...... طٰہٰ (۲۰) ۱۱۶۔

۷۶...... تفسیر کبیر، ۲۷۱/۵۔

۷۷...... انبیاء (۲۱) ۳۴۔

۷۸...... تفسیر کبیر، ۵۱۶/۵۔

۷۹...... انبیاء (۲۱) ۷۸۔

۸۰...... تفسیر کبیر، ۵۳۷/۵۔

۸۱...... انبیاء (۲۱) ۸۲۔

۸۲...... تفسیر کبیر، ۵۴۸/۵۔

۸۳...... حج (۲۲) ۷۔

۸۴...... تفسیر کبیر، ۱۲/۶۔

۸۵...... فرقان (۲۵) ۸۔

۸۶...... تفسیر کبیر، ۴۴۷/۶۔

۸۷...... روح المعانی، ۲۳۸/۱۸۔

۸۸...... شعراء (۲۶) ۱۵۳۔

۸۹...... تفسیر کبیر، ۲۳۰/۷۔

۹۰...... نمل (۲۷) ۸۲۔

۹۱...... تفسیر کبیر، ۴۴۳/۷۔

۹۲...... نمل (۲۷) ۹۰۔

۹۳...... تفسیر کبیر، ۴۵۳/۷۔

۹۴...... قصص (۲۸) ۸۱۔

۹۵...... تفسیر کبیر، ۵۵۱/۷۔

۹۶...... عنکبوت (۲۹) ۴۰۔

۹۷...... تفسیر کبیر، ۶۲۹/۷۔

۹۸...... نازعات (۷۹) ۱۳، ۱۴۔

۹۹...... تفسیر کبیر، ۱۱۷/۸۔

۱۰۰...... تفسیر کبیر، ۳۹/۱۱۔

۱۰۱...... تفسیر کبیر، ۱۶۶/۳۔

۱۰۲...... تفسیر ابن عباس، ۲۳۳/۱۱۔

۱۰۳...... تفسیر جلالین، ص: ۲۱۷۔

۱۰۴...... تفسیر کبیر، ۲۰۲/۳۔

۱۰۵...... تفسیر کبیر، ۲۱۴/۳۔

۱۰۶...... تفسیر کبیر، ۲۱۵/۳۔

۱۰۷...... تفسیر کبیر، ۲۲۲/۳۔

۱۰۸...... تفسیر کبیر، ۳۵۶/۳۔

۱۰۹...... تفسیر کبیر، ۴۶۶/۴۔

۱۱۰...... تفسیر کبیر، ۴۶۹/۴۔

۱۱۱...... تفسیر ابن کثیر، ۳۱۳/۱۱۔

۱۱۲...... تفسیر کبیر، ۴۷۲/۴۔

۱۱۳...... تفسیر کبیر، ۴۷۹/۴۔

۱۱۴...... تفسیر کبیر، ۴۸۴/۴۔

۱۱۵...... تفسیر کبیر، ۴۸۶/۴۔

۱۱۶...... تفسیر کبیر، ۴۸۹/۴۔

۱۱۷...... تفسیر کبیر، ۶۰۸/۷۔

۱۱۸...... تفسیر ابن عباس، ۳۱۶/۱۱۔

۱۱۹...... بقرہ (۲) ۳۴۔

۱۲۰...... تفسیر صغیر، ص: ۱۲۔

۱۲۱...... تفسیر ابن کثیر، ج ۷۷/۱۱۔۷۸۔

۱۲۲...... بقرہ (۲) ۷۲۔

۱۲۳...... تفسیر صغیر، ص: ۱۸۔

۱۲۴...... بقرہ(۲)۴۳۔

۱۲۵...... تفسیر صغیر، ص:۱۸۔

۱۲۶...... بقرہ(۲)۱۴۱۔

۱۲۷...... تفسیر صغیر، ص:۳۰۔

۱۲۸...... بقرہ(۲)۱۸۷۔

۱۲۹...... تفسیر صغیر، ص:۴۰۔۴۱۔

۱۳۰...... مفردات غریب القرآن، ج۱/۱۶۳۔

۱۳۱...... آل عمران(۳)۴۳۔

۱۳۲...... تفسیر صغیر، ص:۸۵۔

۱۳۳...... المفردات فی علوم القرآن، ص:۲۰۲۔

۱۳۴...... تفسیر کبیر، ج۷/۴۸۔

۱۳۵...... آل عمران(۳)۱۱۲۔

۱۳۶...... تفسیر صغیر، ص:۹۴۔

۱۳۷...... مائدہ(۵)۱۱۷۔

۱۳۸...... تفسیر صغیر، ص:۱۶۳۔

۱۳۹...... روح المعانی، ۷/۶۹۔

۱۴۰...... اعراف(۷)۱۶۰۔

۱۴۱...... تفسیر صغیر، ص:۲۱۲۔

۱۴۲...... یوسف(۱۲)۳۱۔

۱۴۳...... تفسیر صغیر، ص:۲۹۴۔

۱۴۴...... تفسیر مظہری، ۵/۲۷۔

۱۴۵...... الفرقان(۲۵)۸۔

۱۴۶...... تفسیر صغیر، ص:۴۵۸۔

۱۴۷...... النمل(۲۷)۱۸۔

۱۴۸...... تفسیر صغیر، ص:۴۸۶۔

۱۴۹...... سورۂ نمل (۲۷) ۳۹۔

۱۵۰...... تفسیر صغیر، ص: ۴۸۹۔

۱۵۱...... النمل (۲۷) ۹۰۔

۱۵۲...... تفسیر صغیر، ص: ۴۹۵۔

۱۵۳...... القنوجی، نواب محمد صدیق حسن، بھوپالی، تفسیر فتح البیان فی مقاصد القرآن (المطبعۃ الکبریٰ، مصر، ۱۳۰۱ھ، ط: ۱) ۷/ ۹۳۔

۱۵۴...... سورۂ سبا (۳۴) ۱۰۔

۱۵۵...... تفسیر صغیر، ص: ۵۶۱۔

۱۵۶...... سورۂ طور (۵۲) ۴۔

۱۵۷...... تفسیر صغیر، ص: ۶۹۷۔

۱۵۸...... سورۂ رحمٰن (۵۵) ۳۱۔

۱۵۹...... تفسیر صغیر، ص: ۷۱۳۔

۱۶۰...... مدثر (۷۴) ۱۔

۱۶۱...... تفسیر صغیر، ص: ۷۸۲۔

۱۶۲...... القیامہ (۷۵) ۹۔

۱۶۳...... تفسیر صغیر، ص: ۷۸۶۔

۱۶۴...... آل عمران (۳) ۵۹۔

۱۶۵...... تفسیر صغیر، ص: ۸۷۔

۱۶۶...... الانعام (۶) ۱۲۸۔

۱۶۷...... تفسیر صغیر، ص: ۱۸۱۔

۱۶۸...... سورۂ اعراف (۷) ۱۴۔

۱۶۹...... تفسیر صغیر، ص: ۱۸۹۔

۱۷۰...... سورۂ اعراف (۷) ۲۴۔

۱۷۱...... تفسیر صغیر، ص: ۱۹۱۔

۱۷۲...... تفسیر صغیر، ص: ۳۵۵۔

۱۷۳...... انبیاء(۲۱)۸۱۔

۱۷۴...... تفسیر صغیر،ص:۴۱۷۔

۱۷۵...... سورۂ انبیاء(۲۱)۹۸۔

۱۷۶...... تفسیر صغیر،ص:۴۲۰۔

۱۷۷...... سورۂ عنکبوت(۲۹)۲۷۔

۱۷۸...... تفسیر صغیر،ص:۵۱۷۔

۱۷۹...... تفسیر ابن عباس،۳۱۷/۱۱۔

۱۸۰...... سورۂ سبا(۳۴)۱۰۔

۱۸۱...... تفسیر صغیر،ص:۵۶۰۔۵۶۱۔

۱۸۲...... سورۂ سبا(۳۴)۱۴۔

۱۸۳...... تفسیر صغیر،ص:۵۶۱۔

۱۸۴...... رحمٰن(۵۵)۳۴۔

۱۸۵...... تفسیر صغیر،ص:۷۱۴۔

۱۸۶...... سورۂ ہمزہ(۱۰۴)۴۔

۱۸۷...... تفسیر صغیر،ص:۸۴۴۔

۱۸۸...... سورۂ فیل(۱۰۵)۳۔

۱۸۹...... تفسیر صغیر،ص:۸۴۵۔

۱۹۰...... سورۂ کوثر(۱۰۸)۱۔

۱۹۱...... تفسیر صغیر،ص:۸۴۷۔

۱۹۲...... سورۂ لہب(۱۱۱)۴۔

۱۹۳...... تفسیر صغیر،ص:۸۴۹۔

۱۹۴...... تفسیر ابن عباس،۱۶۳/۱۔

۱۹۵...... سورۂ بقرہ(۲)۴۔

۱۹۶...... تفسیر صغیر،ص:۵۔

۱۹۷...... آل عمران(۳)۵۰۔

۱۹۸...... تفسیر صغیر،ص:۸۶۔

۱۹۹...... تفسیر صغیر،ص:۵۵۱۔

۲۰۰...... تفسیر صغیر،ص:۵۵۳۔

۲۰۱...... تفسیر صغیر،ص:۱۳۶۔

۲۰۲...... تفسیر صغیر،ص:۱۴۳۔

۲۰۳...... تفسیر صغیر،ص:۱۵۵۔

۲۰۴...... تفسیر صغیر،ص:۱۹۲۔

۲۰۵...... تفسیر صغیر،ص:۶۵۱۔

۲۰۶...... روز نامہ ''الفضل'' ربوہ، (۵نومبر،۱۹۷۷ء۔) ج۶۶/۳۱، شمارہ نمبر ۲۴۹۔

۲۰۷...... بہاولپوری، عبداللطیف، تفسیر سورہ کہف، (ضیاء الاسلام پریس، ربوہ۔) ص:۳۔

۲۰۸...... بہاولپوری، تفسیر سورۃ القیامہ والدھر (ضیاء الاسلام پریس، ربوہ، ۱۹۷۹ء۔) ص:۵۔۶۔

۲۰۹...... روز نامہ ''الفضل'' ربوہ، (۵نومبر،۱۹۷۷ء۔) ج۶۶/۳۱، شمارہ نمبر ۲۴۹۔

۲۱۰...... تفسیر سورہ کہف، ص:۳۷۔

۲۱۱...... تفسیر سورہ کہف، ص:۴۰۔

۲۱۲...... تفسیر سورہ کہف، ص:۷۵۔

۲۱۳...... یٰسین (۳۶)۴۔

۲۱۴...... تفسیر سورہ یٰس، ص:۱۰۔

۲۱۵...... دھر (۷۶)۱،۲۔

۲۱۶...... تفسیر سورہ قیامہ والدھر، ص:۲۶۔

۲۱۷...... تفسیر سورہ بنی اسرائیل، ص:۱۹۔۲۰۔

۲۱۸...... تفسیر سورہ بنی اسرائیل، ص:۲۳۲۔۲۳۵۔

۲۱۹...... تفسیر نسفی، ۲/۴۰۱۔

۲۲۰...... تفسیر سورہ کہف، حاشیہ ص:۲۷۱۔۲۷۲۔

۲۲۱...... تفسیر سورہ کہف، ص:۶۔

۲۲۲...... تفسیر سورہ کہف، ص:۷۔

۲۲۳...... تفسیر سورہ کہف، ص:۲۶۔۲۷۔

۲۲۴...... تفسیر کشاف ۲/۷۰۴۔۷۰۵۔

۲۲۵...... تفسیر سورہ کہف، ص:۳۳۔

۲۲۶...... بہاولپوری، عبداللطیف، تفسیر سورہ یٰسین (ضیاء الاسلام پریس، ربوہ) ص:۲۱۔

۲۲۷...... تفسیر سورہ یٰسین، ص:۵۴۔۵۹۔

۲۲۸...... تفسیر کشاف، ۴/۱۰۔

۲۲۹...... تفسیر سورۃ القیامہ والدھر، ص:۸۔۹۔

۲۳۰...... تفسیر سورہ القیامہ والدھر، ص:۲۷۔

۲۳۱...... تفسیر سورہ القیامہ والدھر، ص:۱۶۱۔

۲۳۲...... بقرہ (۲) ۴۔

233...... THE HOLY QURAN Five Volume,Islam International Publication Limited 1954,P:1/34.

۲۳۴...... بقرہ (۲) ۵۴۔

235...... THE HOLY QURAN,P:1/116.

۲۳۶...... بقرہ (۲) ۷۳۔

237...... THE HOLY QURAN,1/135.

۲۳۸...... آل عمران (۳) ۴۶۔

239...... THE HOLY QURAN,P:2/395.

۲۴۰...... بنی اسرائیل (۱۷) ۱۔

241...... THE HOLY QURAN,P:3/1404.

۲۴۲...... نمل (۲۷) ۸۲۔

243...... THE HOLY QURAN,P:4/1987.

244...... THE HOLY QURA,P:4/1968.

245...... THE HOLY QURAN,P:5/2898.

۲۴۶...... تفسیر جلالین، ص:۵۸۶۔

247...... THE HOLY QURAN,P:5/2906.

248...... THE HOLY QURAN,P:5/2621.

249...... THE HOLY QURAN,P:5/2627.

۲۵۰...... بقرہ(۲)۳۳۔

251...... Malik Gulam Farid,THE HOLY QURAN SHORT COMMENTARY,Islam International Publication Limited 2002,P:25.

۲۵۲...... بقرہ(۲)۵۴۔

253...... THE HOLY QURAN SHORT COMMENTARY,P:32.33.

۲۵۴...... بقرہ(۲)۶۱۔

255...... THE HOLY QURAN SHORT COMMENTARY,P:35.

۲۵۶...... نساء(۴)۶۸۔

257...... THE HOLY QURAN SHORT COMMENTARY,P:203.

258...... THE HOLY QURAN SHORT COMMENTARY,P:105.

259...... THE HOLY QURAN SHORT COMMENTARY,P:138.

260...... THE HOLY QURAN SHORT COMMENTARY,P:769.

261...... THE HOLY QURAN SHORT COMMENTARY,P:

۲۶۲...... صف(۶۱)۱۰۔

263...... THE HOLY QURAN SHORT COMMENTARY,P1133.

264...... THE HOLY QURAN SHORT COMMENTARY,P858.

۲۶۵...... مسند احمد،۶/۱۲۹۔

266...... THE HOLY QURAN SHORT COMMENTARY,P:1132.

267...... THE HOLY QURAN SHORT COMMENTARY, P:1136,1137.

باب چہارم

شیخ عبدالرحمٰن مصری

یہ وہی عبدالرحمٰن مصری (۱۸۹۰ء تا ۱۹۷۹ء) ہیں جنھوں نے جی۔ڈی کھوسلہ کی عدالت میں مرزا بشیرالدین کے خلاف یہ بیان دیا تھا کہ مرزا بشیرالدین محمود زنا کار ہے، تقدس کے پردے میں عورتوں اور لڑکوں کو ہوس کا نشانہ بناتا ہے اور یہ بھی کہ مرزا محمود نے ایک الگ سوسائٹی بنائی ہوئی ہے جس میں درپردہ زنا ہوتا ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن مصری جماعت احمدیہ میں اہل علم و قلم شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے اور ۱۵ یا ۱۶ سال کی عمر میں مرزا غلام احمد سے متاثر ہو کر اس پر ایمان لے آیا۔ شیخ عبدالرحمٰن مصری ۱۹۳۷ء میں مرزا بشیرالدین محمود احمد کی طرف سے اپنے بیٹے بشیر احمد مصری کے ساتھ بدفعلی اور مرزا بشیرالدین محمود احمد کی انتہائی غلط حرکات کی وجہ سے جماعت احمدیہ ربوہ کو چھوڑ کر جماعت لاہور میں شامل ہو گئے تھے۔ شیخ عبدالرحمٰن مصری کے بیٹے بشیر احمد مصری بعد میں دائرہ اسلام میں شامل ہو گئے تھے۔ انہوں نے مرزا بشیرالدین محمود احمد کی زناء کاریوں اور اپنے اوپر ہونے والی زیادتیوں کو مسلمان ہونے کے بعد بیان کیا ہے جو کہ پڑھنے کے لائق ہے۔ جماعت احرار نے اپنے ماہنامہ رسالہ ''نقیب ختم نبوت'' میں اس مضمون کو کئی بار شائع کیا ہے۔

شیخ عبدالرحمٰن مصری بطور مصنف

شیخ عبدالرحمٰن ایک اہل قلم انسان شمار کیا جاتا تھا۔ آپ نے بہت سی کتب بھی لکھی ہیں۔ یہ قلم ابتداء میں جماعت ربوہ کی حمایت میں اٹھتا تھا لیکن اپنے بیٹے بشیر احمد پر زیادتیوں کے بعد جماعت احمدیہ ربوہ کی اہم شخصیات کے متعلق اٹھتا رہا اور عبدالرحمٰن نے اس جماعت کے کردار کو سب کے سامنے کھول کے رکھ دیا۔

شیخ عبدالرحمٰن مصری کا عقیدہ

شیخ عبدالرحمٰن مصری ابتداء میں تو مرزا غلام احمد کو نبی تسلیم کرتا تھا۔ لیکن مرزا

بشیر الدین کی طرف سے اپنے بیٹے پر زیادتیوں کی وجہ سے اپنے اس عقیدے کو خیر آباد کہہ کر لاہوری گروپ میں شامل ہو گیا اور اب مرزا غلام احمد کو نبی کے بجائے مہدی اور مجدد کہتا تھا۔ اور اس پر آپ نے بہت سی کتب بھی لکھ ڈالیں۔

شیخ عبدالرحمٰن مصری کی وفات

شیخ عبدالرحمٰن مصری کی وفات ۱۹۷۹ء میں ہوئی تھی۔

تفسیر ''سورۂ اعلیٰ'' کا تعارف

عبدالرحمٰن مصری نے سورۂ اعلیٰ کی تفسیر کرتے ہوئے حضور ﷺ کا بلند ترین مقام اور قیامت تک آنے والی ضرورتوں کو پورا کرنے والے تمام قرآنی علوم حضور ﷺ کی فطرت میں رکھے گئے ہیں کو ثابت کیا ہے اور ساتھ مرزا غلام احمد کو مسیح موعود و مہدی موعود کے القاب دے کر ان کے ذریعہ سے حضور ﷺ کی فضیلت کو بیان کیا ہے اور جماعتِ احمدیہ ربوہ والوں کی بھی خوب تردید کی ہے اور آخر میں مرزا غلام احمد کے زمانہ کے کچھ واقعات کو بیان کر کے مرزا غلام احمد کو بہت بڑا مجدد ثابت کیا ہے۔ اس تفسیر کے بتیس صفحات ہیں اور یہ تفسیر انجمن جماعتِ احمدیہ لاہور نے شائع کی۔

تفسیر ''سورۂ اعلیٰ'' کا منہج

سورۂ اعلیٰ کی آیت بیان کر کے اس کی تفسیر کرتے ہیں جس میں زیادہ تر حضور ﷺ کی شان و عظمت کو بیان کیا ہے۔

تفسیر سورۂ اعلیٰ کے مصادر و مراجع

شیخ عبدالرحمٰن مصری نے آیاتِ قرآنی اور مرزا غلام احمد کے اقوال و الہامات سے استدلال کیا ہے۔

شیخ عبدالرحمٰن مصری نے اپنی تفسیر کے اندر حضور ﷺ کی عظمت کے ساتھ ساتھ مرزا غلام احمد کی عظمت کو بھی بیان کیا ہے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے مرزا غلام احمد کے اس الہام کو پیش کرتے ہیں ''تبارک من تعلم و تعلم''۔(۱)

پیر صلاح الدین

قادیانیوں کے مفسرین میں سے جس مفسر نے اپنی تفسیر میں سب سے زیادہ احتیاط کی ہے اور بڑے محتاط انداز میں تحریف کی ہیں اور وہ بھی دوسرے قادیانیوں کی تفسیروں سے بہت کم وہ پیر صلاح الدین ہیں۔ انہوں نے صرف چند ایک مقامات پر اپنے عقائد کو بہت محتاط انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کے مختصر سے حالات جو کہ ان کی وفات پر روزنامہ الفضل میں ۲۸ مارچ ۱۹۹۳ء کو چھپے تھے درج ذیل ہیں۔

آپ کے والد کا نام پیر اکبر علی ہے پیر صاحب نے ایک لمبا عرصہ سرکاری نوکری کی۔ ڈپٹی کمشنر اور ڈپٹی سیکریٹری رہے ریٹائرمنٹ کے بعد علمی سرگرمیوں میں زیادہ توجہ دی اور جماعت احمدیہ کے لئے کئی کتب وتراجم یادگار چھوڑیں۔

پیر صلاح الدین کا عقیدہ

پیر صلاح الدین مرزا غلام احمد کو نبی مانتے تھے اور آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانیہ کے قائل تھے۔

پیر صلاح الدین کی وفات

پیر صلاح الدین کی وفات ۲۴ مارچ ۱۹۹۳ء کو راولپنڈی میں ہوئی تھی۔

''قرآن مجید ترجمہ مع تفسیر'' کا تعارف

اس تفسیر میں سورتوں اور آیات کے ربط کا خصوصی خیال رکھا گیا ہے۔ یہ تفسیر چار جلدوں میں ہے۔ پہلی جلد کی ابتداء میں تمہید بیان کی گئی ہے جس میں قرآنی اصطلاحات اور جماعت احمدیہ کے جنت و دوزخ اور حروف مقطعات کے بارے میں نظریہ کو بیان کیا ہے۔

جلد اول	سورہ فاتحہ تا سورہ نساء	ستمبر ۱۹۷۴ء	۵۲۰ صفحات
جلد دوم	سورہ مائدہ تا سورہ کہف	اگست ۱۹۷۸ء	۵۲۱ تا ۱۴۳۶ صفحات

جلد سوم سورہ مریم تا سورہ احقاف فروری ۱۹۸۱ء ۱۴۳۷ تا ۵۲

جلد چہارم سورہ محمد تا سورہ الناس دسمبر ۱۹۸۱ء ۲۳۵۴ تا ۲۹۴۲

پیر صلاح الدین کا تفسیری منہج

ابتداء میں سورۃ کی تمام آیات کا آپس میں ربط بیان کرتے ہیں اس کے بعد قرآنی آیت کا متن لکھ کر اس کا ترجمہ کرتے ہیں پھر لغوی بحث کر کے اس کی تفسیر کرتے ہیں۔

''قرآن مجید ترجمہ مع تفسیر'' میں مصادر و مراجع

پیر صلاح الدین اپنی تفسیر میں روح البیان، تفسیر رازی، تفسیر بیضاوی اور کتب سابقہ اور لغات میں سے تاج العروس وغریب القرآن کے علاوہ حکیم نور الدین کے اقوال سے دلیل لیتے ہوئے ان کا کثرت سے حوالہ پیش کرتے ہیں۔

قرآن مجید ترجمہ مع تفسیر'' کا اصول تفسیر کی روشنی میں جائزہ

۱ ...... وکان الانسان قتورا (۲)

''اور انسان تو ہے ہی بڑا تنگ دل۔''

پیر صلاح الدین کا ترجمہ

''بات یہ ہے کہ کافر بہت ہی بخیل ہے۔'' (۳) یہاں صرف کافر کو خاص کرنا غلط ہے۔

۲...... وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ (۴)

''اور (یاد کرو) جب کہا تھا ہم نے فرشتوں سے کہ سجدہ کرو آدم علیہ السلام کو تو سجدہ کیا سب نے سوائے ابلیس کے۔''

پیر صلاح الدین کا ترجمہ

''وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم کی اطاعت کرو۔ اور ان سب نے اطاعت کی۔ مگر نہ کی تو ابلیس نے۔'' (۵)

۳...... حَتّٰى إِذَا أَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ (٦)

"(اور چل پڑے) حتی کہ جب پہنچے وہ چیونٹیوں کی وادی میں تو کہا ایک چیونٹی نے، اے چیونٹیو گھس جاؤ اپنے بلوں میں۔"

پیر صلاح الدین کا ترجمہ:

"اور جب وہ وادی نمل میں پہنچے تو نمل قوم کی ایک معزز عورت نے کہا۔ اے اہل نمل اپنے گھروں میں گھس جاؤ۔" (۷) نمل سے کسی بھی لغت کی کتاب میں عورت معنی مراد نہیں لیا گیا۔

۴...... وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ (۸)

"اور (اس رسول کی بعثت) ان دوسرے لوگوں کے لئے بھی ہے جو انہی میں سے ہیں (اور) ابھی نہیں ملے آکر ان کے ساتھ۔"

پیر صلاح الدین کا ترجمہ:

"اور وہ اس رسول کو ان دوسرے لوگوں میں بھی بھیجے گا جو صحابہ کرام میں سے ہوں گے لیکن مکان اور زمان کے اعتبار سے ان سے جدا ہوں گے۔" (۹)

رسول اللہ ﷺ کی بعثت ثانیہ کو ثابت کرنے کے لئے اس آیت کے معنی میں تحریف کی گئی ہے۔

۵...... وَإِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ (۱۱)

"جب وحشی جانور (مارے خوف کے) اکٹھے ہو جائیں گے۔"

پیر صلاح الدین کا ترجمہ:

"جب وحشی قوموں کو اکٹھا کیا جائے گا۔" (۱۲)

۶...... وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (۱۳)

"اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے۔"

پیر صلاح الدین کا ترجمہ:

''جب کتابیں عام کی جائیں گی۔''(۱۴)

اس کے علاوہ پیر صلاح الدین نے اپنی تفسیر کے اندر جو بھی تفسیر کی ہے زیادہ تر سلف صالحین کی طرف اس کی نسبت کر دیتے ہیں۔اس لئے ان کی یہ تفسیر زیادہ تحریفات کا شکار نہیں ہوئے۔لیکن پیر صلاح الدین نے دو جگہوں پر اپنے عقیدہ کو ضرور بیان کر دیا ہے۔جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پیر صلاح الدین بھی قادیانی عقائد رکھتے تھے۔

۷...... پیر صلاح الدین مرزا غلام احمد کی شان اور ان کے دعووں کو ثابت کرنے کے لئے قرآنی آیت ''وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ''(۱۵) کی تفسیر میں مرزا غلام احمد کو بھی اس آیت کا مصداق قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ'' قصہ مریم کو دوبار بیان کر کے مریم اور مسیح کی دو بعثتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔''(۱۶)

یہ تفسیر پیر صلاح الدین نے اس لئے کی ہے تاکہ مرزا غلام احمد کے اس دعوے کو سچا کر سکے کہ جس میں اس نے کہا تھا کہ میں مریم بھی ہوں۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلاً إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ وَقَالُوا أَآلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلاً بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ (۱۷)ان آیات میں جہاں یہ بتایا ہے کہ ابن مریم کی بعثت ثانیہ تمثیلی رنگ میں ہو گی وہاں یہ بھی بتایا ہے کہ تیری قوم اس کے مقابلے میں اپنے علماء کو ترجیح دے گی ....اس قصہ سے پہلے یحیٰی کا قصہ بھی بیان کیا گیا ہے۔سو یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح یحیٰی مسیح کے لئے بطور ارہاص اور مصدق تھے اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی مثیل مسیح کے لئے بطور ارہاص اور مصدق ہیں۔(۱۸)

۸...... ''حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ'' کی تفسیر میں آنحضرت ﷺ کی دوسری بعثت ثانیہ کو ثابت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ'' ابجد کے اعتبار سے اس کے ۱۲۸۲ عدد بنتے ہیں

گویا ۱۲۸۲ برس کے بعد ایک نیا دن نمودار ہوگا یعنی آنحضرت ﷺ ایک نئی شان میں ظاہر ہوں گے۔"(۱۹)

مرزا طاہر احمد

جماعت احمدیہ میں مرزا طاہر احمد اپنے رنگیلا پن کی وجہ سے مشہور ہیں۔ ۱۸ دسمبر ۱۹۲۸ء کو مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر الدین کے ہاں پیدا ہوئے۔ مرزا طاہر احمد نے ابتدائی تعلیم قادیان میں تعلیم الاسلام سکول سے حاصل کی اور ایف۔ ایس۔ سی گورنمنٹ کالج لاہور سے کی پھر پرائیویٹ بی۔ اے کرنے کے بعد جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا اور ۱۹۵۳ء کو درجہ شاہد پاس کیا آپ کے مقالے کا عنوان تھا "النبوہ فی الامۃ۔"

جماعت احمدیہ کے لئے خدمات

۱۹۵۷ء کو لندن واپسی کے بعد آپ کو وقف جدید کی نگرانی کا کام سونپا گیا۔

۶۷۔۱۹۶۶ء میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے صدر منتخب ہوئے۔

۱۹۷۹ء میں صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ منتخب ہوئے۔

خلافت

۱۰ جون ۱۹۸۲ء کو بیت مبارک ربوہ میں آپ کو جماعت احمدیہ کا چوتھا خلیفہ منتخب کیا گیا۔

مرزا طاہر احمد کے دور کے اہم کام

۱...... ۱۹۸۹ء کو ایم۔ ٹی۔ اے کلاس کا آغاز ہوا۔

۲...... ۲۳ مارچ ۱۹۸۹ء کو جماعت کا صد سالہ جشن منایا گیا۔

بیوت الحمد تحریک

احمدی غرباء کے لئے ۱۰۰ مکانات تعمیر کئے گئے۔

دعوت الی اللہ کی تحریک

غیر احمدیوں کو دعوت دینے میں تیزی۔

سیدنا بلال فنڈ

احمدی قیدیوں اور مرنے والوں کے گھروں کی امداد کے لئے ایک فنڈ تنظیم بنائی گئی۔

وقف نو

احمدی لوگ اپنی اولاد کو جماعتی سرگرمیوں کے لئے وقف کر دیتے ہیں۔

مرزا طاہر احمد بطور مصنف

آپ کی بہت سی تصانیف ہیں زیادہ تر شاعری پر مبنی ہیں۔اس کے علاوہ مذہب کے نام پر خون اور وصال ابن مریم جیسی کتابیں شامل ہیں۔

وفات

مرزا طاہر احمد نے انگلستان میں ۱۹ اپریل ۲۰۰۳ء کو ۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔

''قرآن مجید'' کا تعارف

یہ تفسیر ایک جلد میں ہے۔اس میں ترجمہ قرآن کے ساتھ مختصر انداز میں تشریح کی گئی ہے۔اس کے کل صفحات ۱۲۳۱ ہیں۔اس کے آخر میں مضامین، اسماء، مقامات اور کتابیات کا انڈیکس حروف تہجی کے اعتبار سے دیا گیا ہے۔

مرزا طاہر احمد کا تفسیری منہج

ابتداء میں سورہ کا تعارف کراتے ہیں اس کے بعد قرآنی متن لکھ کر ترجمہ کرتے ہیں۔اور کبھی کبھی حاشیہ میں مختصری وضاحت بھی کر دیتے ہیں۔

''قرآن مجید'' میں مصادر و مراجع

مرزا طاہر احمد لغوی وضاحت میں مفردات امام راغب سے استفادہ کرتے

ہیں۔اس کے علاوہ اپنی رائے سے تشریح کرتے ہیں اور کہیں کہیں مرزا غلام احمد کے اقوال والہامات کو بھی بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں۔

''قرآن مجید'' کا اصول تفسیر کی روشنی میں جائزہ

۱...... فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم (۲۰)

''تو حکم دیا انہیں اللہ نے کہ مر جاؤ۔ پھر ان کو زندہ کر دیا۔''

مرزا طاہر احمد کا ترجمہ

''تو اللہ نے ان سے کہا تم موت قبول کرو۔اور پھر (اس طرح) انہیں زندہ کر دیا۔'' (۲۱)

حاشیہ میں ہے ''موتوا'' سے مراد جسمانی موت نہیں ہے کیونکہ خودکشی حرام ہے.........اس سے مراد اپنے نفسانی جذبات پر موت وارد کرنا ہے۔'' (۲۲)

۲...... وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّيْنَ بِغَيْرِ حَق (۲۳)

''اور قتل کرتے ہیں نبیوں کو ناحق۔''

مرزا طاہر احمد کا ترجمہ

''اور نبیوں کی ناحق سخت مخالفت کرتے ہیں۔'' (۲۴)

۳...... قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِيْنَ (۲۵)

''کہہ دو کہ آچکے ہیں تمہارے پاس کتنے ہی رسول مجھ سے پہلے روشن نشانیاں لے کر اور وہ نشانی بھی جو تم نے کہی ہے،تو پھر کیوں قتل کیا تم نے ان کو،اگر تم سچے ہو۔''

مرزا طاہر احمد کا ترجمہ

''تو (ان سے) کہہ دے کہ مجھ سے پہلے بھی تو رسول تمہارے پاس کھلے کھلے نشان لا چکے ہیں اور وہ بات بھی جو تم کہتے ہو۔پھر تم نے کیوں انہیں سخت تکلیفیں

دیں۔ اگر تم سچے ہو۔" (۲۶)

۴...... أُولَـٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (۲۷)

"یہی لوگ جہنمی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

مرزا طاہر احمد کا ترجمہ

"یہی آگ والے لوگ ہیں وہ اس میں لمبا عرصہ رہنے والے ہیں۔" (۲۸)

ان تراجم کے علاوہ مرزا طاہر احمد تفسیر میں بھی کھینچا تانی کر کے اس کے مفہوم کو بھی بگاڑتے ہیں۔

۵...... سورہ بقرہ کی آیت 'فاقتلوا انفسکم' کی تشریح کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ "اس سے مراد یہ نہیں کہ آپس میں ایک دوسرے کا قتل شروع کر دو جیسا کہ علماء عموماً یہی سمجھتے ہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرو اور اپنے نفوس کو مارو۔ (۲۹)

۶...... بنی اسرائیل پر پہاڑ کو اٹھائے جانے والے واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ "ورفعنا فوقکم الطور" میں بعض مفسرین یہ خیال کرتے ہیں کہ طور پہاڑ زمین سے اٹھا کر اونچا کر دیا گیا تھا۔ حالانکہ مراد صرف اتنی ہے کہ وہ اس وقت طور کے سائے میں تھے۔ بعض دفعہ پہاڑ ذرا آگے کو بڑھا ہوا ہوتا ہے اور پاس سے گزرنے والوں کو یوں لگتا ہے جیسے وہ ان پر جھکا ہوا ہو۔ بعض دفعہ ایسے پہاڑ کے سائے تلے ایک پورا لشکر آ سکتا ہے۔" (۳۰)

اپنی تفسیر کے صفحہ نمبر ۲۶ پر طالوت اور حضرت داؤد کو ایک ہی شخص قرار دیتے ہیں۔ (۳۱)

۷...... فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِئَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ' (۳۲) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اس آیت کریمہ سے مراد صرف یہ ہے کہ ایک رات کی نیند میں اسے آئندہ سو سال کے دوران رونما ہونے والے واقعات دکھلا دیئے گئے۔ مگر جب اس کی آنکھ

کھلی تو اللہ نے اسے فرمایا دیکھا تیرا گدھا بھی اسی طرح موجود ہے اور تیرا کھانا بھی تر و تازہ ہے جیسا رات کو رکھا گیا تھا۔(۳۳)

۸...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بچپن میں گفتگو کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں "کہ پنگھوڑے میں وہ اپنی رؤیا بیان کیا کرتا تھا اور پنگھوڑے میں کھیلنے والے اچھی خوابیت دیکھ بھی سکتے ہیں اور سنا بھی سکتے ہیں۔"(۳۴)

۹...... سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۳۷ اس عقیدے کی نفی کرتی ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔(۳۵)

اس آیت میں مرتد کی سزا نہیں بتائی گئی مرزا طاہر نے یہ غلط مفہوم بیان کیا ہے "معارف القرآن" میں ہے "مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ ان کے بار بار کفر کی طرف لوٹنے سے ان کی توفیق حق ہی سلب ہو جائیگی، اور آئندہ توبہ کرنے اور ایمان لانے کا موقع ہی نصیب نہ ہوگا۔"(۳۶) باقی رہا مرزا طاہر کا ارتداد کی سزا سے انکار کرنا تو یہ بات قرآن و حدیث کی تعلیمات کے مخالف ہے۔ صحیح بخاری میں ہے "عن عکرمة قال أتی علی ؓ بزنادقة فاحرقهم فبلغ ذلک ابن عباس فقال لو کنت أنا لم أحرقهم لنهی رسول اللہ؟ لا تعذبوا بعذاب اللہ و لقتلهم لقول رسول اللہ: من بدل دینه فاقتلوه"(۳۷)

اسی طرح مسند الشافعی میں ایک روایت ہے کہ "عن عثمان ؓ أن رسول اللہ ﷺ قال: لا یحل قتل امری ء مسلم الا باحدی ثلاث کفر بعد ایمان أو زنی بعد احصان أو قتل نفس بغیر نفس۔"(۳۸)

۱۰...... سورہ یوسف میں "قطعن ایدیهن" کی تشریح میں قطع ید کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں "یہ مراد نہیں ہے کہ یوسف کی خوبصورتی میں کھو کر ان عورتوں نے اپنے ہاتھوں پر چھریاں چلا دیں بلکہ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اسے اپنے ہاتھوں کی پہنچ سے بہت بالا پایا۔"(۳۹)

۱۱...... معراج کے سفر کو روحانی قرار دیتے ہوئے سورہ بنی اسرائیل میں لکھتے ہیں ’’قرآن میں رسول اللہ ﷺ کے روحانی سفر کے دو وقعات بیان ہوئے ہیں ایک اسراء کہا جاتا ہے دوسرے کو معراج۔ اسراء کے روحانی سفر میں آپ کو فلسطین کی سیر کروائی گئی جو ظاہری جسم کے فلسطین جانے پر دلالت نہیں کرتی بلکہ روحانی زیارت مراد ہے۔‘‘ (۴۰)

۱۲...... سورہ کہف میں حضرت ذوالقرنین کے متعلق لکھتے ہیں کہ ’’ذوالقرنین سے اصل مراد تو آنحضرت ﷺ ہیں جنہوں نے ایک زمانہ تو حضرت موسیٰ اور ان کی امت کا پایا اور ایک آئندہ زمانہ میں آپ کی امت کے احیاء نو کے لئے اللہ آپ کے کسی خادم و مطیع کو مبعوث فرمائے گا۔‘‘ (۴۱)

۱۳...... سورہ بروج کی تشریح میں جماعت احمدیہ کو اس آیت کا مصداق قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں ’’ان آیات میں یہ پیشگوئی مضمر ہے کہ یہ واقعہ آئندہ بھی رونما ہوگا اور وہ زمانہ موعود کا ہوگا۔ پس لازماً اس کا اطلاق ان مظلوم احمدیوں پر ہوتا ہے جن کو گھروں میں زندہ جلانے کی کوشش کی گئی اور قعود کا لفظ بتاتا ہے کہ لوگ بیٹھے تماشا دیکھتے رہے اور ظالموں کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی گئی۔ پس یہ عظیم الشان پیشگوئی اس رنگ میں کئی بار پوری ہو چکی ہے کہ پولیس کی نگرانی میں بلوائیوں نے معصوم احمدیوں کو زندہ جلانے کی کوشش کی اور کئی بار کامیاب ہو گئے۔ (۴۲)

’’قرآن مجید‘‘ میں مذکور امتیازی مسائل

مرزا طاہر احمد اپنے دادا مرزا غلام احمد کی نبوت کا بھی قائل تھا اور اپنی تفسیر میں بھی وہ بعض مقامات پر اس بات کا ثبوت قرآنی آیات سے کرتا ہے۔

۱۴...... سورہ جمعہ میں ’واخرین منھم لما یلحقوا بھم‘ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے ’’ان میں اسی رسول کی بعثت کا ذکر ہے جس کا گزشتہ آیت میں ذکر ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس رسول کا آغاز میں ذکر ہے وہ دوبارہ خود مبعوث نہیں ہوگا

بلکہ اس کا کوئی ظل مبعوث فرمایا جائے گا جو شرعی نبی نہیں ہوگا" (۴۳) مزید آگے "یوتیہ من یشاء" کی تشریح میں لکھتے ہیں "اس سے مراد آپ کی بعثت ثانیہ ہے جو آپ کی غلامی میں ظاہر ہونے والے ایک امتی نبی کی صورت میں ہوگی۔" (۴۴)

۱۵...... سورہ فجر میں اس عقیدے پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں "آنحضرت ﷺ کے بیان کے مطابق ایک غیر تشریعی امتی نبی نے ظاہر ہونا تھا۔ یہ زمانہ چودھویں صدی ہجری کے آغاز تک پھیلا ہوا ہے جس میں مسیح موعود کا ظہور ہوا۔" (۴۵)

عقیدہ حیات عیسیٰ علیہ السلام

مرزا طاہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بھی قائل تھے۔ چنانچہ اس عقیدے کے متعلق سورہ آل عمران کی آیت "انی متوفیک و رافعک" میں لکھتے ہیں "یہاں متوفیک پہلے آیا ہے رافعک بعد میں یعنی پہلے وفات ہوئی بعد میں اٹھائے گئے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ یہاں روحانی رفعت مراد ہے۔" (۴۶)

پیر معین الدین

پیر معین الدین مرزا بشیر الدین محمود احمد کے داماد اور پیر صلاح الدین کے چھوٹے بھائی تھے۔ ان کی وفات کے بعد ۱۵ ستمبر کو الفضل میں ان کے حالات پر ایک مضمون لکھا گیا تھا۔ جو کہ درج ذیل ہے۔

پیر معین الدین ۲۵ ستمبر ۱۹۲۵ء کو پیدا ہوئے۔ والد کا نام پیر اکبر علی تھا۔ ۱۹۴۴ء کو اپنی زندگی جماعت احمدیہ کے لئے وقف کی اور اسی دوران گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم ایس سی کیمسٹری بھی کی۔ ایم ایس سی پاس کرنے کے بعد پہلے فضل عمر انسٹیٹیوٹ میں تقرر ہوا۔ پھر ۱۹۵۷ء کو جامعہ احمدیہ ربوہ میں بطور پروفیسر تقرر ہوا۔ جہاں پیر معین الدین ۱۹۷۱ء تک انگریزی پڑھاتے رہے۔ ۱۹۷۱ء میں ریٹائر

منٹ کے بعد آپ نے موت تک جماعت احمدیہ کے لئے مختلف فنون پر کتابیں لکھنے میں گزار دیں۔

وفات

پیر معین الدین ۱۲ ستمبر ۲۰۰۶ء کو رات دس بجے بعمر ۸۱ سال وفات پائی۔

تفسیر ''مخزن المعارف'' کا تعارف

یہ تفسیر ایک جلد میں ہے جس میں سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی تفسیر کی گئی ہے۔ اس کے کل ۵۱۱ صفحات ہیں۔ سورہ فاتحہ کی تفسیر میں ''بسم اللہ'' کے مستقل آیت قرآنی ہونے پر دلائل بھی دیئے گئے ہیں۔

پیر معین الدین کا تفسیری منہج

ابتداء میں سورہ کا تعارف اور اس سورہ کے مضامین کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔ اور سورہ کا ربط بھی بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد قرآنی آیت کا متن بیان کر کے اس کا ترجمہ کرتے ہیں پھر ہر آیت کا آپس میں ربط بیان کرتے ہیں۔ آخر میں اس آیت قرآنی کی وضاحت قرآنی آیت، لغات، مرزا غلام احمد اور حکیم نور الدین کے اقوال والہامات سے کرتے ہیں۔

تفسیر ''مخزن المعارف'' میں مصادر ومراجع

پیر معین الدین اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے قرآنی آیات، تفسیر ابن کثیر، تفسیر بیضاوی، منجد، مرزا غلام احمد کے اقوال والہامات اور حکیم نور الدین کے اقوال والہامات کو بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں۔

تفسیر ''مخزن المعارف'' کا اصول تفسیر کی روشنی میں جائزہ

پیر معین الدین نے بھی اپنے بڑوں کی پیروی کرتے ہوئے اپنی تفسیر میں بہت سی خرافات کی ہیں جو کہ اصول تفسیر کے بالکل مخالف ہیں۔ پیر معین الدین ترجمہ

کرتے وقت بہت زیادہ احتیاط برتی ہے اور ایسی کوئی بات ترجمہ کرتے وقت نہیں لکھتے جس کی وجہ سے ان پر اعتراض کیا جا سکے۔ لیکن اس احتیاط کے باوجود بھی انہوں نے چند ایک مقامات پر اپنے مسلک کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

۱ ...... وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ (۴۷)

''اور جب حکم دیا ہم نے فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم علیہ السلام کو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔''

مخزن معارف میں ترجمہ

''اور (اس وقت کو بھی یاد کرو) جب ہم نے ملائکہ سے کہا آدم کی خاطر سجدہ کرو۔ سو انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔'' (۴۸)

تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ''مراد یہ ہے کہ آدم کی وجہ سے خدا کے حضور سجدہ کرو۔ اس میں آدم کا اکرام ہے۔'' (۴۹)

اس کی بحث میں نے پہلے کر دی ہے کہ یہ معنی کرنا غلط ہے اور سلف صالحین کے طریقہ سے بالکل ہٹ کر ترجمہ کیا گیا ہے۔

۲...... وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ (۵۰)

''اور قتل کرتے تھے نبیوں کو ناحق۔''

مخزن معارف کا ترجمہ

''اور نبیوں کو ناحق قتل کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔'' (۵۱) یہاں پر بھی مرزا بشیر الدین محمود احمد کی پیروی کرتے ہوئے یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔

۳...... سورہ فاتحہ میں لفظ ''حمد'' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''جس طرح خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پیدا کیا آپ بھی اپنی روحانی توجہ اور قوت قدسیہ سے کوئی محمد اور احمد پیدا کریں یعنی آپ کی تربیت اور قوت قدسیہ کے اثر سے آپ ﷺ کے غلاموں میں سے بھی کوئی شخص ایک اعتبار سے احمد ہو اور ایک اعتبار سے محمد ہو۔ یعنی خدا

تعالیٰ اس کا محمد ہو تو وہ خدا کا احمد ہو اور وہ خدا کا محمد ہو تو خدا اس کا احمد ہو۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کی نسبت سے بھی اس کے یہ دو نام ہوں یعنی آپ ﷺ محمد ہیں تو وہ احمد (یعنی آپ ﷺ کی سچی تعریف کرنے والا) ہو اور وہ محمد ہے تو آپ احمد (یعنی اس کی سچی تعریف کرنے والے) ہوں۔ تاہم جس طرح سب سے پہلے محمد اور احمد یعنی خدا اور آنحضرت ﷺ کے مقام میں فرق ہے اسی طرح آنحضرت کے اس موعود علیہ السلام کے مقام میں بھی فرق ہو۔ آنحضرت ﷺ کا مقام آقا اور استاذ کا ہو اور اس کا غلام اور شاگرد کا۔" (۵۲)

۴...... غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ " کی تفسیر کرتے ہوئے اس آیت کو مرزا غلام احمد کو بھی اس کا مصداق قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "حدیث اور قرآن سے ثابت ہے کہ "مغضوب" سے خاص طور پر یہود اور "ضالین" سے نصاریٰ مراد ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے یہود و نصاریٰ آٹے میں نمک کے برابر تھے اس لئے یہ دعا بطور پیش گوئی تھی۔ اور اس میں بتایا گیا تھا کہ ایک طرف ایک مثیل مسیح کے انکار سے مسلمان یہود کے مشابہ ہو جائیں گے دوسری طرف مسیحی لوگ گمراہ کر کے ان میں سے ہزاروں کو عیسائی بنالیں گے۔" (۵۳)

۵...... مزید اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ "احادیث میں بتایا گیا تھا کہ آخری زمانہ میں فتنہ دجال ظاہر ہوگا نیز یہ کہ وہ فتنہ سب فتنوں سے بڑا ہوگا اس لئے چاہیے تھا کہ اس جامع دعا میں فتنہ دجال سے بچنے کا ذکر ہوتا مگر اس کی بجائے اسے "ضالین" پر ختم کیا گیا ہے (جن سے بالاتفاق نصاریٰ مراد ہیں) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فتنہ نصاریٰ ہی فتنہ دجال ہے۔" (۵۴)

اس میں پیر معین الدین نے تحریف سے کام لیتے ہوئے آیت کے مفہوم کو غلط بیان کیا ہے۔ تاکہ آج تک جو قادیانی مفسرین دجال کی غلط تشریح کرتے چلے آئے ہیں اس کو ثابت کرسکیں۔

۶...... حروف مقطعات کی وضاحت میں کہتے ہیں کہ ’’مقطعات سے بعض ایسے لوگوں یا ایسے مقامات کے نام بھی مراد ہیں جن کا قرآن سے خاص تعلق ہے مثلاً حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو بتایا گیا کہ مقطعہ ’’کٓھٰیٰعٓصٓ‘‘ میں آپ کا بھی ذکر ہے۔ اسی طرح مقطعہ ’’یٰس‘‘ اور ’’طٰہٰ‘‘ آنحضرت ﷺ کے اسماء میں سے ہیں۔ اور ’’ق‘‘ کے متعلق ایک جلیل القدر صحابی مسیح موعود حضرت مولوی غلام رسول صاحب کو الہاماً بتایا گیا کہ اس سے قادیان مراد ہے۔ (یعنی قادیان بھی مراد ہے ورنہ قیامت بھی اس سے مراد ہو سکتی ہے)‘‘ (۵۵)

۷...... ’’وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا‘‘ کی تشریح میں حضرت آدم علیہ السلام سے زائد مرزا غلام احمد کے معجزات کو ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ’’اور چونکہ اس قصہ کے پیرایہ میں آئندہ ایک آدم کے آنے کی پیشگوئی بھی کی گئی اس میں یہ اشارہ بھی ہو گیا کہ آدم موعود پر بھی یہ فضل ہو گا۔ یعنی اسے بھی عربی زبان کا علم دیا جائے گا۔ چنانچہ جس طرح پہلے ہزار کے آدم پر یہ فضل ہوا آخری ہزار کے آدم حضرت مہدی مسعود المسیح موعود علیہ السلام کو بھی خدا تعالیٰ نے ایک ہی رات میں عربی زبان کی چالیس لغات کا معجزانہ رنگ میں علم عطا کیا۔‘‘ (۵۶)

۸...... وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً ‘‘اس آیت کی تفسیر میں اصل واقعہ جو سلف صالحین نے اپنی تفاسیر میں بیان کیا ہے اس واقعہ سے ہٹ کر تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ’’اوپر کی آیت میں مخاطب کا صیغہ تھا اس میں غائب کا صیغہ رکھ کر یہ اشارہ کیا ہے کہ ان کا بچھڑے کو معبود بنانا بوجہ شرک جلی ہونے کے ایسا گھناؤنا فعل تھا جو خدا تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا موجب ہوا اور وہ منہ لگانے کے قابل نہ رہے جب تک کہ انہوں نے اس گائے کو ذبح نہ کر دیا۔‘‘ (۵۷)

۹...... وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا ‘‘ کی تفسیر میں سات اعتراضات پیش کر کے سلف صالحین کی مخالفت کر کے تحریف قرآنی کی ہے اور اس بات کو رد کیا ہے کہ

بنی اسرائیل کا ایک شخص مارا گیا تو قاتل کا پتا لگانے کے لئے کہا گیا کہ گائے ذبح کر کے اس کے جسم کا کوئی ٹکڑا اس مقتول پر مارو چنانچہ ایسا کیا گیا تو وہ مقتول زندہ ہو گیا اور اس نے قاتل کی نشاندہی کر دی۔ چنانچہ پیر معین الدین اس تفسیر پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ" ا۔ "اذ" کے ساتھ شروع ہونے والے تمام واقعات جو اوپر بیان ہوئے جدا جدا واقعات ہیں چنانچہ کہیں بھی "اذ" کے بعد اس کے ماقبل کی شے کی طرف ضمیر نہیں پھیری گئی۔ ۲۔ گائے کے ذبح والا واقعہ حضرت موسیٰ کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے اور اس آیت میں مذکور قتل نفس والا واقعہ حضرت مسیح سے یعنی چودہ سو سال بعد کے زمانہ سے۔ ۳۔ اس تشریح میں قتل نفس سے حقیقی قتل مراد لیا گیا ہے اور حقیقی مردے اس دنیا میں زندہ نہیں ہوتے۔ ۴۔ کذلک یحی اللہ الموتی" کے الفاظ بتاتے ہیں کہ جس طرح اور جس معنے میں وہ مردہ زندہ ہوا تھا اس طرح اور اس معنے میں مردوں کا زندہ کرنا سنت اللہ میں داخل ہے اور ذبح شدہ گائے کا ٹکڑا مارنے سے مردوں کا زندہ کرنا ہرگز سنت اللہ میں داخل نہیں۔ ۵۔ گائے کے ذبح کا حکم (جس کا اوپر ذکر تھا) تو اس لئے دیا گیا تھا کہ ان لوگوں میں گائے پرستی کی طرف میلان پیدا ہو گیا تھا (جیسا کہ الاعراف ۷:۱۴۹) سے ظاہر ہے۔ مگر اس کے معاً بعد گائے کی ایسی معجزانہ طاقت کا ذکر کہ اس کے بے جان جسم کا ٹکڑا لگنے سے کوئی مردہ زندہ ہو جائے خود گائے پرستی پر اکسانے والی بات ہے۔ ۶۔ اس صورت میں ضمیر "ھا" کا مرجع گائے کو لیا گیا ہے حالانکہ اس کا ذکر "واذ" سے پہلے اور بہت پہلے آیا ہے اور اس سے معاً پہلے "نفسا" کا لفظ موجود ہے جس کی طرف یہ ضمیر پھیری جا سکتی ہے۔ ۷۔ اس واقعہ کی کوئی سند ان آیات کی اندرونی شہادت سے یا قرآن کریم کے دوسرے کسی مقام یا حدیث نبوی ﷺ سے نہیں ملتی بلکہ بائبل سے بھی نہیں ملتی۔" (۵۸)

۱۰...... أُولَـٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَن يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ "اس کی تشریح میں جماعت احمدیہ کی حمایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ" اس میں پیشگوئی تھی کہ وہ مساجد

میں داخل ہو کر ایسے کام کریں گے جو خوف خدا کے منافی ہونگے۔ چنانچہ احمدیوں کی کئی مساجد میں داخل ہو کر جو ان میں لکھی ہوئی آیات قرآنی یا کلمہ طیبہ کو مٹایا گیا ہے یہ اس پیشگوئی کے عین مطابق ہے۔''(۵۹)

جس جماعت کے عقیدہ میں یہ شامل ہو کہ قرآن نعوذ باللہ مرزا غلام احمد پر دوبارہ نازل کیا گیا ہے اور شریعت کی ہر چیز کو مرزا غلام احمد کی طرف منسوب کر دیا ہو تو ایسی جماعت کے لئے حکومت پاکستان نے یہ ٹھیک فیصلہ کیا تھا۔

''مخزن المعارف'' میں مذکور امتیازی مسائل کا جائزہ

پیر معین الدین کا عقیدہ باقی جماعت ربوہ والوں کی طرح تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنی تفسیر میں بہت سی تحریفات بھی کی ہیں۔

۱۱...... وَبِالآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ' کی تفسیر میں مرزا غلام احمد کی وحی کو ثابت کرنے کے لئے تحریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''چونکہ یہاں پہلے آنحضرت ﷺ پر اترنے والی وحی اور پھر اس سے قبل کی وحی پر ایمان لانے کا ذکر ہے اس لئے یہ ترتیب چاہتی ہے کہ اس کے بعد آئندہ آنے والی وحی رسالت کا ذکر ہو۔ چنانچہ اسی دلیل کی بناء پر حضرت مسیح موعود نے ''الاخـرة'' سے اپنی وحی کی طرف اشارہ مراد لیا ہے۔ بلکہ یہ بات کہ اس میں آپ کی وحی کا ذکر ہے خدا تعالیٰ نے خود آپ کو بطور القاء بتائی۔''(۶۰)

۱۲...... ثم یمیتکم ثم یحییکم' میں آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانیہ مرزا غلام احمد کی صورت میں کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''چونکہ اصل حاشر آنحضرت ﷺ ہیں اس اعتبار سے اس میں آپ ﷺ کے دوسرے بعثت کی پیشگوئی کی گئی۔ مگر بنفس نفیس آپ ﷺ کا دوبارہ دنیا میں آنا محال تھا اس لئے یہ آپ کے بروزی ظہور کی پیشگوئی تھی جس کا ذکر سورۃ جمعہ کی آیت ''واخـریـن مـنـهـم ''میں ہے جو ایک فارسی الاصل شخص مھدی موعود کی صورت میں ہونے والا تھا اور ہوا۔ اس اعتبار سے ''ثـم الـيـه ترجعون '' کا یہ مطلب ہوگا کہ اس کے بعد قیامت آجائے گی۔''(۶۱)

۱۳...... پیر معین الدین انبیاء علیہ السلام کی کثرت سے توہین کرتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں اور یہ صرف انہوں نے مرزا غلام احمد کی شان کو بڑھانے کے لئے کیا ہے جیسے ''مرزا غلام احمد کو آدم قرار دیتا ہے اور اس کو قرآنی آیت ''ویا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ'' کا مصداق قرار دیتا ہے۔'' (۶۲)

۱۴...... اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے ''انی جاعلک للناس اماما'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ''حضرت ابراہیم بذات خود ساری دنیا کے انسانوں کے مقتداء نہ تھے بلکہ ایک محدود علاقہ کے لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے اس لئے اس صورت میں ماننا پڑے گا کہ یہ الفاظ بطور پیش گوئی تھے اور ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتایا گیا تھا کہ آئندہ تیرا ایک بروز پیدا کیا جائے گا جو تمام دنیا کے انسانوں کی طرف رسول ہوگا۔ یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات میں پوری ہوئی جنہیں الہاما ابراہیم علیہ السلام قرار دیا گیا۔'' (۶۳)

۱۵...... ''هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰی وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ'' کی تفسیر میں انتہائی دجل اور فریب سے کام لیتے ہوئے لکھتا ہے ''اس آیت کے مطابق حضرت مسیح موعود کا زمانہ مقرر کیا گیا جن کا ایک الہامی نام داؤد بھی ہے۔ مگر حضرت داؤد علیہ السلام کو دنیوی اور دینی دونوں بادشاہتیں دی گئی تھی جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صرف آسمانی یعنی دینی بادشاہت دی گئی۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے زمانہ کے جالوت کو خود قتل کیا مگر مہدی موعود علیہ السلام کے زمانہ کے جالوت یعنی دجال کی شکست کی بنیاد تو آپ ﷺ کے ہاتھ سے رکھی گئی لیکن اس کا پورا استیصال آپ کے کسی خلیفہ کے وقت پر اٹھایا گیا۔'' (۶۴)

۱۶...... ''منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجات'' کی تفسیر میں مرزا غلام احمد کے معجزات کو سب سے عظیم قرار دیتے ہوئے کہتا ہے ''جس طرح سلسلہ موسویہ کے آخر میں ایک عیسیٰ آیا اسی طرح سلسلہ محمدیہ کے آخر میں بھی ایک عیسیٰ آئے گا اور اسے

بھی کثرت سے بینات دیئے جائیں گے اور غیر معمولی تائید روح القدس کی حاصل ہوگی۔ چنانچہ اس موعود نے آ کر فرمایا کہ مجھے اتنے نشانات صدق دیئے گئے ہیں کہ اگر وہ دس ہزار نبیوں پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی نبوت ثابت ہوسکتی ہے۔" (٦٥)

۱۷...... اس کے علاوہ پیر معین الدین مرزا بشیر الدین کی شان کو بڑھاتے ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شان میں بھی گستاخی کرتا ہے اور مرزا بشیر الدین کو اسماعیل ثانی قرار دیتے ہوئے "واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسماعیل" کی تفسیر میں لکھتا ہے "اس پیشگوئی کے عین مطابق پہلے موعود ابراہیم علیہ السلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیت اللہ کی حقیقی شان کو دوبارہ ظاہر کیا اور آپ علیہ السلام کے بعد آپ کے پسر موعود حضرت المصلح الموعود نے جنہیں خدا کے ایک الہام کے ذریعے اسماعیل علیہ السلام قرار دیا یہ کام کیا۔ اور خدا تعالیٰ نے جیسے اسماعیل علیہ السلام اول کے پاؤں کے نیچے سے ایک بے آب وگیاہ جگہ پر پانی نکال دیا تھا اسی طرح اس مثیل اسماعیل علیہ السلام کے قدم پڑنے سے ایک بے آب وگیاہ مقام ربوہ سے بھی پانی نکال دیا بلکہ صرف مادی پانی ہی نہیں روحانی پانی کے بھی ایسے چشمے پھوڑے کہ ایک عالم ان سے سیراب ہو رہا ہے۔" (٦٦)

۱۸...... قرآنی آیت "واللہ واسع علیم" کی تفسیر میں مرزا غلام احمد کے زمانہ کی پیشگوئی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "ان آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے نبی کا ذکر کر کے آنحضرت ﷺ کے بعد آنے والے نبی یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے بارہ میں پیشگوئی کی گئی ہے اس لئے یہ دوسری پیشگوئی اس زمانہ کے لئے بھی لازماً سمجھی جائے گی۔" (٦٧)

۱۹...... قرآنی آیت "وبقیة مما ترک آل موسی وآل ھرون" کی تفسیر میں مرزا غلام احمد کی آل کو اس آیت کا مصداق قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے "ان الفاظ کا لایا جانا بطور پیشگوئی یہ بتانے کو تھا کہ جس شخص کو نبی موعود یا اس کا خلیفہ آئندہ خلافت

کے لئے نامزد کرے گا اور جس کی نامزدگی پر مذکورہ اکابرین جماعت کو اعتراض ہوگا اس کے وقت میں جہاں ایسے لوگ باہر سے آ کر اس کی جماعت میں شامل ہوں گے جن کے دلوں میں سکینت ہوگی یعنی جو اللہ کے کشف والہام سے اشارہ پا کر آئیں گے وہاں مثیل موسیٰ علیہ السلام حضرت محمد ﷺ اور ان کے بعد آنے والے نبی مسیح موعود علیہ السلام کی (جو آنحضرت ﷺ کا خلیفہ ہوگا) آل میں سے بہترین لوگ بھی آئیں گے۔ چنانچہ حضرت محمود کے عہد خلافت میں آنحضور ﷺ کی اور آپ ﷺ کے بعد آنے والے نبی حضرت مسیح موعود علیہ السلام دونوں کی روحانی آل میں سے بہترین لوگ آئے اور جسمانی آل میں سے بھی یعنی ایک طرف دوسرے مسلمانوں میں سے بھی آئے اور احمدیوں میں سے بھی۔ اور دوسری طرف حضور ﷺ کی جسمانی ال کہلانے والوں یعنی سادات میں سے بھی آئے اور اولاد مسیح موعود علیہ السلام میں سے بھی۔ یہ کس قدر عظیم الشان پیشگوئی تھی اور کس طرح حرف بحرف پوری ہوئی۔" (۶۸)

الغرض دوسرے قادیانیوں کی اتباع کرتے ہوئے پیر معین الدین نے بھی اپنی تفسیر کو تحریفات سے بھر دیا ہے تاکہ اپنی جماعت کے وقت کے خلیفہ کی خوشنودی حاصل کر سکے۔

کفیلہ خانم

ان کے حالات لینے میں مجھے بہت مشکلات کا سامنا رہا ہے۔ لیکن مرزا خلیل قمر صاحب (ایڈیٹر "المصباح") نے بڑی ہی محنتوں سے مجھے حالات لے کر دیئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

کفیلہ خانم (بعض ذرائع سے مجھے علم ہوا ہے کہ یہ ان کا اصلی نام نہیں ہے اور مرزا خلیل قمر صاحب نے بتایا تھا کہ ہم لوگ جماعت کی عورتوں کا اصلی نام نہیں بتاتے کہ کہیں حکومت پاکستان انہیں (تحریروں کی وجہ سے) گرفتار نہ کر لے (میں نے نام حاصل کرنے میں بہت کوشش کی ہے لیکن مجھے نہیں مل سکا) لدھیانہ میں ۱۹۳۰ء کو پیدا ہوئی۔ والد کا نام شیخ تاج الدین جالندھری ہے۔ ان کی تعلیم ایف اے

ہے۔میاں عبدالرشید سے ۱۸ سال کی عمر میں شادی ہوئی تھی۔آپ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ایک بیٹے کا نام وسیم احمد ہے جو کہ آئی جی موٹر وے ہیں۔دوسرا بیٹا نبیل کوثر ہے جو کہ پاک آرمی میں میجر کے عہدے پر فائز ہیں۔کفیلہ خانم ابھی تک حیات ہیں۔

کفیلہ خانم بطور مصنف

کفیلہ خانم نے دو کتابیں لکھی ہیں۔ایک بچوں کے لئے حدیث کی کتاب جس کا نام ہے''گلہائے چنیدہ''اور دوسری یہ قرآن مجید کی تفسیر ہے۔جس کا نام ہے''مناہل العرفان''

''مناہل العرفان'' کا تعارف

یہ تفسیر تین جلدوں میں ہے۔اس تفسیر میں جماعت احمدیہ کے خلیفہ رابع مرزا طاہر احمد کے ترجمۃ القرآن کلاسس سے استفادہ کیا گیا ہے۔اور متن مع اردو ترجمہ میر محمد اسحاق کے ترجمہ قرآن سے لیا گیا ہے۔یہ تفاسیر کفیلہ خانم نے ۲۰۰۷ء میں مکمل کی تھی۔

جلد اول	۸۶۳صفحات	سورہ فاتحہ تا سورہ انفال
جلد دوم	۱۱۱۹صفحات	سورہ توبہ تا سورہ قصص
جلد سوم	۱۳۱۱صفحات	سورہ عنکبوت تا سورہ ناس

کفیلہ خانم کا تفسیری منہج

ابتداء میں سورۃ کا مختصراً تعارف کراتی ہیں۔قرآنی متن لکھ کر ترجمہ کرتی ہیں اس کے بعد لغات کو حل کر کے اس کی تشریح کرتی ہیں اور اگر کہیں حدیث لکھنی ہو تو صرف ترجمے پر اکتفاء کرتی ہیں۔

''مناہل العرفان'' میں مصادر و مراجع

دراصل یہ تفسیر جماعت احمدیہ کے خلیفہ رابع مرزا طاہر احمد کی M.T.A

ترجمۃ القرآن کلاسس سے استفادہ کیا گیا ہے اس لئے بقول کفیلہ خانم کے اس میں مرزا غلام احمد اور جماعت کے خلفاء کے اقوال کو ترجیح دی گئی ہے۔اس کے بعد کفیلہ خانم نے دوسری تفاسیر کو ثانوی حیثیت سے استفادہ کیا ہے۔

''مناہل العرفان'' کا اصول تفسیر کی روشنی میں جائزہ

کفیلہ خانم نے جماعت احمدیہ کے خلفاء کی اتباع کرتے ہوئے، اپنی تفسیر میں سلف صالحین سے ہٹ کر بہت سی تحریفات کی ہیں جس کا اندازہ قاری کو اس تفسیر کو پڑھنے کے بعد بخوبی ہو جاتا ہے۔

ا...... ''غیر المغضوب'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتی ہیں ''اس میں یہ بھی اشارہ تھا جب کبھی مامور من اللہ آئے تو یہودیوں کے نقش قدم پر چل کر اس کے ایذا، توہین اور تکفیر میں جلدی نہ کرنا۔اس میں جہاں آئندہ مسلمانوں کے انحطاط کی طرف اشارہ ہے وہاں مسیح و مہدی علیہ السلام کی خوشخبری بھی ہے اس کو ماننے والوں پر انعامات کے نزول کی پیش گوئی بھی ہے اور تنبیہ بھی کہ کہیں افراط میں نہ پڑ جانا۔''(۶۹)

۲...... کفیلہ خانم اپنی تفسیر میں مرزا غلام احمد کے متعلق لکھتی ہیں ''کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئیوں کے مطابق یہود کی اصلاح کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے۔اسی طرح امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے بھی آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور ہوا۔جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے گاؤں ناصرہ کی نسبت ناصری کہلائے۔اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اپنے گاؤں قادیان کی نسبت سے قادیانی کہلائے۔''(۷۰)

۳...... کفیلہ خانم سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۲ کی تشریح میں طالوت اور حضرت داؤد کو ایک ہی شخص قرار دیتے ہوئے لکھتی ہے ''جالوت ایک سرکش گروہ تھا جس میں بنی اسرائیل کا ناطقہ بند کر رکھا تھا اور ملک میں فساد مچاتا پھرتا تھا۔طالوت نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں شکست دی۔جب جالوت کو شکست دے کر حکومت و نبوت سے نوازے

گئے تو اپنے ذاتی نام داؤد علیہ السلام سے پکارے گئے۔" (۷۱)

۴...... کفیلہ خانم سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۵۰ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرتے ہوئے لکھتی ہیں "کھیئۃ الطیر" پرند کی شکل کی مانند۔ نہ کہ حقیقی زندہ پرند۔ انفخ۔ پھونکنا۔ روح کا ذکر نہیں۔ ابری میں بری ٹھراتا ہوں۔ میں تندرست کرتا ہوں۔ یہود اندھے اور جزامی کو ناپاک سمجھتے تھے آپ نے ان کو اس الزام سے بری فرمایا۔ اکمہ۔ اندھا، پیدائشی ہو یا بعد میں ہو جائے یا وہ جورات کو نہ دیکھ سکے۔ روحانی رنگ میں وہ جو معمولی ابتلا میں نہ دیکھ سکے اور بھٹک جائے۔ ابرص۔ برص۔ پھلبری۔ روحانی رنگ میں ایسی بدی جو بظاہر نیکی معلوم ہو۔ یا ایسے اندرونی گناہ جو ظاہر ہوں تو لوگوں کے لئے نفرت کا موجب بنیں۔ یہود بھی بداعمالیوں کی وجہ سے گویا مبروص ہو چکے تھے............... یہ سورت ردالوہیت مسیح کے لئے تھی لیکن افسوس قرآن کریم میں جہاں مسیح کا ذکر تمثیلی رنگ میں آیا اسے حقیقت پر محمول کر کے خدا سے کم پر نہیں رہنے دیا۔ چنانچہ یہاں مسیح کو خدا تعالیٰ کی طرح خلق کرنے والا مانا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام مخلوق مل کر ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتی۔ (۷۲)

۵...... کفیلہ خانم نے اپنی تفسیر میں مرزا غلام احمد کے الہامات کو بھی کثرت سے بیان کر کے قرآنی آیات کا مصداق قرار دیا ہے چنانچہ سورہ آل عمران کی تفسیر میں صفحہ نمبر ۳۸۹ پر لکھتی ہیں "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے کہ میں موسیٰ ہوں اور بنی اسرائیل کو لے کر جا رہا ہوں اور فرعون نے میرا پیچھا کیا۔ حضرت مصلح موعود نے فرمایا کہ ایسا کسی آئندہ خلیفہ کے زمانہ میں ہوگا جب کوئی فرعون صفت پیچھے لگے گا۔" (۷۳)

۶...... کفیلہ خانم مرزا غلام احمد کے مسیح اور مہدی کے دعویٰ کو سچا ثابت کرنے کے لئے حدیث کے مفہوم کو غلط بیان کرتے ہوئے لکھتی ہے "و لا المھدی الا عیسیٰ بن مریم" یعنی عیسیٰ کے سوا کوئی مہدی یعنی ہدایت دینے والا نہیں گویا ایک ہی وجود

کے دو نام ہیں۔"(۷۴)

محدثین میں سے کسی نے بھی آج تک ان دو شخصیات کو ایک نہیں کہا اور نہ ہی کسی حدیث میں ایسا ہے یہ قادیانی جماعت کی اپنی من گھڑت تشریحات ہیں۔ حدیث مبارکہ میں امام مہدی کے متعلق آیا ہے کہ "ابن مسعود رفعہ لو لم یبق من الدنیا الا یوم واحد لطول اللہ ذالک الیوم حتی یبعث اللہ فیہ رجلا منی او من اہل بیتی یواطا اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی یملأالارض قسطا و عدلا کما ملئت ظلما و جورا۔"(۷۵)

ایک اور روایت میں امام مہدی کی یہ صفات بیان کی گئی ہیں "عن ابی سعید الخدری قال خشینا ان یکون بعد نبینا حدث فسالنا نبی اللہ ﷺ قال ان فی امتی المہدی یخرج یعیش خمسا او تسعا زید الشاک قال قلنا وما ذالک قال سنین قال فیجی الیہ الرجل فیقول یا مہدی اعطنی اعطنی قال فیحثی لہ فی ثوبہ ما استطاع ان یحملہ۔"(۷٦)

مسند احمد کی روایت میں اس فرق کو بالکل واضح کر دیا گیا ہے "عن جابر بن عبد اللہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاہرین الی یوم القیامة قال فینزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرہم تعال فصل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة اللہ علی ہذہ الامة۔"(۷۷) اس حدیث میں امامت کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بالاتفاق امام مہدی کو کہیں گے۔

۷...... مزید حدیث کے مفہوم کو غلط بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ "عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ مسیح دجال کا نام مسیح دجال اس لئے ہے کہ وہ کرہ ارض میں سیاحت کرے گا اور اس کے اکثر حصوں کو طے کرے گا۔ پس اس میں کوئی شک نہیں کہ

دجال موجودہ زمانے کے پادریوں کا گروہ ہے جن میں یہ تمام صفات پائی جاتی ہیں اور جنہوں نے ایک دنیا کو گمراہ کر کے عیسائیت میں داخل کیا۔" (۷۸)

۸...... ویـنـذر الـذیـن قـالـوا اتخذ اللہ ولدا" کی تشریح کرتے ہوئے اس کا مصداق اپنے دور کے دجال کو بناتے ہوئے لکھتیں ہیں "یہاں صاف بتلایا کہ مسیح اقوام ہی دجالی فرقہ ہے تاکہ کوئی اشتباہ نہ رہے۔ اب دوبارہ انذار کا ذکر کیا جس کا تعلق صرف مسیحی اقوام سے ہوگا جب کہ وہ اپنے زمانہ عروج پر ہوں گی۔ گویا وہ مسلمانوں کے تنزل کا زمانہ ہوگا۔ یہ قرآن کریم کا ہی کمال ہے کہ چند آیات میں صدیوں کی تاریخ رقم کر دی۔ یہاں اہل مکہ مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ مخاطب صرف نصاریٰ ہیں اور نصاریٰ مکہ میں چند ایک سے زیادہ نہیں تھے اور وہ بھی غلام تھے۔" (۷۹)

۹...... سورہ کہف کی آیت نمبر ۲۷ کی تشریح میں اپنی جماعت کو مصداق قرار دیتے ہوئے لکھتی ہیں "لبثـوا مسیح محمدی کی جماعت کے لئے آیا ہے کہ ان کے مصائب کے عرصہ کو اللہ ہی جانتا ہے۔" (۸۰)

۱۰...... سورہ کہف کی آیت نمبر ۵۲ کی تشریح میں لکھتی ہیں "عـضـدا" یہاں بتایا کہ جس طرح آدم اول کے وقت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایک نیا زمین و آسمان بنا۔ اب آدم ثانی کے وقت بھی ایک نیا نظام وجود میں آئے گا۔" (۸۱)

۱۱...... سورہ کہف کی آیت نمبر ۸۴ کی تشریح میں لکھا ہے کہ "اب ذوالقرنین کے واقعہ میں مسیحی قوم کی ترقی کے دوسرے دور کی خبر دی اور اسے یاجوج وماجوج کے ذکر پر ختم کیا جو آخری زمانہ کی عیسائی اقوام ہوں گی۔ قرآنی قصوں میں پیشگوئیاں مضمر ہوتی ہیں۔ اس قصہ میں بھی مسیح موعود کے متعلق پیشگوئیاں ہیں جو اپنے زمانے کا ذوالقرنین ہوگا۔" (۸۲)

۱۲...... سورہ عنکبوت کی آیت نمبر ۶۹ کی تشریح میں لکھتی ہیں کہ "تبلیغ کے مضمون میں خاص طور پر عیسائیوں کو متنبہ کیا جو عقیدہ تثلیث سے اللہ پر افتراء کرتے ہیں اور جن سے

آخری زمانہ میں اسلام کا مقابلہ مقدر تھا۔انہیں بتلایا کہ آنحضرت ﷺ جو دینی اور دنیوی دونوں لحاظ سے دنیا کے ایک کامیاب ترین انسان تھے آپ کی سچائی کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ آپ کی نیابت میں آنے والا مسیح اور اس کے تابعین عظیم کامیابیوں سے ہم کنار ہیں۔آج یہی چشمہ حیواں ہے جس سے قومیں اپنی روحانی پیاس بجھا رہی ہیں اور اپنے رب کا قرب حاصل کر رہی ہیں۔یہی وہ صراط مستقیم ہے جس پر چل کر مادیت میں گھری انسانیت کی بے چینی کا مداوا ہوسکتا ہے۔''(۸۳)

۱۳...... سورہ صف کی آیت نمبر ۹ کی تشریح کرتے ہوئے اس آیت کو مرزا غلام احمد کے زمانہ کے ساتھ خاص کرتے ہوئے لکھتی ہیں ''اور یہ حالات مسیح موعودؑ کے زمانہ کے ہیں جب اسلام کا مقابلہ عیسائیت سے ہوگا اور عیسائی اسلام کو مٹا دینے پر تلے ہوئے ہوں گے۔''(۸۴)

مناہل العرفان کو پڑھنے سے ایسا لگتا ہے کہ کفیلہ خانم نے صرف اپنی جماعت کے خلفاء اور مرزا غلام احمد کے اقوال والہامات کو اپنی تفسیر میں اکٹھا کیا ہے یا پھر مرزا غلام احمد کی چان میں اپنی طرف سے من گھڑت باتیں بیان کر دیں ہیں۔کفیلہ خانم نے دوسرے مفسرین کو تو برائے نام بیان کیا ہے۔

مناہل العرفان'' میں امتیازی مسائل

کفیلہ خانم کا یہ نظریہ ہے کہ مرزا غلام احمد آنحضرت ﷺ کی شکل میں دوبارہ مبعوث ہوئے ہیں۔اور اس بات کو کفیلہ خانم نے کئی آیات سے غلط انداز میں بھی ثابت کیا ہے اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی وہی عقیدہ رکھتی ہیں جو جماعت ربوہ کا ہے یعنی وفات عیسیٰ علیہ السلام۔

۱۴...... چنانچہ کفیلہ خانم ''ختم نبوت'' کے متعلق سورہ احزاب کی تشریح کرتے ہوئے لفظ ''خــــاتــم'' کا معنی جاری وساری کے کرتی ہیں اور پھر اس سے مرزا غلام احمد کی نبوت کو ثابت کرتے ہوئے لکھتی ہیں ''حضرت مسیح موعود نے آپ ﷺ سے فیض پاکر

اور آپ ﷺ کے چشمے سے پانی پی کر یہ مقام حاصل کیا کہ آپ امتی بھی ہیں اور نبی بھی...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جید مسائل پوچھنے آتے تھے فرماتی ہیں "قولوا انه خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعده" "تم آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین تو کہو لیکن یہ نہ کہو کہ ان کے بعد نبی نہیں آئے گا۔" (۸۵)

کفیلہ خانم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے غلط انداز میں استدلال کیا ہے اور پوری عبارت کو بیان نہیں کیا اصل عبارت یوں ہے "اصلها فی حدیث عیسیٰ انه یقتل الخنزیر و یکسر الصلیب ویزید فی الحلال ای یرید فی حلال نفسه بان یتزوج و یولد له و کان له یتزوج قبل رفعه الی السماء فزاد فی الهبوط فحینئذ یئومن کل احد من اهل الکتاب یتیقن انه بشر و عن عائشة قولوا انه خاتم الانبیاء و لا تقولو الا نبی بعده" "آپ کا مقصد لا نبی بعدہ کی نفی سے فقط یہ ہے کہ اس لفظ کو نزول عیسیٰ کی نفی کے معنی میں استعمال کر کے مت کہو۔ باقی آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ آپ سے مسند احمد میں مرفوعاً روایت ہے "لا یبقی بعدی من النبوت الاالمبشرات ای الرئیا الصالحة" (۸۶)

۱۵...... اسی طرح سورہ صف کی آئت نمبر ۶ کی تشریح میں "من بعدی اسمه احمد" کا مصداق مرزا غلام کو بھی قرار دیتے ہوئے لکھتی ہے "اسمه" کے اول مصداق آنحضرت ﷺ ہیں اور ثانیہ آپ کے بروز جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔" (۸۷)

۱۶...... مزید سورہ جمعہ کی آیت نمبر ۳ کی تشریح میں لکھتی ہیں "اس آخری زمانہ میں جب ایمان دلوں سے نکل چکا تھا الا ماشاء اللہ۔ آپ کی قوت قدسیہ نے جوش مارا اور فارسی الاصل اسلام کا ایک جری پہلوان حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود اور مہدی معہود کے خدائی القابات سے نبی کریم ﷺ کی ظلیت کا لبادہ اوڑھ کر آپ ﷺ کی بیان فرمودہ ۷۰ احادیث کے عین مطابق گم گشتہ راہ بندگان خدا کو قرآن کریم کی

آیات سنانے آیا..............غلام احمد قادیانی کے حروف کے اعداد ۱۳۰۰ ہیں۔
''وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ'' کے تمام حروف کے اعداد ۱۲۷۵ ہیں جو حضرت مسیح موعود کے زمانہ کی نشاندہی کرتے ہیں''(۸۸)

۱۷...... مزید سورہ قدر میں اس پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتی ہیں ''حتی مطلع الفجر'' میں ایک زبردست پیشگوئی ہے۔اس کے ابجد کے حساب سے ۱۲۸۲ عدد بنتے ہیں گویا ۱۲۸۲ برس بعد ایک نیا دین طلوع ہوگا اور آنحضرت ﷺ کے بروز کامل کا ظہور ہوگا۔ایک معنے یہ بھی ہیں کہ جب بھی لیلۃ القدر کا زمانہ آئے گا ہم رسول اور قرآن کو دنیا میں اتارتے رہیں گے۔یعنی جب بھی قرآن کا نور ماند ہوگا تو اللہ تعالیٰ رسول اللہ کے مسیح روحانی وجودوں کو دنیا میں مبعوث کرتا رہے گا جو قرآن کریم کو ثریا سے اتار لائیں گے اور دنیا کو اس کے نور سے منور کریں گے۔''(۸۹)

۱۸...... سورہ لہب میں مزید لکھتی ہیں کہ''آخری زمانہ میں دوبارہ محمد عربی رسول اللہ ﷺ کی روح (ظلی طور پر) دنیا میں آئے گی اور خدا کی نصرت اور اس کے فضل کو جذب کرے گی اور ملائکہ کی فوجیں آسمان سے اتر کر کمزوروں کو طاقتور اور سلطنتوں کا وارث بنادیں گی۔''(۹۰)

عقیدہ حیات عیسیٰ علیہ السلام

کفیلہ خانم نے اس عقیدہ کے اندر بھی مرزا غلام احمد اور جماعت کے دوسرے خلفاء کا سہارا لیتے ہوئے ماقبل والے دلائل دیئے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو ثابت کرنیکے لئے سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۵۵ میں لفظ''توفی'' کا معنی موت کا کیا ہے۔اسی طرح سورہ مریم اور قرآن میں جہاں کہیں بھی''خلت''لفظ آیا ہے وہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو ثابت کیا ہے۔یہ سب کچھ کفیلہ خانم نے حقائق سے روگردانی کرتے ہوئے مرزا غلام احمد کی اندھی اور باطل تقلید میں یہ کیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے مرزا غلام احمد کے جھوٹے دعووں کو ثابت کر سکے۔

﴿حوالہ جات﴾

۱...... مصری، عبدالرحمٰن، شیخ، تفسیر سورۂ اعلیٰ (انجمن اشاعتِ اسلام، لاہور، ۱۹۷۸ء) ص:۱۰

۲...... بنی اسرائیل (۱۷) ۱۰۰

۳...... صلاح الدین، پیر، قرآن مجید ترجمہ مع تفسیر (قرآن پبلیکیشنز، اسلام آباد) ۱۳۷۶/۲

۴...... سورہ طٰہٰ، (۲۰) ۱۱۶

۵...... قرآن مجید ترجمہ مع تفسیر، ۱۵۱۷/۳

۶...... سورہ نمل (۲۷) ۱۸

۷...... قرآن مجید ترجمہ مع تفسیر، ۱۷۸۷/۳

۸...... الجمعہ (۶۲) ۳

۹...... قرآن مجید ترجمہ مع تفسیر، ۲۵۸۳/۴

۱۰...... التکویر (۸۱) ۵

۱۱...... قرآن مجید ترجمہ مع تفسیر، ۲۷۶۳/۴

۱۲...... التکویر (۸۱) ۱۰

۱۳...... قرآن مجید ترجمہ مع تفسیر، ۲۷۶۳/۴

۱۴...... مریم (۱۹) ۱۶

۱۵...... قرآن مجید ترجمہ مع تفسیر، ۱۴۳۷/۳

۱۶...... الزخرف (۴۳) ۵۸، ۵۹

۱۷...... قرآن مجید ترجمہ مع تفسیر، ۱۴۳۷/۳

۱۸...... قرآن مجید ترجمہ مع تفسیر، ۲۸۴۰/۴

۱۹...... سورہ بقرہ (۲) ۲۳۳

۲۰...... مرزا، طاہر احمد، قرآن مجید (نظارت اشاعت، ربوہ) ص:۶۴

۲۱...... ایضاً

۲۲...... آل عمران (۳) ۳۱

۲۳...... قرآن مجید، ص:۸۴

۲۴...... آل عمران(۳)۱۸۳

۲۵...... قرآن مجید،ص:۱۱۷

۲۶...... یونس(۱۰)۲۷

۲۷...... قرآن مجید،ص:۳۳۸

۲۸...... قرآن مجید،ص:۱۸

۲۹...... قرآن مجید،ص:۲۰

۳۰...... قرآن مجید،ص:۶۶

۳۱...... بقرہ(۲)۲۵۹

۳۲...... قرآن مجید،ص:۶۹

۳۳...... قرآن مجید،ص:۹۰

۳۴...... قرآن مجید،ص:۱۵۸

۳۵...... معارف القرآن،۵۷۹/۲

۳۶...... الجامع البخاری،۲۹/۱

۳۷...... الشافعی محمد بن ادریس ابوعبداللہ،مسند الشافعی(دارالکتب العلمیہ،بیروت)۱۹۷/۱

۳۸...... قرآن مجید،ص:۳۸۴

۳۹...... قرآن مجید،ص:۴۶۳

۴۰...... قرآن مجید،ص:۵۰۰

۴۱...... قرآن مجید،ص:۱۱۵۱

۴۲...... قرآن مجید،ص:۱۰۲۹

۴۳...... قرآن مجید،ص:۱۰۳۰

۴۴...... قرآن مجید،ص:۱۱۶۷

۴۵...... قرآن مجید،ص:۹۲

۴۶...... سورہ بقرہ(۲)۳۴

۴۷...... معین الدین،مخزن معارف،ص:۱۲۴

۴۸...... مخزن معارف،ص:۱۲۵

۴۹...... سورہ بقرہ(۲)۶۱

۵۰...... مخزن معارف،ص:۱۹۹

۵۱...... مخزن معارف،ص:۱۰

۵۲...... مخزن معارف،ص:۲۷

۵۳...... مخزن معارف،ص:۳۰

۵۴...... مخزن معارف،ص:۴۱

۵۵...... مخزن معارف،ص:۱۲۴

۵۶...... مخزن معارف،ص:۲۱۵

۵۷...... مخزن معارف،ص:۲۲۰،۲۲۱

۵۸...... مخزن معارف،ص:۲۸۷

۵۹...... مخزن معارف،ص:۵۹

۶۰...... مخزن معارف،ص:۱۰۴

۶۱...... مخزن معارف،ص:۱۲۳

۶۲...... مخزن معارف،ص:۲۹۶

۶۳...... مخزن معارف،ص:۴۳۹

۶۴...... مخزن معارف،ص:۴۵۰

۶۵...... مخزن معارف،ص:۳۰۳

۶۶...... مخزن معارف،ص:۴۳۱

۶۷...... مخزن معارف،ص:۴۴۳،۴۴۴

۶۸...... کفیلہ خانم،منائل العرفان،۱/۱۱

۶۹...... منائل العرفان،۱/۶۵

۷۰...... منائل العرفان،۱/۲۱۵

۷۱...... منائل العرفان،۱/۲۸۵،۲۸۷

۷۲...... منائل العرفان،۱/۳۸۹

۷۳...... منائل العرفان،۱/۵۱۵

۷۴...... ابوداؤد، السنن، کتاب المهدی، ۱۳۶/۲
۷۵...... الترمذی، باب خروج المهدی، ۳۸/۲
۷۶...... الجامع المسلم، باب نزول عیسیٰ بن مریم، ۸۷/۱
۷۷...... مناہل العرفان، ۵۳۴/۲
۷۸...... مناہل العرفان، ۵۳۵/۲
۷۹...... مناہل العرفان، ۵۵۸/۲
۸۰...... مناہل العرفان، ۵۷۱/۲
۸۱...... مناہل العرفان، ۵۸۸/۲
۸۲...... مناہل العرفان، ۴۷/۳
۸۳...... مناہل العرفان، ۹۱۳/۳
۸۴...... مناہل العرفان، ۱۷۹/۳
۸۵...... مسند احمد، ۱۲۹/۶
۸۶...... مناہل العرفان، ۹۱۱/۳
۸۷...... مناہل العرفان، ۹۲۰/۳
۸۸...... مناہل العرفان، ۱۲۲۸/۳
۸۹...... مناہل العرفان، ۱۲۹۳/۳
۹۰...... مناہل العرفان، ۱۲۹۳/۳

تفسیر

بیان فرمودہ

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام



جلد اوّل

سورۃ فاتحہ ۔ سورۃ بقرۃ

حقائق الفرقان

حضرت حاجی الحرمین مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل

کے

درس ہائے قرآن کریم، تصانیف اور خطبات سے مرتبہ

تفسیری نکات

جلد اوّل

Abdullah Ahmadi · Abdullah Ahmadi

عبداللہ لقی

ولقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر

اوضح القرآن

مسمی بہ

تفسیر احمدی

مولفہ

حضرت مولانا مولوی سید محمد سعید صاحب

قادری حنفی احمدی میر مجلس انجمن احمدیہ حیدرآباد دکن

و

ممبر مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ قادیان

مطبوعہ تضائی پریس آگرہ

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا

اُردو زبان میں ترجمہ و مختصر مطالب قرآن

موسوم بہ



حُسنِ بیان

مِن

غلام حسن نیازی پشاوری

برانچ کیپیٹل کوآپریٹو پریس میں باہتمام شیخ ظہور الدین صاحب چھپا

نُورٌ عَلٰی نُورٍ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُورِہٖ مَنْ یَّشَآءُ
(النور ۳۵)

انوار القرآن

حصّہ دوم

یعنی

قرآن کریم پارہ ۲۷

کے

نکات و معارف

از تالیف ڈاکٹر بشارت احمد

۱۳۵۷ ہجری

بہ اہتمام ... باہتمام شیخ ظہور الدین صاحب چھپا

باراول | تعداد طبع ایک ہزار (۱۰۰۰) | قیمت فی جلد ... مجلد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

بیان القرآن

یعنی

اردو ترجمۃ القرآن معہ حل لغات و حواشی تفسیریہ

تالیف

حضرت مولینا محمد علی

جلد اوّل

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

لاہور

سنہ ۱۴۰۱ ہجری



تفسیرِ کبیر

جلد اوّل ——— جزو اوّل





حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز



وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ

(الحجر: ۲۲)

تفسیرِ صغیر



با محاورہ اردو ترجمہ قرآن مجید مع مختصر تفسیر

بمطابق ایڈیشن ۱۹۷۹ء

از

الحاج حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود

رضی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا

دستور الارتقاء

تفسیر

سورۃ الاسراء

مصنفہ

عبداللطیف بہاولپوری فاضل دیوبند

سابق پروفیسر جامعۃ المبشرین قادیان و جامعہ احمدیہ ربوہ

ضیاء الاسلام پریس ربوہ ہش ۱۵

إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ ۝ وَحِفْظًا مِّن كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ

تفسیر سورۂ کہف حالاتِ حاضرہ کی روشنی میں

جس کا عربی نام ہے

اقامة الزحف

لاظہار انباء

سورة الکہف

یعنی سورۂ کہف کی پیشگوئیوں کے اظہار کیلئے ایک ایسا لشکرِ اسلام برپا کیا جانا جو دشمنانِ اسلام کے دلوں کو لرزا دینے والا ہے۔

مصنفہ

مولوی عبد اللطیف بہاولپوری فاضل دیوبند

سابق پروفیسر جامعۃ المبشرین قادیان و جامعہ احمدیہ ربوہ

ضیاء الاسلام پریس ربوہ

البشریٰ للیائسین

تفسیر

سورۃ یٰس

دوسرا نام

مشاہدات عین الیقین

بانباء سورۃ یٰس

(سورۃ یٰس کی پیشگوئیوں کے مشاہدے یقین کی آنکھ سے)



مصنفہ

عبداللطیف بہاولپوری فاضل دیوبند

سابق پرنسپل جامعۃ المبشرین قادیان و جامعہ احمدیہ ربوہ

ہدیہ کتاب مجلد ۹ روپے

تفسیر سورۃ القیامۃ والدہر

جس کا عربی نام ہے

نشید الثقلین

علیٰ تنشیط

تفسیر السورتین

یعنی

ان دو سورتوں کی تفسیر در حقیقت مشرق و مغرب کے دونوں خطوں
کی بڑی بڑی ہستیوں کے نشاط افزا دلی جذبات کا ترانہ ہے

مصنفہ

مولوی عبد اللطیف صاحب بہاولپوری فاضل دیوبند

سابق پروفیسر جامعۃ المبشرین قادیان و جامعہ احمدیہ ربوہ

THE HOLY QURAN

WITH

ENGLISH TRANSLATION

AND

COMMENTARY

VOLUME 1

SURAH AL-FATIHAH – SURAH AL-BAQARA

Published under the auspices of
Hazrat Mirza Tahir Ahmad
Fourth successor of the Promised Messiah
and Supreme Head of the Worldwide
Ahmadiyyah Movement in Islam

Published by
ISLAM INTERNATIONAL PUBLICATIONS LIMITED

THE HOLY QUR'ĀN

ARABIC TEXT WITH ENGLISH TRANSLATION & SHORT COMMENTARY

Edited by
Malik Ghulām Farīd

Published under the auspices of
HADRAT MIRZĀ TĀHIR AHMAD
Fourth Successor of the Promised Messiah and
Head of the Ahmadiyyah Muslim Jamā'at

2002
Published by
ISLAM INTERNATIONAL PUBLICATIONS LIMITED

سورۃ الاعلیٰ کی مختصر تفسیر

تمام انبیاءؑ میں حضرت نبی کریمؐ کا بلند ترین مقام

قیامت تک آنے والی ضرورتوں کو پورا کرنے والے تمام قرآنی علوم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فطرت میں رکھے گئے ہیں

مؤلفہ

جناب مولانا شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب

ناشر

شعبہ دعوت وارشاد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ لاہور

بار اوّل فروری [illegible] قادر پرنٹنگ پریس تعداد [illegible] ایک ہزار

قرآن مجید

ترجمہ مع تفسیر

الحاج پیر صلاح الدین

ناشر

حکیم مبارک احمد خان (امین آبادی)

قرآن پبلیکیشنز اسلام آباد

قرآن کریم

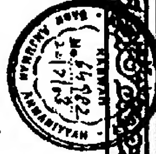
اردو ترجمہ

سورتوں کے تعارف اور مختصر تشریحی نوٹس
کے ساتھ

حضرت مرزا طاہر احمد

خَلِیفَةُ الْمَسِیحِ الرَّابِعْ

اَیَّدَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِنَصْرِہِ الْعَزِیْز



مخزن معارف

تفسیر سورۃ فاتحہ و بقرہ



پیر معین الدین

مناهل العرفان

اردو ترجمہ و تفسیر قرآن حکیم

مع حل لغات

احمدی احباب کے لئے

جلد اوّل

سورة الفاتحة تا سورة الانفال

کفیلہ خانم

﴿مصادر و مراجع﴾

☆...... قرآن مجید۔

الف

☆...... ابن تیمیہ، ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم، مقدمہ فی اصول التفسیر، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ، قطر، ۲۰۰۹ء۔

☆...... ایضاً، الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح طبع مجد التجاریہ۔

☆...... ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری لشرح صحیح بخاری، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹ھ۔

☆...... ایضاً، الخیرات الحسان فی مناقب الامام اعظم ابی حنیفۃ النعمان، مطبعہ المدنی، قاہرہ، ۱۳۱۵ھ۔

☆...... ابن کثیر، عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمرو دمشقی، حافظ علامہ، تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر ابن کثیر، دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ۱۹۹۸ء۔

☆...... ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، ادارہ احیاء السنۃ النبویہ، سرگودھا۔

☆...... ابن منظور، ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، دارصادر، بیروت۔

☆...... ابوالفضل، جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی، لسان العرب، دارصادر، بیروت۔

☆...... ابوداؤد، سلیمان بن اشعث بن اسحاق، السجستانی، السنن، دارالسلام للنشر والتوزیع، ریاض، ط:۱۴۲۰ھ۔

☆...... احمد بن حنبل، امام، مسند امام احمد بن حنبل، موسسۃ الرسالہ، ۱۹۹۹ء۔

☆...... احمد، خالد شبیر، تاریخ محاسبہ قادیانیت، لائل پور پرنٹنگ پریس، فیصل آباد، ۱۹۷۹ء۔

☆...... اسماعیل بن محمد، قوام السنۃ، الترغیب والترہیب، دارالحدیث، قاہرہ، ۱۴۱۴ھ۔

☆...... اسماعیل حقی بن مصطفی، روح البیان فی تفسیر القرآن، داراحیاء التراث العربی۔

☆...... اصفہانی، الراغب، ابوالقاسم الحسین بن محمد بن المفضل، مفردات الفاظ القرآن، المکتبہ المرتضویہ، ۱۹۷۹ء۔

☆...... امۃ القدوس، حضرت مصلح موعود، مجلس خدام الاحمدیہ، پاکستان۔

☆...... اندلسی، محمد بن یوسف، تفسیر بحر المحیط، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ۔

☆...... آلوسی، شہاب الدین، سید، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر۔

ب

☆...... بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

☆...... بشارت احمد، ڈاکٹر، انوار القرآن، انجمن اشاعت اسلام، لاہور۔

☆...... بشیر احمد، مرزا، کلمۃ الفصل، نظارت اشاعت، ربوہ۔

☆...... ایضاً، سیرت المہدی، نظارت اشاعت، ربوہ۔

☆...... بشیر الدین محمود احمد، مرزا، تفسیر کبیر، نظارت نشر و اشاعت، قادیان۔

☆...... ایضاً، تفسیر صغیر، اسلام انٹرنیشنل پبلیشر لمیٹڈ ۱۹۹۰۔

☆...... بغدادی، ابو منصور عبد القاہر بن طاہر التمیمی، اصول الدین، المکتبہ العثمانیہ، لاہوت، ۱۲۹۹ھ۔

☆...... بغوی، ابو محمد الحسین بن مسعود، محی السنہ، معالم التنزیل، دار طیبہ والتوزیع، ط:۴، ۱۹۹۷ء۔

☆...... بہاولپوری، عبد اللطیف، تفسیر سورۃ القیامہ والدھر، ضیاء الاسلام پریس، ربوہ، ۱۹۷۹ء۔

☆...... ایضاً، تفسیر سورہ کہف، ضیاء الاسلام پریس، ربوہ۔

☆...... ایضاً، تفسیر سورہ یاسین، ضیاء الاسلام پریس، ربوہ۔

☆...... بھیروی، نور الدین، حکیم، حقائق الفرقان، ضیاء الاسلام پریس، ربوہ۔

☆...... ایضاً، فصل الخطاب، نظارت اشاعت، ربوہ۔

پ

☆...... پٹیالوی، محمد عبد الغنی، مولانا، اسلام اور قادیانیت ایک تقابلی مطالعہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان، ۱۹۸۷ء۔

☆...... پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلیکشر، لاہور۔

ت

☆...... تبریزی، محمد بن عبد اللہ، مشکوٰۃ المصابیح، المکتب الاسلامی، بیروت، ط:۳، ۱۹۸۵ء۔

☆...... ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، السنن، دار السلام، ریاض، ط:۱، ۱۹۹۹ء۔

☆...... تھانوی، محمد علی، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، مکتبہ لبنان، بیروت، ۱۹۹۶ء۔

ث

☆...... ثعلبی، احمد بن محمد بن ابراہیم، ابو اسحاق، الکشف والبیان المعروف تفسیر ثعلبی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط:۱، ۱۴۲۲ھ۔

ج

☆...... جامی، نورالدین عبدالرحمٰن، الفوائد الضیائیہ المعروف بہ شرح ملا جامی، بحث اسماءِ ظروف، مکتبہ علوم اسلامیہ، ملتان۔

چ

☆...... چشتی، یوسف سلیم، احتساب قادیانیت، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان، ۲۰۰۲ء۔
☆...... چنیوٹی، منظور احمد، مولانا، ردقادیانیت کے زریں اصول، ادارہ مرکز دعوۃ وارشاد، چنیوٹ، ۲۰۰۱ء۔

ح

☆...... حاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۸ء۔

خ

☆...... خالد محمود، ڈاکٹر، عقیدۃ الامت فی معنی ختم نبوت، دارلمعارف، لاہور، ۱۹۹۵ء۔
☆...... خان، امیر علی، حیات انبیاءؑ کا انسائیکلوپیڈیا، مشتاق بک کارنر، لاہور۔

ذ

☆...... ذہبی، محمد حسین، التفسیر والمفسرون، دارالکتب العربی، قاہرہ، ۱۹۶۲ء۔

ر

☆...... رازی، عبدالرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس، تفسیر ابن ابی حاتم المسمی تفسیر بالماثور، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۶ء۔
☆...... رازی، فخرالدین، مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر الرازی، المطبعۃ البہیہ، مصر، ۱۳۵۷ھ۔

ز

☆...... زبیدی، محب الدین ابوالفیض السید محمد مرتضی الحسینی الواسطی، سید، تاج العروس من جواہر القاموس، مکتبہ الخیریہ، قاہرہ، مصر، ۱۳۰۳ھ۔
☆...... زحیلی، وھبہ بن مصطفیٰ، التفسیر الوسیط، دارالفکر، دمشق، ۱۴۲۲ھ۔
☆...... زرقانی، محمد عبدالعظیم، مناہل العرفان، داراحیاء التراث العربی بیروت۔
☆...... زرکشی، بدرالدین، البرہان فی علوم القرآن، تحقیق ابوالفضل ابراہیم، قاہرہ: مکتبہ دارالتراث، ۱۹۵۷ء۔
☆...... زمخشری، ابوالقاسم محمود بن عمر، الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الأقاویل فی وجوہ التاویل، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

س

☆...... سلطان محمود، مولانا، ضرورت رسالت، مکتبہ حسینیہ، سرگودھا، ۱۴۰۵ھ۔

☆...... سمرقندی، ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم، بحر العلوم، دار الفکر، بیروت۔

☆...... سمیع الحق، مولانا، قادیان سے اسرائیل تک، مؤتمر المصنفین، پشاور۔

☆...... سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، دار المعز، سعودیہ، ط:ا۔

☆...... سیوطی، جلال الدین، علامہ، تفسیر جلالین، دار الحدیث، قاہرہ، ط:ا۔

ش

☆...... شافعی، محمد بن ادریس ابوعبداللہ، مسند الشافعی، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

☆...... شبیر احمد، سید، مولانا، ترجمہ قرآن حکیم، قرآن آسان تحریک، لاہور، ط:۱۱، ۲۰۰۹ء۔

☆...... شجاع آبادی، محمد اسماعیل، بحوالہ خطبات ختم نبوت، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان۔

☆...... شوکانی، محمد بن علی بن محمد، الیمانی الصنعانی، فتح القدیر، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۳۵۰ھ۔

ص

☆...... صابونی، محمد علی، صفوۃ التفاسیر، دار القرآن الکریم، بیروت، ط:ا، ۱۹۸۱ء۔

☆...... صلاح الدین، پیر، قرآن مجید ترجمہ مع تفسیر، قرآن پبلیکیشنز، اسلام آباد۔

☆...... صنعانی، عبدالرزاق بن ہمام، مصنف عبدالرزاق، مجلس العلمی، الہند، ۱۴۰۳ھ۔

ط

☆...... طاہر احمد، مرزا، سوانح فضل عمر، فضل عمر فاؤنڈیشن، ۱۹۷۵ء۔

☆...... طاہر احمد، مرزا، قرآن مجید، نظارت اشاعت، ربوہ۔

☆...... طبری، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید، تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ طبری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۱ء۔

☆...... ایضاً، جامع البیان فی تاویل القرآن المعروف تفسیر طبری، مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۵۴ء۔

☆...... طنطاوی جوہری، الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم، الجواہر البابی الحلبی، مصر، ۱۳۴۳ھ۔

☆...... طنطاوی، محمد سید، شیخ الازہر، التفسیر الوسیط للقرآن الکریم، دار المعز۔

ظ

☆...... ظہیر، احسان الٰہی، علامہ، القادیانیہ، الدعوۃ والارشاد، الریاض، ۱۴۰۲ھ۔

ع

☆...... عبدالقادر، حیات نور، نظارت نشر و اشاعت، قادیان، ۲۰۰۳ء۔

☆...... عثمانی، شبیر احمد، علامہ، تفسیر عثمانی جدید (مترجم حضرت محمود حسن) ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

☆...... عثمانی، محمد تقی، علوم القرآن، مکتبہ دار العلوم، کراچی، ط:۱، ۱۳۹۶ھ۔

☆...... عرفانی، یعقوب علی، ترجمہ القرآن، نظارت اشاعت، ربوہ۔

☆...... علی بن سلیمان العبید، تفسیر القرآن العظیم، مکتبہ التوبہ، ریاض، ۲۰۱۰ء۔

☆...... عیاض بن موسیٰ، قاضی شافعی، شفا بتعریف حقوق مصطفیٰ، دار الکتاب العربی، بیروت۔

ف

☆...... فرابی، ابوالنصر اسماعیل بن حماد، الجوہری، اصحاح فی اللغہ۔

☆...... فضل الرحمٰن، سید، احسن البیان فی تفسیر القرآن، زوار اکیڈمی، کراچی، ۲۰۰۷ء۔

☆...... فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس، دار الکتب العلمیہ، لبنان۔

ق

☆...... قادیانی، غلام احمد، مرزا، تذکرہ، نظارت اشاعت، ربوہ۔

☆...... ایضاً، تریاق القلوب، ناشر: حکیم فضل الدین بھیروی، ۱۹۰۲ء۔

☆...... ایضاً، مرزا، دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء، ناشر: حکیم فضل الدین بھیروی، ۱۹۰۲ء۔

☆...... ایضاً، کتاب البریہ، نظارت اشاعت، ربوہ۔

☆...... ایضاً، ملفوظات، نظارت اشاعت، ربوہ۔

☆...... ایضاً، اربعین نمبر ۲، ضیاء الاسلام، قادیان، ۱۹۰۰ء۔

☆...... ایضاً، آئینہ کمالات اسلام، نظارت اشاعت، ربوہ۔

☆...... ایضاً، براہین احمدیہ، ناشر: شیخ یعقوب علی تراب احمدی، ۱۹۰۸ء۔

☆...... ایضاً، برکات الدعاء، نظارت اشاعت، ربوہ۔

☆...... ایضاً، تریاق القلوب، نظارت اشاعت، ربوہ۔

☆...... ایضاً، تفسیر، ادارۃ المصنفین، ربوہ۔

☆...... ایضاً، جنگ مقدس، ناشر: شیخ نور احمد ملک۔

☆...... ایضاً، روحانی خزائن، نظارت اشاعت، ربوہ۔

☆...... ایضاً، ضرورت الامام، نظارت اشاعت، ربوہ۔

☆...... ایضاً، کشتی نوح، ناشر: حکیم فضل الدین بھیروی، ۱۹۰۲ء۔

☆...... ایضاً، ازالۂ اوہام، ناشر: شیخ نور احمد ملک۔

☆...... قاسم علی، مولوی، تبلیغ رسالت، اشاعت: ۱۹۱۸ء۔

☆...... قرطبی، محمد بن احمد، ابوعبداللہ، تفسیر قرطبی، مطبعہ دار الکتب المصریہ، ۱۹۳۶ء۔

☆...... قنوجی، نواب محمد صدیق حسن، بھوپالی، تفسیر فتح البیان فی مقاصد القرآن، المطبعۃ الکبریٰ، مصر، ط:۱، ۱۳۰۱ھ۔

ک

☆...... کاشمیری، شورش، اقبال اور قادیانیت، مکتبہ چٹان، لاہور۔

☆...... کاندھلوی، مولانا محمد ادریس، احتساب قادیانیت، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان، ۲۰۰۲ء۔

☆...... ایضاً، معارف القرآن، مکتبہ المعارف دار العلوم حسینیہ، سندھ، ۱۴۲۲ھ۔

☆...... کفیلہ خانم، منازل العرفان

ل

☆...... لاہوری، محمد علی، بیان القرآن، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔

م

☆...... ماوردی، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب، النکت والعیون، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

☆...... متقی، علاؤ الدین، کنز العمال، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

☆...... محمد امین، مفتی قادری، عقیدہ ختم نبوت، ادارہ تحفظ العقائد الاسلامیہ، کراچی، ۲۰۰۶ء۔

☆...... محمد بہاؤ الدین، ڈاکٹر، تحریک ختم نبوت، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۱۱ء۔

☆...... محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۷۷ء۔

☆...... مراغی، احمد مصطفیٰ، الشیخ، تفسیر المراغی، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر۔

☆...... مسلم، الجامع الصحیح، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱۹۸۱ء۔

☆...... مصری، عبدالرحمٰن، شیخ، تفسیر سورۃ الاعلیٰ، انجمن اشاعت اسلام، لاہور، ۱۹۷۸ء۔

☆...... مظہری، محمد ثناء اللہ، تفسیر مظہری، مکتبہ رشدیہ، پاکستان، ۱۴۱۲ھ۔

☆...... معین الدین، پیر، مخزن المعارف۔

☆...... ملا علی قاری، شرح فقہ اکبر، مطبع مجتبائی۔ دہلی۔

☆...... مودودی، سید ابوالاعلیٰ، سیرت سرور عالم a، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۸۳ء۔

☆...... مہر علی شاہ، سید پیر، شمس الہدایہ فی اثبات حیاۃ المسیح، ۱۹۰۰ء۔

☆...... ایضاً، سیف چشتیائی، ۱۹۶۳ء۔

☆...... میر محمد سعید، مولوی، اوضح القرآن مسمیٰ بہ تفسیر احمدی، مطبع مرتضائی پریس آگرہ، ۱۹۱۵ء۔

ن

☆...... ندوی، علامہ سید سلیمان، سیرت النبی a، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۷۲ء۔

☆...... نسفی، عبداللہ بن احمد بن محمود، تفسیر نسفی، مکتبہ توفیقیہ، مصر۔

☆...... نیازی، عبداللہ جان و حسن خیل، حیات حسن، ط: اول، ۱۹۶۰ء۔

☆...... نیازی، غلام حسن، حسن بیان، برانچ کیپٹل کواپریٹو، پریس۔

ی

☆...... یادِ رفتگاں، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور۔

☆...... *Dr.Muhammad Taqi-ud-Din al. Hilali, THE NOBLE QURAN, king Fahd Complex, Madina, 1424.*

☆...... *THE HOLY QURAN Five Volume, Islam International Publication Limited 1954*

☆...... *Malik Gulam Farid, THE HOLY QURAN SHORT COMMENTARY, Islam International Publication Limited 2002*

مجلات ورسائل

☆...... بدر، قادیان۔

☆...... پیغام صلح، لاہور۔

☆...... تشحیذ الاذہان، قادیان۔

☆...... ریویو آف ریلیجنز، قادیان۔

☆...... الفضل، چناب نگر۔

☆...... نقیب ختم نبوت، ملتان۔

ویب سائٹ

☆...... www.alislam.org.pk

☆...... www.aaiil.org

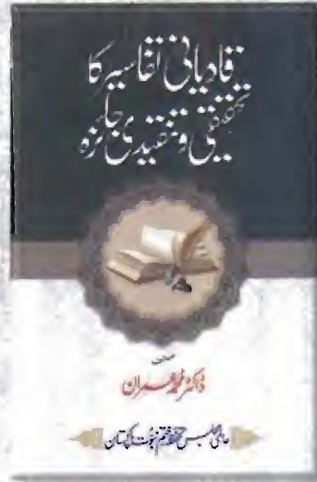
☆...... www.khatm.e.mubuwwat.com

کتب خانہ جات

☆...... ختم نبوت لائبریری، ملتان۔

☆...... خلافت لائبریری، چناب نگر۔

☆...... صالح ظہور احمد میموریل لائبریری، لاہور۔



عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان
حضوری باغ روڈ، ملتان۔
061-4783486